پاکستان کی معیشت میں زرِاعتباری کا کردار
(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (علوم اسلامیہ)

نگران مقالہ

ڈاکٹر سمیّہ رفیق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل اسلام آباد

مقالہ نگار

محمد عمران

ایم فل، علومِ اسلامیہ

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اکتوبر ۲۰۱۸ء

پاکستان کی معیشت میں زراعتباری کا کردار
(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

محمد عمران

ایم فل، علومِ اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر سمیّہ رفیق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل اسلام آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اکتوبر ۲۰۱۸ء

© محمد عمران

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے ،وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **پاکستان کی معیشت میں زراعتباری کا کردار(قرآن وسنت کی روشنی میں)**

نام ڈگری: ایم فل علومِ اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد عمران

رجسٹریشن نمبر: MP-F15-110

ڈاکٹر سمیّہ رفیق ________________________

(نگران مقالہ) نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی ________________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

بریگیڈئیر محمد ابراہیم ________________________

(ڈائریکٹر جنرل) ڈائریکٹر جنرل کے دستخط

تاریخ: ________________________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

محمد عمران ولد محمد علی

رجسٹریشن نمبر: MP-F15-110

طالب علم، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **پاکستان کی معیشت میں زرِ اعتباری کا کردار (قرآن وسنت کی روشنی میں)**

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر سمیعہ رفیق کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: محمد عمران

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مقالہ کی منظوری کا فارم (Theses Acceptance Form)	iv
۲	حلف نامہ (Declaration)	v
	انتساب،(Dedication)	viii
۴	اظہار تشکر(A Word of Thanks)	ix
۵	ملخص مقالہ (Abstract)	x
۷	مقدمہ(Preface)	xi
۸	**باب اوّل: زر اعتباری کا مفہوم،اقسام اور ضرورت واہمیت**	۱
۹	فصل اوّل: زر اعتباری کا مفہوم اور اقسام	۲
۱۰	فصل دوم: زر اعتباری کا ارتقاء	۳۷
۱۱	فصل سوم: دور حاضر میں زر اعتباری کی ضرورت واہمیت	۴۶
۱۲	**باب دوم: زر اعتباری کا جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں**	۵۴
۱۳	فصل اوّل: زر اعتباری کا جائزہ احناف کی نظر میں	۵۵
۱۴	فصل دوم: زر اعتباری کا جائزہ شوافع کی نظر میں	۸۶
۱۵	فصل سوم: زر اعتباری کا جائزہ مالکیہ اور حنابلہ کی نظر میں	۹۳
۱۶	**باب سوم: پاکستان میں زر اعتباری کے ادارے**	۱۰۲
۱۷	فصل اوّل: زر اعتباری کے ادارے	۱۰۳
۱۸	فصل دوم: زر اعتباری کا تناسب	۱۲۵
۱۹	فصل سوم: زر اعتباری کی مصنوعات	۱۳۷
۲۰	**باب چہارم: زر اعتباری اور پاکستان کی معیشت**	۱۴۴
۲۱	فصل اوّل: ہنڈی، پرامیسری نوٹ اور پاکستان کی معیشت	۱۴۵
۲۲	فصل دوم: بانڈز، ڈرافٹ اور چیک پاکستان کی معیشت	۱۵۶
۲۳	فصل سوم: ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ اور پاکستان کی معیشت	۱۶۷

۲۴	نتائج مقالہ	۱۸۸
۲۵	سفارشات	۱۸۹
۲۶	فہرست آیات	۱۹۱
۲۷	فہرست احادیث	۱۹۲
۲۸	فہرست اصطلاحات	۱۹۳
۲۹	فہرست اعلام	۱۹۴
۲۰	فہرست اماکن	۱۹۵
۳۱	فہرست مصادر و مراجع	۱۹۶

انتساب

معلم اعظم محسن انسانیت خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں جو ماہرین معاشیات کے پہلے بانی اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ نیز اپنے والدین کریمین جن کے بارے میں اللہ تعالی سے دعا ہے

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

نیز اپنے والد گرامی ریٹائرڈ حوالدار اسلام آباد پولیس محترم و مشفق محمد علی مد ظلہ العالی جن کی شفقت پدرانہ کے سائے میں، میں اس قابل ہوا کہ یہ علمی کام سرانجام دے سکوں۔ اس کے علاوہ اپنے تمام بہن بھائیوں، دوست احباب خاص طور پر پروفیسر منصب علی زاہد کا جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود حتی المقدور میری معاونت کی۔

محمد عمران

کلمات تشکر و امتنان

الحمد لله لولیه والصلوة علی نبیه وعلی اله واصحبه المتادبین بادابه اما بعد!

تمام قسم کی تعریفات، تمجیدات اور تہلیلات اس اللہ رب العزت کے لئے ہیں جس نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کر کے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کا تاج پہنایا اور انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے مکرم و معظم محتشم و منور، معطر و بابرکت اور باسعادت ہستی جناب محمد رسول اللہؐ کے قلب اطہر پر قرآن مجید اور اس کی مثل نازل کر کے اس دنیائے جہان کے لوگوں کو رہن سہن کے آداب کے ساتھ ساتھ اسلامی، معاشی اور زری اصول بھی سکھائے۔ اور بندہ ناچیز کو اس عظیم کام "پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کا کردار قرآن و سنت کی روشنی میں" مرتب کرنے کے لئے منتخب فرمایا میں پیغمبر کائنات جو کہ اسلامی ماہر معاشیات حضرت محمدؐ کے فرمان "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" کا مصداق بننے کے لئے تمام احباب اور دوستوں کے لئے دعا گو ہوں جن کی محبت خصوصی دعائیں اور قیمتی مشورے اور عملی تعاون شامل حال رہا اللہ تعالی ان سب کو دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین خیر کثیر عطا فرمائے۔

اس مقالے کے ابتدائی مرحلے سے لے کر آخری مرحلے تک ڈاکٹر سمعیہ رفیق صاحبہ اسسٹنٹ پروفیسر نمل یونیورسٹی اسلام آباد کی خصوصی شفقت اور توجہ مجھے حاصل رہی انھوں نے ضروری علمی اور فنی مہارت سے میری راہنمائی فرمائی لہذا میں ان کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں اللہ رب العزت دنیا و آخرت میں انھیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئج کے شرف اور فضل کا اعتراف نہ کرنا علمی ناقدری کی علامت ہو گی جس مادر علمی کی وجہ سے مجھے ایم فل کا تحقیقی کام کرنے کا موقع ملا اس سلسلے میں شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام خصوصیت کے ساتھ جذبات تشکر کے مستحق ہیں جن میں سر فہرست ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز محترم پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ پروفیسر ڈاکٹر عبد الغفار بخاری جن کا میں دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں

نہایت ہی قابل احترام دوست پروفیسر منصب علی زاہد جن کی مشاورت سے یہ مقالہ پایہ تکمیل تک پہنچا میں اپنے تمام دوستوں اور ساتھی اساتذہ کا احسان مند ہوں جن کی دعائیں اور مفید مشورے دوران مقالہ میرے ساتھ رہے آخر میں اظہار تشکر کے لئے اپنی بہنوں کا جن کی علوم اسلامیہ سے والہانہ وابستگی تمام امت اسلامیہ کی بیٹیوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ اس کاوش میں میرے بھائی کی معاشی معاونت کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور ہم سب کے لئے دنیا و آخرت کی ترقی اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

ABSTRACT

Money plays important role in all kind of financial transactions as the business establish and grow on its basis. There have been different kinds of money in the history. The most popular and common was barter system, commodity and metallic money. In contemporary it has been converted to paper currency which is further expected to convert into plastic currency. The best example of this kind of currency can be seen in the form of credit and debit cards. In addition to this traditional form of currency, credit money is also introduced. Cheques, Promissory notes, bills of exchanges, are its popular forms. The academic work was designed to analyze the credit money in the light of Quran and Sunnah ruling and its role in context of economy of Pakistan. Qualitative and analytical approaches are applied for the collection and analysis of data. The review of literature concluded that, credit money needs to be Islamized in order to get benefit within the limits of religion. The research recommends the discourse of credit money should forward to the diligence institutions to Islamize the contemporary forms and design the new products with respect to injunction of Islam. This activity will at one hand to facilitate the people in their financial transactions while on the other hand will highlight the practical application of Islamic economic principles. The second chapter discussed the discourse of credit money in the light of Quran and Sunnah. Third chapter highlighted the institutions working on credit money. Fourth chapter dealt with role of credit money in the economy of Pakistan.

Also this study recommends towards the specialization in the role of credit money in the trade and business of Pakistan.

Key words

Credit Money, Economy of Pakistan, Credit creation

مقدمہ

تعارف:

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ومالک ہے اوراس نے کوئی بھی چیز بے مقصد نہیں بنائی بلکہ ہر چیز کو کسی نہ کسی مقصد کے تحت بنایا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں جنوں اورانسانوں کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ربِ کائنات قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[1]

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

گویا کہ جن اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے لہذا جنوں اور انسانوں کو اپنے مقصدِ تخلیق کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ کو اسی مقصد کی طرف مبذول رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے دینِ الٰہی کی صورت میں ہماری ایسی رہنمائی فرمادی ہے کہ اس کی تعلیمات کی روشنی میں ہر کام ہی عبادت ہے اگرچہ اس کا تعلق انسانی زندگی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً اگر عنوان مقالہ کو ہی مد نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو اس کا تعلق انسانی زندگی کے ایک مخصوص شعبہ معیشت سے ہے۔ معیشت انسانی زندگی کا ایسا جزو لاینفک ہے جس کے بغیر اس کا وجود ناممکن ہے۔

معیشت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود حضرت انسان کی۔ انسان کی معاشی تاریخ ہی کی بدولت معاشی حیوان قرار دیا جاتا ہے۔ ۷۰٪ سے ۸۰٪ سرگرمیاں معاشی فکر کے گرد گھومتی ہیں۔ انسان کی معاشی ضروریات ایک دوسرے کے ساتھ لین دین اور باہمی تعاون سے مربوط ہیں۔ لین دین کے معاملات کو مختلف اوقات میں مختلف زر مبادلہ کے ذریعے چلایا جاتا رہا۔ مثلاً بارٹر سسٹم وہ سسٹم ہے جو سب سے پہلے تاریخ انسانی میں لین دین اور اشیاء کے تبادلے کے طور پر عمل میں لایا گیا پھر نظام زر بضاعتی، جس کی بناء پر ایسی چیزوں کو زر کا درجہ قرار دیا گیا جو اس علاقے میں کثرت سے پائی جاتی تھیں جیسے کہ جاپان میں چاول کو زر بضاعتی قرار دیا گیا اور کسی جگہ ریشم کو۔ اس نظام میں مشکلات کی بناء پر ایسی چیز کو زر قرار دینے کے متعلق سوچ وبچار کی گئی جو تلف ہونے کے خطرے سے پاک ہو، تاکہ آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاسکیں، اسکی قدر بھی بڑھتی رہے۔ اس میں سونا اور چاندی کو پہلے ہی روز سے اولین ترجیح حاصل رہی ہے۔ تاہم تبدیلیٔ حالات وواقعات کی بناء پر پہچان کی خاطر مختلف ممالک میں مختلف قسم کی کرنسی متعارف کروائی گئی۔ عرب ممالک میں زیادہ تر آج بھی سونا چاندی کی صورت میں نقدی مروج

---

(۱) سورۃ الذاریات: ۵۱/ ۵۶

ہے، جبکہ دنیا کے اکثر حصے میں کاغذی کرنسی رائج ہو چکی ہے جو روپیہ ،پیسہ ،پونڈ،یورواورڈالر وغیرہ کی صورت میں موجود ہے۔

زر اعتباری یا زر تجارت کو انگلش میں کریڈٹ منی اور عربی میں ائتمان کہتے ہیں جس کے معنی اعتبار کے ہیں۔ اعتبار سے مراد بھروسہ اور یقین کے ہیں جو قرض خواہ اپنے مقروض پر اسے قرضہ دیتے وقت یا ادھار مال دیتے وقت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مقروض اسے طے شدہ مدت کے بعد قرض کی رقم واپس کرے گا۔

زر اعتباری کا معیشت میں انتہائی مثبت کردار ہے جس کی وجہ سے عالمی معیشت میں عالمگیریت کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اگر زر اعتباری کے آلات اور مصنوعات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بانڈز،ڈرافٹ ،چیک،ہنڈی ،پرامیسری نوٹ،ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ وغیرہ شامل ہیں۔ زر اعتباری کے بغیر کسی بھی ملک کا ترقی کرنا محال نظر آتا ہے زر اعتباری کی وجہ سے دنیا کے کسی بھی کونے میں وقت ضائع کیے بغیر اور بلا خوف وخطر نہ صرف زر ادا کیا جاسکتا ہے بلکہ معیشت میں اعتماد کی فضا بھی قائم ہوئی ہے۔ اس ضرورت وافادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا قرآن سنت کی روشنی میں جائزہ اور پاکستان کی معیشت میں اس کا کردار قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مقالہ ہذا میں "پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کا کردار (قرآن وسنت کی روشنی میں)" کا تحقیقی طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔

بیانِ مسئلہ:

مقالہ ہذا کا موضوع "پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کا کردار" (قرآن وسنت کی روشنی میں) ہے۔ یہ مقالہ اس اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں زر اعتباری کے تعارف سے لے کر اس کی اقسام، مصنوعات اور آلات وغیرہ غرض یہ کہ ہر جز اور کل پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ زر اعتباری کا پوری دنیا کے ممالک چاہے وہ ترقی یافتہ ہوں یا ترقی پذیر ہر ملک کی معیشت کے استحکام اور پنپنے میں بنیادی کردار ہے اسی طرح پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کلیدی کردار ادا کر رہی ہے۔

مثال کے طور پر پاکستان میں معاشی نظام کا استحکام بینکنگ سسٹم کے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے اور بینکنگ سسٹم اس وقت تک مکمل نہیں ہے جب تک اس میں زر اعتباری کا لین دین اور مصرف عمل میں نہ لایا جائے۔ لہذا پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں معیشت کے استحکام کے لئے زر اعتباری کا وجود تسلیم بھی کرنا ہو گا اور اس کو مزید فروغ بھی دینا ہو گا۔

زر اعتباری موجودہ نظام کی ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں کسی بھی ملک کی معیشت کی مضبوطی کے لئے کلیدی کردار ادا کرے گی۔ دنیا کے اندر پائی جانے والی جدت اور تیزی اس بات کی گواہ ہے کہ آنے والے

عرصہ قلیل میں پوری دنیا پر بڑے بڑے کاروبار، قرض، رقم کی منتقلی، ادھار کا لین دین، امانتوں کا رکھنا یہ زر اعتباری کے بغیر اس کا وجود بھی ناممکن سا دکھائی دیتا ہے۔لہذا مقالہ ہذا میں زر اعتباری کی اہمیت کو پاکستان کی معیشت میں بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

سابقہ کام کا تحقیقی جائزہ:

اس موضوع پر عربی زبان میں کافی حد تک کام ہو چکا ہے۔انگریزی اور اردو میں بھی ارباب حل وعقد اور ارباب دانش وبینش نے خامہ فرسائی کی ہے جو کہ موضوع کی وسعت کے اعتبار سے ناکافی ہے۔مقالہ ہذا کے لئے جن کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے ان میں چند ایک کا ذیل میں جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)احکام الاوراق التجاریۃ فی الفقہ الاسلامی ڈاکٹر سعد بن ترکی الختلان الصادر فی طبعۃ عن دار ابن الجوزی سنہ ۱۴۲۷

(۲)الاوراق التجاریۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ للدکتور محمد احمد سراج بقسم الشریعۃ بجامعۃ الصادر عن دار الثقافۃ سنۃ ۱۹۸۸ء

(۳)الاوراق التجاریۃ المعاصرۃ طبیعھا القانونیۃ وتکییفھا الفقہی للدکتور محمد البوطی الصادر عن دار الکتب العلمیۃ سنۃ ۱۴۲۷

(۴)احکام الاوراق النقدیۃ والتجاریۃ فی الفقہ الاسلامی لستر بن ثواب الجعید رسالۃ درجۃ الماجستر من الجامعۃ ام القری

(۵)انواع الخاصہ بالشیک وطرق الوفا بھا لعبد اللہ بن عبد الرحمن البعیجان رسالۃ الماجستر من المعھد العالی للفقہاء جامعۃ محمد بن سعود

(۶)احکام تداول الشیک فی الفقہ والنظام سالم بن عایض الشمرانی" والمقدم عام ۱۴۲۱ھ

(۷)یسئلونک عن المعاملات المالیۃ المعاصرۃ الدکتور حسام الدین موسی عفانۃ بکلیۃ الشریعۃ بجامعۃ القدس

(۸)مقدمۃ فی النقود والبنوک، شافعی (محمد زکی) بیروت، دار النحضۃ العربیۃ طبع ھفتم

(۹)المعاملۃ المالیۃ العصریۃ فی الفقہ الاسلامی، محمد عثمان شبیر، اردن، دار النفائس، طبع ثالث، ۱۴۱۹ھ

(۱۰) معجم المصطلحات المالیۃ والاقتصادیۃ فی لغۃ الفقھاء، نزیۃ حماد، الدکتور، دار القلم، دمشق، ۲۰۰۸

(۱۱)السیاسۃ النقدیۃ والمصرفیۃ فی الاسلام الترکمانی، عدنان خالد الترکمانی، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، طبع اول ۱۴۰۹ھ

(۱۲) التحلیل الائتمانی ودوورہ فی ترشیل عملیات الاقراض، ایمان انجرو، ۲۰۰۶-۲۰۰۷

ان تمام کتب اور مقالہ جات میں موضوع ہذا پر عربی زبان میں کام کیا جا چکا ہے۔اردو زبان میں بھی جزوی طور پر تحقیقی کام ہو چکا ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے محترم ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ نے پی۔ایچ۔ڈی سطح کا تحقیقی مقالہ بعنوان "زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے" کیا ہے نیز ادارۃ المعارف کراچی سے چھپ چکا ہے۔مقالہ ہذا میں

سابقہ موضوع کو بڑھاتے ہوئے "پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کا کردار (قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)" کے حوالے سے تحقیقی کاوش کی گئی ہے۔

مقاصدِ تحقیق:

- زر اعتباری کی وسعت اور ضرورت واہمیت بیان کرنا۔
- زر اعتباری کی اقسام اور معیشت میں اسکے کردار کا جائزہ۔
- زر اعتباری کی شرعی حیثیت واضح کرنا۔
- پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کے کردار کا جائزہ لینا۔
- ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کا حصول۔

تحقیقی سوالات:

- زر اعتباری سے کیا مراد ہے؟
- زر اعتباری کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
- پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کے ادارے کونسے ہیں؟
- پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کا کردار کیا ہے؟

تحدیدِ موضوع:

مجوزہ عنوان معیشت سے متعلق ہے۔ معاشی ضروریات کی بدولت ہی انسان نے مل جل کر ایک معاشرہ کی شکل میں رہنا شروع کیا۔ انسان کی ضروریات ایک دوسرے سے مربوط ہیں ہے جس کے لیے باہمی تعاون انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر نظام معاشیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس میں زر کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔زر اپنے ارتقاء کے ساتھ انسانی ضروریات کے مطابق ترقی کرتی ہوئی زر اعتبار کی شکل میں وجود میں آئی ہے۔ مجوزہ عنوان کے تحت مقالہ ہذا میں عمومی طور پر قرآن وسنت کی روشنی میں زراعتبار ی کی شرعی حیثیت اور معاشرے میں اس کی ضرورت واہمیت کا جائزہ لیتے ہوئے صرف مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی معیشت میں زر اعتباری کے کردار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

پسِ منظری مطالعہ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا، پھر انسان کی خدمت کے لیے ہر چیز کو پیدا فرمایا اوراس کے تابع کر دیا نیز انسان کو عقل سلیم عطافرمائی تاکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تدابیر کر سکے۔ انسانی ضروریات میں ایک بڑی ضرورت معیشت ہے۔ معیشت کا تعلق کائنات میں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ مربوط ہے۔ انسانی زندگی معیشت کی مرہونِ منت ہے۔ انسان ایک معاشی حیوان ہے۔ انسان کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف ذرائع پیدا کیے اور انسان کو عقل جیسی عظیم نعمت عطا فرما کر حلال ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی تلقین فرمائی۔ مختلف ادوار میں معیشت کے مختلف طریقے مروج رہے یہاں تک کہ سوناچاندی اور کاغذی نقدی کی صورت میں زرِ مبادلہ وجود میں آیا جس کے ذریعے معیشت کو پروان چڑھایا گیا۔ اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی زرِ اعتباری ہے۔ زرِ اعتباری کا معیشت میں انتہائی مثبت کردار ہے جس کی وجہ سے عالمی معیشت میں عالمگیریت کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

اسلوبِ تحقیق:

١. تحقیق کا بنیادی اسلوب بیانیہ ہے۔
٢. بوقتِ ضرورت تجزیاتی اسلوب بھی اختیار کیا گیا ہے۔
٣. حتی الوسع مصادر اصلیہ سے استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
٤. حوالہ جات کے لیے یونیورسٹی کے طے شدہ فارمیٹ کو مدنظر رکھا گیا ہے۔
٥. تحقیق کے دوران جدید دور کے تمام ممکنہ ذرائع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

دورانِ تحقیق پیش آمدہ مشکلات:

تحقیق ایک مشکل کام ہے۔ مجھے بھی دورانِ تحقیق بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سب سے پہلی اور بڑی مشکل یہ تھی کہ موضوع سے متعلقہ کتابی مواد نایاب تو نہ تھا مگر کمیاب ضرور تھا۔

باب اول:

زر اعتباری کا مفہوم، اقسام اور ضرورت و اہمیت

فصل اول: زر اعتباری کا مفہوم، اقسام

فصل دوم: زر اعتباری کا ارتقاء

فصل سوم: دور حاضر میں زر اعتباری کی ضرورت و اہمیت

فصل اول:

زر اعتباری کا مفہوم، اقسام

فصل اوّل: زر اعتباری کا مفہوم، اقسام

زر اعتباری دو الفاظ کا مجموعہ ہے "زر اور اعتبار" یہ دونوں الفاظ اپنی اصلیت میں الگ الگ معانی و مفاہیم رکھتے ہیں لہذا زر اور اعتبار کا مفہوم و مطلب بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ بیان کر دیا جائے تاکہ دونوں الفاظ کا مفہوم اہل فکر و نظر کے سامنے واضح ہو جائے اور ان کے کلی مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہو لہذا ذیل میں زر کا مفہوم اس کے پورے متعلقات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

زر کا لغوی مفہوم:

(1) زر کا لفظ دو حروف سے بنا ہے یعنی "ز" اور "ر" جس کے معنی "سونا، طلا، ذہب"

(۲) دھن، دولت، روپیہ پیسا

(۳) پھول کے اندر کا زردزیرہ

(۴) تارزر، سونے چاندی کے تار یا کلابتو یعنی جیسے زربفت یعنی سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا۔ (۱)

اسی مناسبت سے کچھ اور الفاظ استعمال ہوتے ہیں مثال کے طور پر:

زر اصل: مول، سرمایہ، راس المال، وہ رقم جو اول سے کام میں لگائی جائے، وہ روپیہ جو قرض دیا جائے۔ (۲)

زر باقی: وہ روپیہ جو وصول ہونے سے رہ گیا ہو۔ (۳)

"النقد" عربی زبان کا لفظ ہے جو زر کا عربی میں مترادف بنتا ہے جس کی اصل "نقد" ہے جس کے معنی "رقم، کرنسی" اسی مناسبت سے کئی اور الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے "تناقد الدراھم و غیرھا" دراہم وغیرہ پرکھنا، دراھم پرکھنا اور کھوٹا الگ کرنا۔

"انتقد الدراھم" نقد وصول کرنا، کھوٹا علیحدہ کرنا۔

"النقد": بھیڑوں کی ایک قسم جن کی ٹانگیں چھوٹی اور چہرہ بدشکل ہوتا ہے۔

النقاد: دراھم وغیرہ کا پرکھنے والا۔ (۴)

---

(۱) فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی، مولوی، ناشر رفاہ عام، لاہور، س ۱۹۰۸ء، ج ۲، ص ۴۰۰

(۲) فیروز اللغات، فیروزالدین، الحاج، فیروز سنز، لاہور، س ۲۰۱۴ء، ص ۳۹۴

(۳) فرہنگ آصفیہ، ج ۲، ص ۴۰۰

(۴) ترتیب القاموس المحیط، مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، ترتیب الطاہر احمد الزاوی، س ۲۰۰۶ء، ج ۲، ص ۶۴۶

انتقد الثمن: ہاتھ کے ہاتھ قیمت لینا۔

انتقد فلان: فلاں نے تنقید کی، آوازہ کسنا۔[(۱)]

"النقد (قیمت جو فوری ادا کر دی جائے) اس کی جمع نقود آتی ہے اس کے لئے ایک لفظ" **درهم نقد**"استعمال ہوا جس کا معنی ہے عمدہ اور کھرا درہم، اسی طرح"**النقدان** "سے مراد چاندی و سونا ہے"۔[(۲)]

ڈاکٹر خالد بن عبد اللہ بن محمد المصلح نے اپنی کتاب میں اس طرح لکھا ہے۔

"**النقود جمع نقد و هذه المادة (النون،والقاف، والدال)ابراز الشي و بروزه**"[(۳)]

النقود نقد کی جمع ہے اسکا اصل مادہ نون قاف اور دال ہے جسکا معنی کسی چیز کو ظاہر کے معانی میں استعمال ہوتا ہے

ڈاکٹر علی بن محمد الجمعہ اپنی فقہی معجم میں لکھتے ہیں

"**النقد في الغة:نقد الشي نقد اليختبره او ليمز جيده من ردئيه**"[(۴)]

نقد کہتے ہیں کسی چیز کو پرکھنا تاکہ اسے جانچا جائے اور اسکا عمدہ اسکے گھٹیا سے علیحدہ کیا جائے

علامہ سلیمان زرکی تعریف کی اقتصادی تعریف میں لکھتے ہیں:

"**ان للنقد ثلاث خصائص متى وجدت متحققه في مادة ذاتية تعتبر هذه المادة نقدوهذه الخصائص ان يكون وسيطا للتبادل العام ومقياسا للقيم ومستودثروة**"[(۵)]

نقد وہ جس میں مندرجہ ذیل چار اوصاف پائے جاتے ہوں، جب کسی بھی مادے میں یہ تین اوصاف موجود ہوں تو اسے نقد شمار کیا جائے گا، وہ عام تبادلے کا آلہ ہو، جو قیمت پرکھنے کا معیار ہو، اور مالیاتی حیثیت کی حفاظت کرتا ہو۔ زر اصل میں فارسی الاصل ہے

---

(۱) القاموس الجدید، وحید الزماں، قاسمی، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ۱۹۹۰ء، ص ۶۹۵

(۲) لسان العرب، ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم، مادہ ن ق د دار احیا التراث العربی، بیروت س ۱۴۰۸ھ، جلد ۳ ص ۴۲۵

(۳) رسائل جامعہ التضخم، خالد بن عبد اللہ بن محمد بن المصلح، ناشر دار ابن الجوزی س ندارد ص ۱۷

(۴) معجم مصطلحات الاقتصادیہ، ڈاکٹر علی بن محمد الجمعہ، ناشر مکتبہ دار العبیکان ریاض، س ۲۰۰۰ء ص ۹۴

(۵) الورق النقدی، تاریخہ حقیقتہ قیمتہ حکمہ، عبد اللہ بن سلیمان بن منیع، ناشر، الفرزدق التجاریہ ریاض، س ۱۹۸۴ء، ص ۱۷

جبکہ نقد عربی الاصل ہے اور دونوں کے ایک ایک ہی معنی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جس میں مندرجہ بالا چار اوصاف پائے جاتے ہیں۔

Moneyانگریزی میں زر کے مترادف کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کے معنی"روپیہ،روپیہ پیسہ، دھن ،دولت،زر، نقد، مبلغ، دام(زر نقد،مال وزر)

Money(noun): دولت، نقدی، روپیہ، سونا، چاندی (۲)

اسی مناسبت سے انگریزی میں اور الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں مثلا۔

Moneyed: مال دار، روپے والا، دولت مند، زردار (متمول، صاحب دولت)

Money maker: دولت ساز، روپیہ کمانے والا

Money,s worth: قیمتی چیز (مساوی زر، بدل زر)

Moneyless: بے زر، مفلس، قلاش، غریب، نادار (۱)

زر کا اصطلاحی مفہوم:(Meaning)

زر کی اصطلاحی تعریفات قدیم و جدید فقہاء اور ماہرین اقتصادیات کے ہاں مختلف رہی ہیں۔ذیل میں اہل معیشت کی نظر میں زر کی کچھ تعریفات پیش کی جاتی ہیں

زر کی ایک تعریف مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب اسلام اور جدید معیشت و تجارت میں بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہے۔

"جو چیز عرفا آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہو، اور وہ قدر زر کا پیمانہ ہو، اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاتا ہو اسے زر کہتے ہیں"۔ (۲)

علامہ ابن حجر الھیتمی الشافعی زر کی تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

---

(1) *Oxford advanced learner's dictionary*,(oxford university press, Eighth edition,2010)218

(۲)اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مفتی تقی عثمانی، ادارۃ المعارف، کراچی، ص ۹۵

(مفتی محمد تقی عثمانی ۷ ۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے اسلام کے مشہور عالم اور جید حنفی فقیہ ہیں آپ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۲ء تک وفاقی شرعی عدالت اور ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۲ء تک عدالت عظمی پاکستان کے شریعت ایپلیٹ بنچ کے جج رہے آپ فقہ اکیڈمی جدہ کے نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب مہتمم اور آٹھ اسلامی بینکوں میں بطور مشیر کام کررہے ہیں)

"والنقد ای الذهب والفضة ولو غیر مضروبین ،وتخصیصه بالمضروب مهجور فی عرف الفقهاء"[1]

زر بغیر سکوں کے سونے اور چاندی کا نام ہے اور عرف میں فقہاء کے ہاں سکوں کے ساتھ کرنا جائز نہیں ہے"۔

ڈاکٹر عدنان خالد ترکمانی اپنی کتاب میں زر کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔

"النقد عبارة عن كل شئی یلقی قبولا عاما کوسیط للتبادل ومقیاس للقیمة مهما کان ذالک الشئي وعلي ای حال"۔[2]

زر ہر اس شے کو کہتے ہیں، جو آلہ مبادلہ کی حیثیت سے مقبول عام ہو، اور معیار قیمت ہو، وہ شے کچھ بھی ہو، اور کسی بھی حالت میں ہو۔

لغت کی ایک معتبر کتاب "المعجم الوسیط "دور جدید میں اس کا مفہوم مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

" النقد:(في البيع) خلاف النسيئة ويقال :درهم نقد: جيد لا زيف فيه(ج)نقود والعملة من الذهب وغيرهما مما تعامل به وفن تميز جيد الكلام من ردئيه ،وصحيحه من فاسده"[3]

خرید و فروخت میں نقد کا معنی ہے جو ادھار نہ ہو۔ عمدہ قسم کا درھم جس میں کھوٹ نہ ہو کو درہم نقد کہا جاتا ہے، اس کی جمع نقود آتی ہے اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہو خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان کے علاوہ کسی دوسری چیز سے۔ عمدہ اور ردی، صحیح اور فاسد کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی نقد کہتے ہیں۔

---

(۱) تحفة المحتاج، علامہ ابن الحجر الھیتمی شافعی، ناشر، المکتبہ التجاریہ الکبری مصر، س ۱۹۸۳ء، ج ۴، ص ۲۷۹،

(پورا نام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی السعدی الانصاری المکی الشافعی ہے۔ جو شہاب الدین مفتی الحجاز ابو الفضل احمد بن محمد بدر الدین ابن حجر ہیتمی بن حجر السعدی الھیتمی کے نام سے مشہور ہیں۔ مغربی مصر کے علاقے محلہ ابی ہیتم (دو نقطہ ت کے ساتھ) میں ۹۰۹ھ (۱۵۰۴ء) کو پیدا ہوئے۔ وہیں درس حاصل کیا اور ۹۷۴ھ (۱۵۶۷ء) کو مکہ میں فوت ہوئے۔ شافعیہ کی فقہ کے ماہر عالم تھے)

(۲) السیاسہ المصرفیہ فی الاسلام، الترکمانی، عدنان خالد، بیروت، موسہ الرسالہ، س ۱۴۰۹ھ، ص ۱۳۷

(۳) المعجم الوسیط، مجمع اللغہ العربیہ، مکتبہ الشروق الدولیہ قاہرہ مصر، س ۲۰۱۱ء، ص ۵۱۹

"اية واسطة او اداة طبيعية (كالنقودالمعدنية والورقية) او اعتبارية كبطاقات الائتمان بحيث تحظي بالقبول اى شئي يلقی قبولا عاما فی التداول من اجل شراء والسلع والخدمات وسداالدين"۔[۱]

کسی بھی معنوی یا قدرتی سازو سامان (جیسے سکے اور کاغذ) یا کریڈٹ کارڈ جو حیثیت رکھتا ہو عام قبولیت کی وہ کوئی بھی چیز ہو جسکی عام مقبولیت متداول ہو چیزوں، خدمات اوور قرض کی ادائیگی کرنے میں۔

پروفیسر ڈاکٹر علامہ وھبۃ الزحیلی نقد کی اصطلاحی تعریف کرتے لکھتے ہیں:

"هی کل ما يتعامل به الناس من دنا نير ذهبية او دراهم فضية او فلوس (قطع معدنية من غير الذهب والفضة نحاسية عملات ورقية"[۲]

نقد اصطلاح میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے زریعے لوگ عام معاملات زندگی نمٹاتے ہوں چاہے وہ سونے کے دنانیر چاندی کے دراہم یا پھر لوہے کے سکے (جو کہ سونے اور چاندی کے علاوہ بنتے ہوں) یا پیتل کے ہوں یا پھر کاغذی کرنسی ہو۔

اہل معیشت میں سے ایک تعریف تقی الدین النبھانی اپنی کتاب میں زر کی بیان کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہے۔

" Money is the standard by which we measured the benefit found in the commodity and in the effort i.g. good and services. Therefore, money is defined as being the medium by which all goods and services are measured.Hence,the price of a commodity and the wage of a worker for instance, each represents the society,s estimate of the value of that commodity and the effort of that worker".[3]

زر معیار ہے جس کے ذریعہ ہم کسی سامان میں پائے جانے والے نفع کو حاصل کرتے ہیں اور اشیاء اور خدمات بھی زر کے ذریعہ مقرر کی جاتی ہیں۔ زر کے ذریعہ تمام سامان اور خدمات کی پیائش کی جاتی ہے لہذا کسی چیز کی قیمت اور اجرت کی قیمت، مثال کے طور پر ایک ورکر ایک معاشرے کی نمائندگی کرتا ہے، زر اس کی قیمت

---

(۱) محاضرات النقود والبنوک، حنان الجشعم، مکتبہ ابن سیناجدہ فرع السلیمانیہ، شارع عبد القدوس الانصاری، س ۲۰۱۴ء، ص ۴

(محمد تقی الدین بن ابراہیم بن اسماعیل ۱۹۰۹ء کی پیدائش ۱۹۰۹ء میں قبیلہ نبھان میں ہوئی والد فقہ کے عالم تھے اور والدہ بھی عالمہ تھی۔ جامعہ الازہر قاہرہ کے دارالعلوم کالج میں فقہی تعلیم حاصل کر کے واپس فلسطین پہنچے۔ بعد ازاں قاضی رہے اور ایک اسلام پسند سیاسی جماعت حزب التحریر کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۷۷ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے)

(۲) المعاملہ المالیہ المعاصرہ، الزحیلی، وحبہ، بحث النقود، ناشر دار لفکر بیروت، س ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۹

(3) *The economic system of islam* ,Taquiddin an Nabhani, (sixth Edition,seventh 2004), 33

اور کارکن کی کوشش کا تخمینہ ہے۔

''Money may be defined as the means of valuation and of payments :as both the unit of acount and the generally accepted medium of exchange''.(1)

زر اکاونٹ کے یونٹ اور عام طور پر تبادلے کے عام طور پر منظور شدہ ذریعہ کے طور پر تشخیص اور ادائیگی کے ذرائع کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

''All media of exchange and payment,who acceptance the law requires in discharge of debts,may be properly called money''(2)

تبادلے اور ادائیگی کے تمام ذرائع،جو قبول کرنے کے لئے قانون کی ضرورت ہوتی ہے ان قرضوں کو مناسب طریقے سے ادا کرنا زر کہلاتا ہے۔

زر کے مترادفات:

زر فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لئے عربی میں "النقد" اور انگریزی میں "Money" مترادفات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔
زر کی اہمیت کے حوالہ سے معیشت و تجارت کے اسلامی احکام میں حافظ ذوالفقار علی یوں رقمطراز ہیں۔

"لوگوں کے مابین لین دین کے تمام معاملات میں مرکز و محور زر ہی ہوتا ہے اس لئے ہر معاشی نظام میں زر اور اس کے متعلقات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔اسلام کے قرون اولی میں قانونی زر سونے، چاندی کے سکوں (درہم و دینار) کی شکل میں ہوتا تھا مگر دور حاضر میں تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس کاغذی کرنسی ہے ،سونے چاندی کے سکے پوری دنیا میں کہیں استعمال نہیں ہوتے"۔ (۳)

زر کا فقہی مفہوم:

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی زر کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"با نهاای شئي يكون مقبولا عاما كوسيط للتبادل ومقياس للقيمة واداةللادخار (۴)

---

(1) *Modern Economics Theory*,Dewett.Kewal Krishan, (India Delhi,1990), 409

(2) *Modern Economics Theory*,Dewett.Kewal Krishan, 304

(۳) معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، حافظ ذوالفقار علی، دار الکتب السلفیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۶

(۴) المعاملہ المالیہ المعاصرہ، وحبہ الزحیلی ص ۱۵۰

بلاشبہ جب کسی بھی چیز کو تبادلہ زر واسطہ اور قیمت پرکھنے کا معیار اور ذخیرہ اندوزی کے قابل ہو زر کہلاتی ہے۔

حافظ ذوالفقار علی نے اپنی کتاب "معیشت و تجارت کے اسلامی احکام" میں زر کو مندرجہ ذیل تین معنوں میں استعمال کیا ہے۔

ا۔ سونے اور چاندی کی دھاتیں خواہ وہ سکوں میں ڈھلی ہوں یا خام حالت میں پائی جاتی ہوں دونوں کے لئے لفظ "النقدان" بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔[۱]

بلاشبہ جب کسی بھی چیز کو تبادلہ زر واسطہ اور قیمت پرکھنے کا معیار اور ذخیرہ اندوزی کے قابل ہو زر کہلاتی ہے۔

۲۔ سونے چاندی کے سکوں کے لیے چاہے وہ عمدہ ہوں یا غیر عمدہ۔ سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنے ہوئے سکوں کو فلوس کہتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے فلوس نقد میں شامل نہیں۔

۳۔ ہر وہ چیز جو اشیاء و خدمات کے عوض میں دی جائے، خواہ وہ سونا ہو یا چاندی، چمڑا ہو یا پیتل اور کاغذ وغیرہ بشرطیکہ اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو۔ عصر حاضر میں زر کا لفظ اس تیسرے معنی کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔[۲]

اگر مندرجہ بالا تمام تعریفات کا جائزہ لیا جائے تو زر کے کچھ اجزا نظر آتے ہیں جن اجزاء کا پایا جانا کسی بھی چیز کے زر کہلانے کے لئے انتہائی ضروری ہیں مثال کے طور پر زر کا آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہونا انتہائی ضروری ہے اور دوسری اہم بات یہ کہ زر ادھار خرید و فروخت کے حوالہ سے ہونے والی ادائیگیوں کے لئے ایک معیار بنتا ہے اگر زر نہ ہو تو پھر ادھار کے معاملات کا طے پانا انتہائی مشکل عمل ہے۔ اس کے علاوہ زر پیمانہ قدر کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور صرف یہیں تک نہیں بلکہ زر ذخیرہ قدر کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے ۔ اگر اس بحث کو نکات کی شکل میں بیان کیا جائے تو درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

ا۔ زر کا آلہ مبادلہ ہونا۔

۲۔ زر ادائیگیوں کا معیار

۳۔ پیمانہ قدر ہونا

۴۔ زر بحیثیت ذخیرہ قدر

مندرجہ بالا بحث کے نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے زر کی آسان تفہیم کو ان الفاظ میں سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ زر ہر وہ چیز جس کو آلہ مبادلہ کی حیثیت حاصل ہو جائی چاہے وہ معاشرہ کی طرف سے رواج پائے یا اس کا تعین حکومت کرے۔ زر ہر طرح کی خرید و فروخت چاہے

---

(۱) معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، حافظ ذوالفقار علی، ص۱۶۷

(۲) معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ص۱۶۸

وہ اشیاء یا خدمات اور تجارتی سامان ہو، میں نقد اور ادھار ادائیگیوں کا زریعہ بنتی ہے۔ اسکے علاوہ زر قیمتوں کا تعین کرنے میں مدد گار ثابت ہوتی ہے۔ زر ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جسکو ذخیرہ کرنا آسان ہو چاہے وہ سونا چاندی کے درہم و دینار ہوں یا پھر دوسری دھاتوں کے سکے اور اسی طرح کاغذی کرنسی کے ساتھ پلاسٹک وغیرہ کے نوٹ بھی اسی ضمن میں شمار کیے جاتے ہیں۔ زر کو اس کی اصل بناوٹ اور اس کے استعمال کے لحاظ سے اسکو مزید اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

زر کی اقسام:

زر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)زر حقیقی (۲)زر اعتباری

زر حقیقی:

زر حقیقی کا اطلاق فقط سونے اور چاندی پر ہوتا ہے سونے اور چاندی کو مختلف ادوار اور مختلف مملکتوں میں مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے درہم و دینار کی صورت میں سونا اور چاندی کرنسی کے طور پر آپؐ کے مبارک دور میں رائج رہ چکے ہیں۔[۱] سونے چاندی کے علاوہ زر کی باقی تمام اقسام خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں " اعتباری زر " کہلاتی ہیں۔ سونے چاندی کو حقیقی زر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی قوتِ خرید فطری ہے، اگر بحیثیتِ زر ان کا رواج ختم بھی ہو جائے تب بھی باعتبارِ جنس ان کی ذاتی مالیت بر قرار رہتی ہے۔ جبکہ اگر اعتباری زر کی زری حیثیت ختم ہو جائے تو سونے چاندی کی طرح اس کی افادیت باقی نہیں رہتی۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا فلسفہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زر ہیں۔ درہم چاندی کا سکہ تھا اور دینار سونے کا سکہ تھا لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زر حقیقی کی دو اقسام ہیں۔

درہم:

درہم کے بارے میں صاحب "المنجد "یوں رقم طراز ہیں۔

"الدرهم قطعة من فضة مضروبة للمعاملة(يونانية)جمعه دراهم"۔[۲]

درہم چاندی کا ڈھلا ہوا ایک سکہ ہے جسے لین دین کے معاملے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے، یہ یونانی لفظ ہے اس کی جمع دراہم ہے۔

---

(۱)کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقا اور شرعی حیثیت، ص ۱۰

(۲)المنجد فی اللغۃ والاعلام، لویس معلوف، المطبعہ الکاثولیکیہ بیروت، س، ص ۲۳۹

ماضی میں چاندی درہم کی صورت میں اہل یونان کے ہاں بھی زر حقیقی کے طور پر رائج رہی ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں ساسانی دور کا درہم استعمال ہوتا رہا ہے۔ ایک درہم عام طور پر ۷۰ جو کے برابر ہوتا تھا۔ وزن کے اعتبار سے سات دینار دس درہم کے برابر تھے۔ اسی طرح ایک درہم کا وزن چودہ قیراط کے برابر تھا۔[۱] اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دراہم مختلف وزن کے ہوتے تھے، اس لیے جب نصابِ زکوۃ کے لیے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو مسلمانوں نے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا، چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ کام حضرت عمرؓ کے دور میں جبکہ دوسرے قول کے مطابق بنو اُمیہ کے دور میں ہوا۔ جو صورت بھی ہو، تاہم آخر کار جس شرعی درہم پر لوگ متفق ہوئے وہ وہی ہے جو عبد الملک بن مروان کے دور میں بنایا گیا۔ لیکن فقہا اور مؤرخین کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے۔ جدید تحقیق کی روشنی میں اس درہم کا وزن ۲.۹۷۵ گرام چاندی ہے۔[۲]

دینار:

دینار کی تعریف کرتے ہوئے صاحب "المنجد" فرماتے ہیں۔

"الدينار ضرب من قديم النقود الذهبية"۔[۳]

دینار سونے کا سکہ ہے۔

اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو براستہ شام یہاں آئی۔ نبی ﷺ نے اسے جاری رکھا حتی کہ خلفائے راشدین اور حضرت معاویہ کے دور میں بھی رومی دینار کو ہی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی۔ جب مسندِ خلافت عبد الملک بن مروان کے پاس آئی تو اُنہوں نے زمانۂ جاہلیت کے دینار کے مطابق ایک دینار جاری کیا جس کو "شرعی دینار" کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے برابر تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا تھا۔ اور یہ ساسانی دور کا تھا اس پر خسرو پرویز ثانی کی مہر لگی ہوئی تھی۔[۴] عہد نبویؐ میں دینار کے وزن کے بارے میں شارح صحیح مسلم امام نوویؒ فرماتے۔

---

(۱) جواہر الفقہ، مفتی محمد شفیع، مکتبہ دار العلوم کراچی، جلد ۳، س ۲۰۱۰ء، ص ۳۹۱

(۲) مفتاح الاوزان، مفتی عبد الرحمان القاسمی، الامۃ ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ حیدر آباد انڈیا، س ۲۰۰۶ء، ص ۲۳

(۳) المنجد، ص ۲۵۲ نیز دیکھیے کتاب اسلامی اوزان فاروق اصغر صارم، ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ، س ندارد ص ۱۶،۱۵، نیز دیکھیے اوزان شرعیہ، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۸۲ء، ص ۳۲،۳۱

(۴) النقود الاسلامیہ، خالد الصائغ، المجمع الثقافی ابو ظبی الامارات المتحدہ، س ۲۰۰۲ء، ص ۱۱

"الدينار مثقال والمثقال درهم وثلاثة اسباع درهم"۔ [1]

دینار مثقال ہوتا ہے۔

حضرت عمر کے دور میں دینار کی قیمت دس درہم تھی جو کہ بعد میں بارہ درہم تک بڑھ گئی وزن کے لحاظ سے سات دینار کا وزن دس درہم کے برابر تھا[2]۔ مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ زر حقیقی کا اطلاق زمانہ قدیم میں خاص اور جدید میں عام طور پر سونا چاندی پر ہوتا آیا ہے اس کا بنیادی طور پر اثر رسوخ ہر دور میں معیشت اور کرنسی پر رہا ہے جتنا کسی ملک، قوم یا قبیلے کے پاس سونا وافر مقدار میں رہا ہے اسکی معیشت اتنی زیادہ پروان چڑھی اور محفوظ رہی ہے۔ سونا بنیادی طور پر اثاثہ ہے جسکی وجہ سے اسے زر حقیقی کا درجہ حاصل ہے اور اگر اسی کلیہ کو دوسری اشیاء پر لگایا جائے تو موجودہ دور میں وہ تمام ملکی معدنی اور دوسرے تجارتی ادارے کسی نہ کسی طرح زر حقیقی کا کردار ادا کر رہے ہیں، بالکل اسی طرح موجودہ دور میں غیر ملکی کرنسی عام طور پر اور ڈالر خاص طور پر زر حقیقی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح تیل کو تو بلیک گولڈ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

درہم و دینار سونے اور چاندی کے سکے تھے جو ہر دور میں شکل و حجم کے ساتھ ساتھ قیمتاً بھی تبدیل ہوتے رہے۔ لیکن ان کو زر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ان کے ذریعے زکوۃ، حدود اللہ اور حق مہر کے نصاکا تعین کیا جاتا رہا اس کے علاوہ ملکی و غیر ملکی تجارت بھی ہوتی رہی۔ موجودہ دور میں بھی مختلف بلاد عربیۃ میں درہم و دینار استعمال ہو رہے لیکن وہ اب سونے اور چاندی کے نہیں بلکہ کاغذ کے بنے ہوئے ہیں۔

اعتبار کا لغوی مفہوم:

مقالے کے عنوان کا دوسرا حصہ اعتباری ہے جس کو عربی میں "ائتمان" اور انگریزی میں "کریڈٹ" کہتے ہیں جس کے معنی "اعتبار اور اعتماد" کے ہیں۔

اعتبار عربی الاصل لفظ ہے لیکن اپنی اسی حیثیت سے اردو میں بھی مستعمل ہے جو درج ذیل معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اعتبار: بھروسہ، ساکھ (۲)یقین (۳)لحاظ (اس اعتبار سے وہ تم سے اچھا ہے) [3]

اعتبار آنا: یقین ہونا اعتبار نامہ: سند، سرٹیفیکیٹ

---

(۱) شرح صحیح مسلم، امام یحیی بن شرف نووی، خالد احسان پبلشرز، لاہور، س ۲۰۰۴ء، ج ۱، ص ۳۱۵

(۲) مفتاح الاوزان، مفتی عبد الرحمان القاسمی، ص ۲۴، ۲۳

(۳) فرہنگ آصفیہ، ج ۱، ص ۹۳

اعتباری: معتبر، بھروسے کے لائق یا جس کا اعتبار کیا جاسکے۔ (۱)

اعتبار کے مترادف کے طور پر عربی میں لفظ "الائتمان" مستعمل ہے جو درج ذیل مفاہیم رکھتا ہے۔

ائتمان في اللغة: يعني الثقة ،يقال:ائتمنت فلانا ای وثقت به۔ (۲)

"المعجم الوسیط" میں ائتمان درج ذیل معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ائتمن فلانا: مامون کرنا، اعتماد کرنا۔ (۳)

القاموس الجدید میں ائتمان مفعول کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

موئتمن: قابل اعتماد، معتمد علیہ

ائتمان في الاقتصاد:هو القدرة علي الاقراض۔ (۴)

اعتبار کے مترادف کے طور پر انگریزی میں لفظ "کریڈٹ" استعمال ہوا ہے۔جو مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے

(۱) ادھار، قرض۔ (۵)

باور کرنا، یقین کرنا، بھروسہ کرنا، ادھار کرنا(۴)Credit(verb):

اعتبار کا اصطلاحی مفہوم:

اس کی کچھ اصطلاحی تعریفات فقہاء کرام اور اہل لغت نے کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اردو کتابوں میں درج ذیل تعریف کی ہے۔

(۲) اعتبار، یقین

(۳) بھرم، آبرو، عزت

"اعتبار سے مراد بھروسہ، یقین یا اعتماد ہے جو قارض اپنے کسی مقروض پر اسے قرضہ دیتے وقت یا ادھار مال دیتے وقت کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ مقروض اسے طے شدہ مدت کے بعد قرض کی رقم واپس کر دے گا،

---

(۱)فیروز اللغات، فیروز الدین، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۷۰

(۲) معجم المصطلحات المالیہ والا قتصادیہ فی اللغہ الفقہاء، نزیہ حماد، دار القلم، دمشق، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱

(۳) معجم الوسیط، ابراھیم مصطفی، دعوہ موسسہ ثقافیہ، استنبول، ترکی، جلد ۱، ص ۵۰

(۴) التحلیل الائتمانی ودورہ فی ترشید عملیات الاقراض، ایمان انجرو، ۲۰۰۷ء، ص ۱۷

(۵) تعارف زرو بنکاری، شیخ مبارک علی، رہبر پبلشرز، کراچی، س ۱۹۹۱ء، ص ۲۴۱

یا اس نے ادھار پر جو مال خرید اتھا، اس کی قیمت ادا کرے گا"۔[1]

القاموس الاقتصادی میں کریڈٹ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"یعرف الائتمان بانه تنازل عن مال حاضر لقاء مال مستقبل واساسه الثقة"۔[2]

کریڈٹ کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ آئندہ مال کے بدلے میں حالیہ مال سے دستبردار ہونا،

اور اس کی بنیاد اعتماد ہے۔

ذی قیمة او کمیة من النقود في الحاضر،مقابل وعد بالدفع في المستقبل"۔

مستقبل میں ادا کرنے کے وعدے کے خلاف یہ موجودہ میں رقم یا رقم کا تبادلہ ہے۔[3]

"منح الدين لمدين مهلة من الوقت يلتزم المدين بانتهائها دفع الدين"وفي الشوون المالية بقصد (الائتمان) عادة القرض"[4]

قرض دہندہ ایک شخص کو قرض کی ادائیگی کرنے کی مہلت دے کہ وہ قرض مقررہ مدت پر واپس کرے گا اور مالی معاملات میں ائتمان سے مراد قرض کا لوٹانا کہلاتا ہے۔

ائتمان کا فقہی مفہوم:

ائتمان عربی زبان کا لفظ ہے جسے انگریزی میں کریڈٹ کہا جاتا ہے۔ ائتمان کی فقہ میں درج ذیل تعریف کی گئی ہے۔

"فيطلق الائتمان علي الثقة الباعثة علي دفع المال للغير علي وجه التمليک في قرض او مداينة او ضمان او علي سبيل الانتفاع فی عارية ونحوها".[5]

کریڈٹ اعتماد پر مبنی ہے ظاہری طور قرض، ضمانت یا فائدہ کے مطابق غائب کی رقم کی ادائیگی کی طرف جاتا ہے۔

---

(۱) مصباح اللغات، مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مرتبہ ابو الفضل سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی جولائی، س ۱۹۷۳ء، ص ۵۶

(۲) حسن النجفی، القاموس الاقتصادی، مطبع الادارة مدیریہ المحلیہ، بغداد، س ۱۹۷۷ء، ص ۸۸

(۳) التحلیل الائتمانی ودوورہ فی ترشید عملیات الاقراض، ایمان انجرو، س ۲۰۰۷ء، ص ۱۷

(۴) دراسة شرعیة فی البطاقات الائتمانیہ، عمر سلیمان الاشقر، الناشر دار النفائس، س ۲۰۰۹ء، ص ۲۱-۲۲

(۵) موسوعہ المصطلحات الاقتصادیہ، العمر حسین، دار الفکر العربی، بیروت، س ۱۹۹۸ء، ص ۷۰،

ڈاکٹر عمر نے اپنی کتاب میں ائتمان کی تعریف اس طرح کی ہے۔

منح دائن لمدين مهلة من الوقت، يلتزم المدين بانتهائها دفع الدين ... وفي الشؤون المالية يقصد بالائتمان عادة القرض " .[1]"

قرض خواہ کا مقروض کو قرض ادا کرنے کی مہلت دینا کہ وقت مقررہ ختم ہونے کے بعد اسے لازما ادا کرے گا اور مالی معاملات میں ائتمان سے مراد قرض کا لوٹانا ہے۔

"The word credit has been derived from a Latin word "Credo" and French word Accreditation" meaning I trust or believe .It emplies confidence or trust in an individual,s solvency ".[2]

لفظ کریڈٹ لاطینی لفظ کریڈو سے نکلا ہے اور فرانسیسی زبان کے لفظ ایکریڈیٹیشن جس کا مطلب میں بھروسہ کرتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں یہ کسی فرد کے قرض ادا کرنے کی صلاحیت میں اعتماد اور یقین پیدا کرتا ہے۔

اس کی مختلف تعریفات کچھ اس طرح کی گئی ہیں۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں لفظ کریڈٹ کا معنی ان الفاظ میں بیان ہوا ہے

"Credit " means to pay later, agreement , arrangement" [3]

" A promise to pay in future is called credit"[4]

کسی لین دین کے عوض مستقبل میں ادائیگی کا وعدہ (کریڈٹ) کہلاتا ہے۔

"When a person obtain loan on the security of his property and takes the responsibilit for its payment in future is called credit"[5]

جب کوئی شخص اپنی کی ضمانت پر قرض حاصل کرے اور مستقبل میں اس کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرے تو یہ اعتبار (کریڈٹ) کہلاتا ہے۔

کریڈٹ کی تعریف کرتے ہوئے آغا طاہر اعجاز نے اپنی کتاب میں کچھ یوں رقم طراز ہیں جس سے کریڈٹ کے بارے میں مزید راہنمائی ملتی ہے۔

---

(۱) الخدمات المصرفيہ وموقف الشريعہ منها، علاء الدين زعتري، دار الكلم الطيب، دمشق، س۲۰۰۸ء، ص۵۶

(2) *Money Banking and Finance*, Agha Tahir Ijaz, (،Azeem Academy,Lahore, 2010), 220

(3) *Oxford advanced learner's dictionary*,(oxford university press Eighth edition,2010),218

(4) *Money Banking and Finance , Riaz Ahmad* ,Mian ,(Azeem Academy,Lahore,2016), 221

(5) *Money Banking and Finance* , Agha Tahir Ijaz ,P 222

"It is the purchasing power not derived from income but created by financial institutions either as an off set to idle in ancome held by depositors in the banks or as a net addition to the total amount of purchasing power" (1)

ادھار ایسی قوت خرید ہے جو آمدنی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسے مالی ادارے کھاتہ داروں کی جمع کروائی ہوئی زائد آمدنی سے تخلیق کرتے ہیں۔

برٹانیکا میں کریڈٹ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"Transaction between two parties in which one(the creditor or lender) supplies money, goods, services or securities in return for a promised future payment by the other(the debtor or borrower" (2)

کریڈٹ ایک ایسا معاملہ ہے، جس میں ایک پارٹی زر، سامان، خدمات یا سکیورٹیز مہیا کرتی ہے، جبکہ دوسری طرف سے مستقبل میں موعود ادائیگی ہوتی ہے۔

"An entry in an account recording a sum received".

اکاونٹ میں رقم وصول کرنے کا عمل کریڈٹ کہلاتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم اعتبار کو مندرجہ ذیل نکات میں بیان کرسکتے ہیں

(۱) مستقبل میں ادائیگی کا وعدہ۔

(۲) ملکیت کی ضمانت پر قرض دینا۔

(۳) رقم کے بغیر ضروریات کی اشیاء خریدنا۔

(۴) موجل ادائیگی کے وعدے پر لین دین کرنا۔

مندرجہ بالا تمام نکات کا حاصل یہ ہے کہ ائتمان اعتبار یا اعتماد کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص دوسرے پر اعتماد کرکے اس کو زر سامان یا اس کے حوالے کوئی قیمتی چیز کرتا ہے اس بناء پر کہ لینے والا اس کو مستقبل میں اس کی ادائیگی کردے گا بس دینے والے کا لینے والے پر اعتماد اور اعتبار کرنا ہی ائتمان اور کریڈٹ کہلاتا ہے۔ جہاں تک ملکیت کی ضمانت کا معاملہ ہے تو اس بارے چونکہ جتنے بھی قرض وغیرہ چاہے وہ ملکی ادارے جیسے ورلڈ بینک اگر پاکستان کو قرضہ دیتا ہے تو وہ بھی ملکی اثاثہ جات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی ضمانت کو

---

(1) *Money Banking and Finance*، Agha Tahir Ijaz, 222

(2)*Encyclopedia of Britannica*,v0lume3, 122

مد نظر رکھا جاتا ہے۔ عام طور پر فقہ کی کتابوں میں حق مہر کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں جو دونوں ہمارے ہاں رواج زدہ ہیں۔ معجل (مہر معجل وہ مہر جس کی ادائیگی فی الفور کی جائے یعنی انعقاد نکاح سے پہلے یا فوری بعد ہو) جبکہ دوسرا مہر موجل (مہر مؤجل وہ مہر جس کی فوری ادائیگی کی شرط نہ ہو بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے مہلت میعاد مقرر ہو) لہذا جس طرح شریعت میں مہر مستقبل کی ادائیگی پر نکاح کیا جاتا ہے اسی طرح لین دین کا معاملہ جب مستقبل کی ادئیگی پر منحصر ہو تو ایسی ادئیگی کو موجل ادائیگی کہا جائے گا۔ اور یہ معاملہ شرعی طور پر جائز نظر آتا ہے جسطرح مہر کی ادئیگی نکاح میں کسی طرح کا اثر نہیں ڈالتی اسی طرح لین دین کے معاملہ میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ چونکہ کریڈٹ کی تعریف "مستقبل میں ادا کرنے کے وعدے کے خلاف یہ موجودہ میں رقم یا رقم کا تبادلہ ہے" سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ادائیگی مستقبل قریب یا بعید میں کی جائے گی لہذا اس وجہ سے اسے موجل ادائیگیوں کا نظام کہا گیا ہے۔

زر اعتباری کا مفہوم:

مندرجہ بالا بحث میں ہم زر اور اعتباری کا الگ الگ مفہوم بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کر چکے ہیں بغیر کسی طوالت میں گئے ذیل میں زر اعتباری کا ایک ساتھ مفہوم پیش کیا جاتا ہے تا کہ اس کا مفہوم سمجھنے میں قارئین کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے ذیل میں زر اعتباری کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ ستر بن ثوب اپنے مقالہ میں زر اعتباری کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

" صکوک مکتوبة بشكل قانوني محدد تتضمن التزاما بدفع مبلغ من النقود في وقت معين او قابل للتتعين ويمكن نقل الحق الثابت بطريق التظهير والمناولة"۔[١]

لکھے ہوئے صکوک ہیں جو محدود ہوں، اور قانونی شکل میں ہوں، اور جن میں اس بات کی ضمانت ہو کہ ایک معین وقت میں زر کی کچھ مخصوص مقدار ان کی بنیاد پر دی جائے گی، اور جو حق واجب ہو اس کو دوسرے کی طرف تظہیر یا مناولہ کے طریقے سے منتقل کرنا ممکن ہو۔

ڈاکٹر محمد زکی شافعی نے زر اعتباری کی تعریف بیان کرتے ہوئے اسکی مزید وضاحت کچھ یوں ہوتی ہے۔

"ومن هنا يطلق عليها اصطلاح النقود الائتمانية لان الائتمان عبارة عن الوعد بدفع مبلغ من النقود ومن هنا ايضا ليست النقود الائتمانية سوى ديون تترتب لصالح حاملها فى ذمة الدولة اوالبنوک وتعتمد فيما تتمتع به من قبول عام فى المعاملات علي عنصر الثقة"۔[٢]

---

(١) احکام الاوراق النقدیہ والتجاریہ، ستر بن ثواب للجعید، رسالہ الماجستر، جامعہ ام القری مکہ، س ١٤٠٦ھ، ص ٢٢١

(٢) مقدمہ فی النقود والبنوک، محمد زکی شافعی، بیروت، دار النھضہ العربیہ، س ٢٠٠٠ء، ص ٤٣

اسی وجہ سے ان پر زر اعتباری کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ "ائتمان" زر کی مخصوص مقدار کے دینے کے وعدے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ زر اعتباری دیون ہی ہیں جو حکومت یا بنکوں کے ذمہ حاملین کے لئے واجب ہوتے ہیں، اور اعتماد کی بنیاد پر معاملات میں عام طور پر قبول کیے جاتے ہیں۔

"The facility of being able to obtain goods or services before payment, based on the trust that payment will be made in the future."(1)

بھروسے کی بنیاد پر کہ رقم کی ادائیگی مستقبل میں کی جائے گی، چیزیں اور خدمات بغیر رقم کے حاصل کرنے کی سہولت کریڈٹ کہلاتی ہے۔

اردو میں زر اعتباری کی آسان الفاظ میں یہ تعریف کی گئی ہے۔

"قرض کی صورت میں لین دین کرنے یا ادھار پر مال کا لین دین کرنے کو اعتبار کہا جاتا ہے، اور اس مقصد کے لئے جو تحریری وعدہ بطور آلہ استعمال کیا جاتا اسے اعتباری زر کا نام دیا جاتا ہے"۔ (۲)

مندرجہ بالا تمام تعریفات کو پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زر اعتباری کے زمرے ہر وہ چیز آئے گی جس پر کسی خاص ادارے کی طرف سے اعتباری مہر لگا دی گئی ہو اور زر اعتباری زر اصل کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے دراصل یہ مختلف اداروں کی جانب سے خاص شکل میں لکھے ہوئے صکوک اور دستاویزات جو محدود تعداد میں لیکن قانونی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ یہ دراصل ادھار کا معاملہ ہے اور یہ کسی اعتماد یا بھروسے پر کیا جاتا ہے۔ اس میں چیزیں اور خدمات عام طور پر بغیر رقم کے مستقبل میں ادئیگی کے وعدے پر حاصل کی جاتی ہیں کسی ضمانت کی بنا پر اور یہ لکھا ہو معاہدہ بھی ہو سکتا ہے جس میں ایک فریق چاہے وہ کوئی فرد واحد ہو یا کوئی ادارہ جیسا کہ بینک یا اس طرح کا کوئی اور مالی ادارہ اپنی طرف سے کوئی سہولت یا خدمت کرتا ہے جبکہ دوسرا شخص اس کے بدلے میں مستقبل میں خاص رقم ادا کرے گا۔ دراصل یہ سارے کا سارا عمل بھروسے اور ساکھ کی بنا پر جاری کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بدلے

---

(1)*Oxford advanced learner's dictionary*,(oxford university press Eighth edition,2010) ,218

(ڈاکٹر زکی شافعی ۳۰ اگست ۱۹۲۲ء کو المنصورہ مصر میں پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء میں پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ سے ایم اے اقتصادیات اور ۱۹۵۰ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۱۹۷۵۔۱۹۷۶ کے دوران اسلامی جمہوریہ مصر کے وزیر برائے معیشت و تجارت رہے)

(۲) تعارف زر و بنکاری، مبارک علی، شیخ، ریسرچ سکالر اوسلو یونیورسٹی ناروے، رہبر پبلشرز، کراچی، س ۱۹۹۱ء، ص ۲۲۱

میں لکھے جانے والے معاہدہ جات اور وثیقہ جات چاہے وہ بینک یا کسی اور مالی ادارے کی جانب سے ہوں زر اعتباری کے زمرے میں آتے ہیں اگر ان کو ان کی شکل میں بیان کیا جائے تو مندرجہ ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

ا۔ان میں لین دین تظہیر کے طریقے سے ہوتا ہے۔

۲۔دین کا محل زر کی مخصوص مقدار ہے۔

۳۔معاملات میں زر کا وظیفہ ادا کرتا ہے۔

۴۔خاص شکل میں لکھے ہوئے دستاویزات ہیں(یعنی محدود اور قانونی شکل میں) ۔

مندرجہ بالا ابحاث میں زر اعتباری کا مفہوم پیش کیا جاچکا ہے ذیل میں اس کی کچھ اقسام پر مختصر اروشنی ڈالی جاتی ہے تا کہ اس کی اقسام کا بیان بھی واضح ہو جائے۔

زر اعتباری کی اہمیت:

کسی بھی ملک یا قوم کے معاشی معاملات کو چلانے کے لئے زر ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر معاشی ترقی ممکن نہیں ہے جب زر حقیقی یا زر اصلی کا فقدان پیدا ہوا تو اس کی جگہ زر اعتباری نے لے لی اسی بات کی طرف ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے اپنی کتاب میں اشارہ کیا ہے۔

"موجودہ دور میں زر کے طور پر بڑے چھوٹے سکے اور نوٹ استعمال ہوتے ہیں۔جب کہ سونے چاندی کے سکے انیسیویں صدی کے آخر میں ختم ہوگئے۔اب سکوں اور نوٹوں کے علاوہ بڑی تعداد میں بینک ڈرافٹ کفالتیں یا چیک بھی بازار میں گردش کرتے ہیں اور بڑے بڑے لین دین اسی اعتبار پر کئے جاتے ہیں،اس لیے یہ اعتباری زر کہلاتے ہیں۔حقیقت میں موجودہ زر یا نوٹوں کی ابتدا ان ہی اعتباری زر سے ہوئی تھی"۔ (۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ زر اعتباری زر اصل کی کمی کو پورا کرنے اور لین دین میں اعتبار کو مضبوط بنانے کے لئے استعمال ہوتی ہے اسی وجہ سے آج زر اصل سے کہیں زیادہ زر اعتباری کی دستاویزات رائج ہی اسی بات کو عبدالحمید اٹھور نے اپنی کتاب معاشیات میں یوں بیان کیا ہے۔

اعتباری زر کو عام بینک جاری کرتا ہے۔اس کی قانونی حیثیت بھی ہوتی ہے۔بلکہ یہ اعتبار پر قبول کئے جاتے ہیں

---

(۱)زر کا تحقیقی مطالعہ، عصمت اللہ،ڈاکٹر،ادارۃ المعارف کراچی، شمس پرنٹنگ پریس کراچی،س۲۰۰۹ء ،ص ۳۳۵

حقیقت میں یہ کرنسی نوٹوں سے کہیں بڑی تعداد میں گردش کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے بینکوں اور لین دین کرنے والوں کو بڑی سہولت ہوتی ہے۔ (۱)

اعتباری زر دراصل بینک کے خلاف ایک مطالبہ ہوتا ہے۔ ایک عام کرنسی نوٹ بھی اعتباری زر ہوتا ہے۔ مگر اس کی حیثیت قانونی ہوتی ہے اور یہ حکومت پاکستان سے مطالبہ ہوتا ہے۔

اس کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً کوئی چیز خرید کر اس کی قیمت کا مستقبل میں تحریری ادائیگی کا وعدہ کرنا اور یہ تحریری وعدے ادائیگی سے پہلے کاروباری اور ذاتی لین دین میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان تحریری وعدوں میں مختلف طرح کے چیک بینک ڈرافٹ کفالتیں شامل ہیں، جن پر سود یا مقررہ فیس کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔

ماہرین معاشیات نے اس کی اہمیت وافادیت کچھ اس طرح بیان کی ہے کہ زر اعتباری کی بدولت دھاتی زر کے استعمال میں کفایت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ایک سستا آلہ مبادلہ ہے یعنی جس کو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاسکتا ہے (۲)

زر اعتباری کی مدد سے سونے چاندی جیسی قیمتی دھاتوں کے استعمال میں بچت ہوتی ہے اور ان کی کمی کو پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ کیونکہ زر اعتباری کے اجراء کے لئے ان دھاتوں کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ (۳)

موجودہ زمانے میں صنعت وتجارت کے میدان میں روز بروز ہونے والی ترقی کی وجہ سے اور ملکی ضروریات کے پیش نظر درآمدات وبرآمدات میں بین الاقوامی ادائیگیوں کے سلسلے میں زر اعتباری خاطر خواہ کارآمد ثابت ہوتی ہے اس کے علاوہ کاروبار کی وسعت کفایت شعاری اور قیمتوں کے ردوبدل میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔

قومی بچت کے ساتھ ساتھ حکومتوں کو قرض لینے میں بھی مدد مل جاتی ہے حکومتیں تو اعتبار کی بدولت غیر ملکوں سے بھی قرضہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس سب سے بہترین خصوصیت ہے وہ یہ کہ زر اعتبار کی ایجاد نے چوروں ،ڈاکوؤں اور راہزنوں سے پیش آنے والے خطرات کو کم کر دیا ہے۔ (۴)

---

(۱) معاشیات زر و بینکاری، فیڈرک بینیم، مترجم عظمت اللہ خان، سرسید بک کمپنی اردو بازار کراچی س ۱۹۶۵ء، ص ۶۳، نیز دیکھئے، معاشیات ،عبدالحمید، اٹھور، ص ۶۲۰

(۲) بنکاری، عبدالحمید اٹھور، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء ص ۵۷

(۳) احکام الاوراق النقدیہ والتجاریہ فی الفقہ الاسلامی، ص ۱۲۵

(۴) بنیادی معاشیات، عبدالحمید ڈار، پروفیسر، علمی کتب خانہ، کبیر سٹریٹ اردو بازار، لاہور، س ۲۰۱۲ء، ص ۴۳

مندرجہ بالا بحث کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے میں صنعت و تجارت کے میدان میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے ملکی ضروریات کے پیش نظر درآمدات وبر آمدات میں اور بین الاقوامی ادائیگیوں کے سلسلے میں زر اعتباری زر اصل کے قائم مقام استعمال ہوتی ہے اس کے ذریعے ادائیگیاں آسانی سے کی جاسکتی ہیں۔اس کے علاوہ قومی بجٹ کے ساتھ ساتھ حکومتوں کو مشکل حالات میں قومی اور نجی بینکوں سے قرض لینے میں بھی مدد ملتی ہے۔اس کے علاوہ زر اعتباری زر کو لاحق خطرات کو بھی کم کر دیتی ہے لہذا زر اعتباری ایک محفوظ آلہ مبادلہ ہونے کے ساتھ ساتھ آسانی سے میسر ہوتی ہے۔

زر اعتباری کی اقسام:

زر اعتباری کی چند ایک مشہور اقسام درج ذیل ہیں۔

ا۔ہنڈی

۲۔بانڈز

۳۔چیک

۴۔پرامیسری نوٹ

۵۔ڈرافٹ۔ (۱)

ذیل میں آلات اعتبار کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ہنڈی:

ہنڈی کو انگریزی میں بل آف ایکسچینج کہا جاتا ہے جبکہ عربی میں کمبیالۃ اور اردو میں ہنڈی اور مبادلاتی بل کہا جاتا ہے۔

ہنڈی کی ایک تعریف ڈاکٹر اسرار حسن بھی اپنی کتاب میں کرتے ہیں جو درج ذیل ہے۔

"An instrument in writing containing an unconditional order,signed by the maker ,directinga certain person to pay on demand or at a fixed or determinable future time,a certain sum of money only to,or to the order of a certain person or to the bearer of the istrument"

---

(۱)اصول بنکاری،ص۲۶۹

ایک آلہ مشروط بغیر دستخط کیے کسی کے حکم پر لکھنے میں مطالبہ پر ادا کرنے یا کسی فکسڈ یا قابل اعتماد مستقبل کے وقت ایک مخصوص رقم صرف کسی خاص شخص کو دینے کا حکم دینا ہنڈی کہلاتا ہے۔ [1]

"هي ورقة تجارية تتضمن امرا صادرا من شخص يسمي الصاحب الي شخص آخر يسمي المسحوب عليه بان يدفع لاذن شخص ثالث هو المستفيد او لحامل الكمبيالة"۔ [2]

یہ ایک نوٹ ہے جو ایک شخص کی طرف سے جو صاحب کہلاتا ہے جاری کیا جاتا ہے دوسرے شخص کی طرف جو مسحوب علیہ کہلاتا ہے کہ وہ تیسرے شخص کو ادا کرے جو کہ مستفید یا حامل کمبیالہ کہلاتا ہے۔

ہنڈی کی حقیقت اور تعریف کے متعلق مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب میں کچھ یوں رقم طراز ہیں۔

"بل آف ایکسچینج ایک خاص قسم کی دستاویز ہے، جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے، تو خریدار کے نام بل بناتا ہے، بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے، اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لئے مدیون اس کو منظور کر کے اس پر دستخط کر دیتا ہے، اس کو عربی میں "کمبیالۃ"، اردو میں ہنڈی اور انگریزی میں اسے بل آف ایکسچینج کہتے ہیں اور اس کو مبادلاتی بل بھی کہتے ہیں"۔ [3]

تمام تعریفات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہنڈی جس کو بل ف ایکسچینج، کمبیالہ یا مبادلاتی بل کہا جاتا ہے دراصل ایک ایسا تحریری وثیقہ یا معاہدہ ہے جس میں تین فریق شامل ہوتے ہیں صاحب، مسحوب علیہ اور مستفید یا حامل الکمبیالہ۔ جو خاص طور پر نقدی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

ہنڈی کی مزید وضاحت پیش کرتے ہوئے مفتی تقی عثمانی یوں رقمطراز ہیں:

"ہنڈی کی دستاویز میں ادائیگی کی جو تاریخ لکھی ہوئی ہوتی ہے اس تاریخ کے آجانے کو عربی میں "نضج الکمبیالۃ" کہتے ہیں ہنڈی میں لکھا ہو دین تو مدیون سے تاریخ ادائیگی آنے پر ہی لیا جا سکتا ہے، مگر دائن کو فوری طور پر رقم کی ضرورت ہوتی ہے، تو کسی تیسرے شخص کو وہ بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتا ہے، اور بل کی پشت پر دستخط کر کے اس کے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے، تیسرا اس پر لکھی ہوئی رقم

---

(1) *Practice and law of banking in Pakistan*,Dr,Asrar Hassan,(Pakistan Book Center,2009)P 22

(۲) احکام الاوراق التجاریہ فی الفقہ الاسلامی، الدکتور سعد بن ترکی الخثلان، ناشر، دار ابن جوزی، س۲۰۰۶ء، ص ۱۲۰

(۳) اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۱۲۲، نیز دیکھئے معاشیات زر و بینکاری، فیڈرک بینیم، مترجم عظمت اللہ خان ص ۸۱

میں کٹوتی بھی کر دیتا ہے، مثلاً ہنڈی پر ہزار روپے لکھے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ نو سو پچاس دے دیتا ہے، اس عمل کو عربی میں "خصم الکمبیالۃ" اور اردو میں بٹہ لگانا کہتے ہیں۔" (۱)

ہنڈی ہر صورت میں لین دین میں موثر کردار ادا کرتی ہے جس شخص کے پاس یہ وثیقہ یا معاہدہ موجود ہو وہ ضرورت کے وقت پر کسی قومی بینک سے بٹہ لگوا کر پیسے وصول کر سکتا ہے اور بینک وہ ادائیگی اس وثیقے کی بنیاد پر ادا کرے گا۔ ہنڈی پر بٹہ لگانے کی شرح مدت کو مد نظر رکھتے ہوئے طے کی جاتی ہے تاریخ ادائیگی جتنی قریب ہو گی شرح بٹہ اتنی کم ہوتی جاتی ہے جس طرح کے ہمارے عام ادھار کے معاملات میں ہوتا ہے۔ زر اعتباری کی دوسری قسم بانڈ ہے جس کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

ہنڈی اور حوالہ:

ہمارے مالیاتی نظام میں بل آف ایکسچینج کا بھی کاروبار ہو رہا ہوتا ہے۔ بل آف ایکسچینج کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص / ادارہ، دوسرے شخص کو مخصوص رقم کی، متعینہ تاریخ کو ادائیگی کا حکم لکھ کر دے رہا ہوتا ہے۔ اس کی عام مثال یہ ہے کہ احمد کا گارمنٹس کا کاروبار ہے۔ اس نے آرڈر تیار کر کے حامد کو بھیج دیا، ساتھ ہی ایک بل بنا کر بھیج دیا۔ مزید اس نے رقم کی ادائیگی کا آرڈر ایک الگ قانونی کاغذ پر فیاض کے نام لکھ دیا۔ اس پر احمد نے دستخط اور مہر لگا دی۔ جب یہ کاغذ حامد کے پاس پہنچتا ہے، وہ بھی اس پر دستخط کر دیتا ہے اور مہر لگا دیتا ہے۔ یہ ایک بل آف ایکسچینج تیار ہو گیا۔ اس بل کے نتیجے میں بھی حقیقت میں حوالہ کا معاملہ ہوا کہ حامد کو جو قرض احمد کو ادا کرنا تھا وہ فیاض کی طرف منتقل کر دیا۔ مروجہ مالیاتی نظام میں بل آف ایکسچینج کا استعمال ہوتا ہے۔

بانڈز:

بانڈ بنیادی طور پر انگریزی کا لفظ ہے جو کہ اردو میں اسی نام کے ساتھ رائج ہے عربی میں اسے سند الامر کہتے ہیں۔ انگریزی زبان سے ماخوذ اسماء پرائز اور بانڈز پر مشتمل مرکب اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ انعامی بانڈ حکومت پاکستان کا جاری کردہ اقرار نامہ جس پر ماہ بماہ قرعہ اندازی کے زریعے نقد انعامات دئے جاتے ہیں۔ قاموس عربی، فرانسیسی انگریزی میں بانڈ کے معنی "سند" "مستند" اور وثیقہ لکھے ہوئے ملتے ہیں

۲۔ بانڈ کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے۔

"بانڈز سے مراد طویل المیعادی قرضہ ہے جو بانڈ خریدنے والا بانڈ کی ضمانت پر بانڈز جاری کرنے والے ادارے کو مہیا کرتا ہے بانڈز جاری کرنے والا ادا ادارہ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ پختگی کی میعاد پر بانڈ کی پوری رقم واپس کرے بانڈز کی کئی اقسام ہیں جیسا کہ حکومتی بانڈز، کارپوریٹ بانڈز اور میونسپل بانڈز وغیرہ"

---

(۱) اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۱۲۳

"Bond is an interest bearing government or corporate security,obligating the bond issuer under anagreement called bond indenture to paythe bond holder a principle amount on the date of maturity and periodic payment are interest over the life of the bond,bonds are long term debt instrument and are ----enables the bond issuer to convert non liquid or less liquid assets into marketable instruments, the market value,or the price of the bond in the markete differesfrom the face value or helper and the bond rating generally,if anterest rate rises bond price falland vice versa".(1)

بانڈ، یہ حکومت یا کسی مشترکہ کمپنی کا ایک سودی تمسک ہے، جو بانڈ کے اجراء کرنے والے کو اس معاہدے کے تحت جسے بانڈ کا اقرار نامہ کہا جاتا ہے، پابند کرتا ہے کہ وہ حامل بانڈ پختگی کی تاریخ پر اس کی اصل رقم واپس کر دے، اور بانڈز کی زندگی تک عرصہ دار سود کی ادائیگی کرے۔ بانڈ حاصل کرنے کا طویل مدتی آلہ ہے، اور حصص کو فروخت کیے بغیر طویل مدتی فنڈ حاصل کرنے کا ایک ترجیحی طریقہ ہے، یہ غیر سیال یا کم سیال اثاثوں کو قابل فروخت آلات میں تبدیل کرنے ایک ذریعہ بھی ہے، بازار کی مالیت یا بازار میں قیمت میچورٹی کے لحاظ سے اس کی فیس ویلیو سے مختلف ہوتی ہے، اس کی وجہ بٹہ وہ عنصر ہے جو خاص طور پر سود کی موجودہ شرح اور بانڈ کی درجہ کی درجہ بندی پر مبنی ہوتا ہے، عام طور پر اگر سود بڑھ جائے، تو بانڈ کی قیمتیں گرنے لگتی ہے، یا دوسری صورت میں اس کے برعکس ہوتی ہے۔

ڈاکٹر علی جمال الدین نے اپنی کتاب میں سند الامر کی ایک تعریف کچھ یوں کی گئی ہے۔

"السند الامر هو صک مکتوب وفقا لبيانات محدد نص عليها القانون يتضمن تعهد من محرره بدفع المبلغ نقدى معين بمجرد الاطلاع او بعد مدة معينةمن الاطلاع او في تاريخ معين" (۲)

بانڈ ایک لکھا ہوا معاہدہ ہے جس پر لکھنے والے کی طرف سے قانونی ضمانت ملتی ہے کہ وہ نقدی ادا کرے گا صرف اطلاع پر یا پھر مدت معینہ پر۔ زر اعتباری کی تیسری قسم چیک ہے جس کو درج ذیل عبارات سے با آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

---

(1) *Banking and finance* ،Shakil Faruqi, Glossary;,State bank of Pakistan,(Institute of Bankers Pakistan,Lahore School of Economics2011),111

(۱) القانون التجاری، الدکتور علی جمال الدین عوض، دار النهضه العربیه، س ۱۹۸۳ء، ص ۳۸۰، ۳۷۹

پاکستان میں بانڈز کی بیع:

پاکستان ایسا ملک ہے جہاں پر بانڈز کی خرید و فروخت کا سلسلہ عام ہے۔ حکومت سو، دو سو، سات سو پچاس، سات ہزار پانچ سو، پندرہ ہزار، پچیس اور چالیس ہزار کی قیمت کے پرائز بانڈ جاری کرتی ہے لیکن موجودہ حکومت نے چالیس ہزار والے بانڈ پر پابندی لگا دی ہے اور مقررہ تاریخ تک تبدیلی کا حکم دیا ہے۔ بانڈ خریدنے کے بعد خریدار کی اصل رقم محفوظ ہو جاتی ہے اور وہ اپنی رقم کو جب چاہے تبدیل کروا سکتا ہے۔ ہر تین ماہ کے بعد قرعہ اندازی کے ذریعے انعامات خریداروں میں تقسیم کرتی ہے۔

پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت:

پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت کے بارے مختلف علمائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جات ہے بعض علماء کرام نے اسکو سودی معاملہ قرار دے کر ناجائز قرار دیا ہے جبکہ بعض علماء کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ لہذا ان علماء کرام کی آراء کو پیش کیا جارہا ہے۔

علماء دیوبند اور پرائز بانڈ:

دیوبندی مکتبہ فکر کے علما کرام نے اسکو سودی معاملہ قرار دے کر کے ناجائز قرار دیا ہے لہذا انکے نزدیک انعام کے طور پر دی جانے والی رقم سودی معاملہ ہے لہذا یہ حرام اور ناجائز ہے کیوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسکا فیصلہ خود طے کر دیا ہے کہ سود حرام ہے اسی طرح اس میں قمار کا عنصر پایا جاتا ہے لہذا یہ ہر دو اطراف سے ناجائز ہے۔(۱)

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (۲)

اور اللہ نے بیع کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے سود دینے اور سودی دستاویزات لکھنے والے اور اسکے علاوہ سود کی گواہی دینے والے پر لعنت قرار دی ہے (۳)۔

لہذا ان وجوہات کی بنا پر علماء دیوبند نے اس کو سودی معاملہ دے کر ناجائز قرار دے دیا ہے۔

---

(۱) پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا سلیم اللہ، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی، س۲۰۰۷ء، ص۳۹

(۲) البقرۃ ۲/ ۲۷۵

(۳) صحیح المسلم، مسلم بن الحجاج، مترجم مولانا وحید الزماں، خالد احسان پبلشرز، لاہور، س ۲۰۰۴ء، ج ۲، ص ۲۱۶، کتاب المساقاۃ، باب لعن الآکل الربا و مؤکلہ، حدیث نمبر ۲۹۵۵،

پرائز بانڈ اور علماء اہل حدیث:

علماء اہل حدیث کے نزدیک پرائز بانڈ کا معاملہ نہ صرف سود بلکہ اس میں جوئے کا عنصر بھی نمایاں پایا جاتا ہے، انکے بقول سود اس لئے کہ حکومت وقت ایک متعین شرح کے حساب سے سود کی رقم کا حساب لگا کر اسے انعام کے طور پر تقسیم کر دیتی ہے اس طرح یہ بانڈ حکومت کے لئے سودی قرضہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے اسکے علاوہ چونکہ بانڈ ہولڈر کا اگر نمبر نکل آئے تو بغیر کسی فعال سرمایہ کاری کے نفع ملنے کی بناء پر اس میں جوئے کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ لہذا ان وجوہات کی بنا پر ان کے نزدیک پرائز بانڈ شرعا ناجائز اور حرام ہے۔[1]

پرائز بانڈ اور علماء اہل تشیع:

اگر کوئی شخص اس احتمال پر پرائز بانڈ خریدے کہ اسے اسکے بدلے میں انعامی رقم مل سکتی ہے تو یہ معاملہ مبنی علی سود اور اور جوئے کا مصداق ہے لہذا یہ ناجائز اور حرام ہے۔ اس قرض دینے میں شرط موجود ہو کہ کمپنی کا ایک ٹکٹ یا بانڈ خریدنے کی وجہ سے اگر قرعہ اندازی میں اسکا نام نکل آیا تو اسے انعامی رقم دی جائے گی تو یہ معاملہ سودی ہونے کی وجہ سے حرام کے زمرے میں آئے گا۔

لیکن اگر اسکو جعالہ قرار دیا جائے تو جائز ہو گا۔ جعالہ سے مراد یہ ہے کہ بانڈ کو ایک با قیمت اور مالیت سمجھا جائے اور ٹکٹ یا بانڈ جاری کرنے والا شخص یا ادارہ اس بات کا اقرار کرے کہ جو شخص اس کو خریدے گا تو قرعہ اندازی کے بعد جس کے نام کا قرعہ نکلے گا اسے انعام دیا جائے گا تو اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں۔[2]

بریلوی علماء اور پرائز بانڈ:

اس مکتبہ فکر کے مطابق انعامی بانڈز کی بیع و شراء بالکل جائز ہے اور حکومت کی طرف سے ان کو خریدنے کے بعد نام نکلنے پر جو انعامات جاری کیے جاتے ہیں وہ بھی جائز ہیں کیونکہ اس انعام پر ربا اور قمار بازی کی تعریفات صادق نہیں آتی، اس بارے میں علامہ مفتی محمد وقار الدین لکھتے ہیں کہ پچاس، سو یا پانچ سو روپے کا پرائز بانڈ خریدنا اور ان پر انعام حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ شریعت نے حرام مال کی کچھ صورتیں مقرر کی ہوئی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- کسی کا مال چوری، غصب، ڈکیتی یا رشوت کے زریعے لیا جائے۔
- جوئے میں مال حاصل کیا جائے۔

---

(۴) فتاوی اصحاب الحدیث، ابو محمد حافظ عبد الستار، مکتبہ ابن قیم سلطان کالونی میاں چنوں، جون ۲۰۰۷ء ج ۱، ص ۲۶۷

(۱) توضیح المسائل، حافظ بشیر حسین نجفی، ایلیا پرنٹرز لاہور، س ندارد، ص ۶۳۰

- معاملہ مبنی علی سود ہو۔
- اور یہ کہ بیع باطلہ کی شرائط پائی جاتی ہوں۔
- پرائز بانڈ میں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی موجود نہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ انعامی بانڈ میں اضافہ مشروط نہیں لہذا سود نہیں اور پیسے میں کمی نہیں ہوتی لہذا ہم جوا نہیں کہ سکتے ہاں البتہ دینے والا شخص، ادارہ یا ریاست جو کہ خاص طور پر ماں کا درجہ رکھتی ہے کچھ اضافی دے دے تو وہ جائز ہو گا اس لئے قرعہ اندازی کرنا بھی جائز ہے تو انعامی بانڈ کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[۱]

پرائز بانڈ کے مجوزہ دلائل کا جائزہ:

جن علماء کرام کے نزدیک پرائز بانڈ جائز ہے انکے نزدیک انعامی بانڈ میں اضافہ مشروط نہیں،لہذا یہ سود کے دائرے میں نہیں آتا جبکہ سود دینے والا ایک رقم دیتا ہے اور اس پر ایک رقم پہلے سے طے کر دیتا ہے جیسا کہ علامہ جصاصؒ نے دور جاہلیت میں رائج سود کی یہی صورت بیان کی ہے وہ بیان کرتے ہیں۔

> "والربا الذی کانت العرب تعرفه و تفعله انما کان قرض الدراهم والدنانير الي اجل بزيادة علي مقدار ما استقرض علي ما يتراضون به"[۲]
>
> اور ربا جو کہ عربوں کے ہاں معروف اور رائج تھا وہ یہ تھا کہ دراہم اور دنانیر مخصوص مدت کے لئے اس شرط پر قرض دیا کرتے تھے کہ وہ ان پر ایک متعین اضافہ وصول کریں گے"

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو چیز ادھار پر فرخت کرتا ہے پس جب واجب الاداء رقم کی مدت آجاتی اور خریدار قیمت کی ادائیگی نہ کر سکتا تو فروخت کنندہ چیز کی قیمت میں اضافہ کر کے مہلت بھی بڑھا دیتا ہے سود کی یہ صورت علامہ طبریؒ نے یوں نقل فرمائی ہے۔

> "ان ربا الجاهلية يبيع الرجل البيع الي اجل مسمى فاذا حل الاجل ولم يكن عنه صاحبه قضاء زاد و اخر عنه" [۳]

---

(۲) وقار الفتاویٰ، مفتی محمد وقار، بزم وقار الدین، کراچی، س ندارد، ج ا، ص ۲۲۹، ۲۲۷

(۱) احکام القرآن، ابو بکر احمد بن علی جصاص، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ۱۴۰۵ھ، ج ا، ص ۴۵۶

(۲) جامع البیان، محمد ابن جریر طبری، مؤسسہ الرسالہ بیروت، س ۱۴۲۰ھ، ج ۶، ص ۸

بے شک جاہلیت کا ربا یہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز دوسرے کو ادھار پر فروخت کرتا پس جب (واجب الاداء رقم کی) ادائیگی کی مدت آجاتی اور خریدار قیمت کی ادائیگی نہ کر سکتا تو فروخت کنندہ کی قیمت میں اضافہ کر دیتا اور ساتھ مہلت بڑھا دیتا۔

جہاں تک یہ کہنا ہے کہ اگر مقروض بغیر کچھ شرط لگائے قرض خواہ کچھ زیادہ دے تو جائز ہے لیکن دونوں میں اتفاق ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک معاملہ پرائز بانڈ کا ہے تو اس میں حکومت اس بات کا ارادہ ظاہر کر چکی ہوتی ہے لہذا یہ اور دوسرا فریق بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ اگر اسکا نام نکل آئے تو اسے انعام ملے گا ہاں اگر چہ نکلنے کا احتمال موجود ہے، لہذا ریاست چونکہ ماں کا درجہ رکھتی ہے اگر وہ کوئی اچھا کام کرنے پر کو انعام دیتی ہے تو اس کے جواز کا ہی خیال نکلتا ہے نہ کہ ناجائز کا۔

پرائز بانڈ کی اسکیم کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۶۹ء کو اس انعام کو سود قرار دیا ہے۔ وطن پاکستان کے سب سے بڑے ادارے نے ۱۹۸۴ء میں بھی اس فیصلے کا برقرار رکھا اور یہ سفارش کی کہ جلد از جلد اس سکیم کو ختم کیا جائے مگر آج تک اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا اگر اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ دیکھا جائے تو اس بات شک پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ انعام جائز نہیں ہے اور جس چیز میں شک پیدا ہو جائے اس سے دور رہنا بہتر ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

(دع مایریبک الي ما لا یریبک)[1]

ہر وہ چیز جو تردد میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور بغیر شک والی چیز اپنالو۔

جہاں تک میری رائے ہے تو میں اسکو جائز سمجھتا ہوں اسکی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

- پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ انعامی معاملہ ہے جسے حکومت وقت عطا کرتی ہے لہذا اس پر نہ تو سود کا حکم لاگو ہوتا ہے اور نہ ہی جوئے کا۔ لہذا یہ جائز ہے۔
- بعض علماء کرام کے نزدیک حکومت ہم سے قرض لے کر اسے سودی معاملات میں لگا کر منافع کماتی ہے اس وجہ سے ناجائز ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ملکیت بدلنے کے ساتھ مال کا حکم بدل جاتا ہے۔ اسکی واضح دلیل وہ روایت ہے کہ ایک بڑھیا کے پاس صدقے کا گوشت آیا تو اس نے وہ گوشت نبی ﷺ کو ہبہ کر دیا اور آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے تناول فرمالیا

---

(۱) صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم مولانا وحید الزماں، مکتبہ، دارالسلام، لاہور، ۱۴۲۸ھ، ج۳، ص ۲۵، باب تفسیر المشبھات، حدیث نمبر ۲۰۵۲

کہ صدقہ اسکے لئے تھامیرے لئے تو ہبہ ہے۔بالکل اسی طرح اگر حکومت اس مال کو سودی کاروبار میں بھی لگاتی ہے تو سود کا حکم حکومت کے لئے آئے گا جبکہ ہمیں تو انعام کے طور پر دیا جاتا ہے۔

- اور اگر تیسری بات یہ کہ اگر اس کو مضاربہ کی صورت بھی قرار دیا جائے جس میں ایک شخص کا مال جبکہ دوسرا فریق کاروبار کرتا ہے تو اس طرح بھی جائز ہو گا اب رہی بات کہہ کاروبار تو نفع نقصان دونوں کی بناپر ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ نقصان کا بس احتمال ہوتا ہے اور کاروبار جتنی اچھی کمپنی کے ساتھ مل کر کرتے ہیں اتنا نقصان کا اندیشہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔جبکہ حکومت تو ایک مکمل تنظیم کے ساتھ کام کرتی ہے لہذا نقصان ہونے کا احتمال اور بھی کم ہو جاتا ہے لہذا یہ انعام جائز ہو گا۔
- دنیا کے کسی بھی کونے میں کوئی بھی حکومت ہو وہ عوام کی بھلائی کے لئے بنائی جاتی ہے نہ کہ نقصان کے لیئے لہذا اس لحاظ سے بھی یہ جائز ہو گا۔واللہ اعلم۔

چیک:

چیک بنیادی طور پر انگریزی کا لفظ ہے جو اردو میں بھی اسی طرح مستعمل ہے عربی میں اس کے لئے لفظ الشیک استعمال کیا جاتا ہے۔یہ بنیادی طور پر ایک معروف تجارتی نوٹ کے طور پر بینکوں کے لین دین میں استعمال ہوتا ہے، عربی میں صک بمعنی کتاب جو کہ فارسی معرب ہے اور اس کی اصل جک ہے اور اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ سب سے پہلے عربوں نے صکوک استعمال کیے اور پھر یہ مختلف ملکوں اور قوموں میں رائج ہو گئے۔(۱)

"Cheque written order directing a bank to pay money to the person named on it" (2)

ایک لکھا ہوا حکم نامہ جو بینک کو رقم ادا کرنے کا پابند کرتا ہے جس شخص کا اس پر نام لکھا ہو۔

چیک کی ایک تعریف آگرہ وال نے کچھ یوں کی ہے۔

"A cheque is an instrument containing an unconditional order,signed by the depositor ,directing his banker to pay on demand a definite sum of money to himself or to the person named therein or the bearer of the cheque"(3)

چیک ایک ایسا آلہ ہے جو غیر مشروط حکم پر مشتمل ہو، اور اس پر ڈپازٹر کے دستخط ہوں، جس میں وہ اپنے بنکر کو

---

(۱) ابن منظور محمد بن مکرم لسان العرب، الافریقی، مادہ صکک، دار صادر، بیروت، س ندارد، ج۴، ص۱۵۶۹

(2) *The fact on file student dictionary of American English* , A Ban hart(USA 2005),12

(3) *Introduction to Economic Principle*, Dr.A.N.Agrawal, 224

ہدایت دیتا ہے کہ مطالبے پر ایک خاص رقم اس کو، یا جس کا اس میں نام ہو، یا حامل ہو ادا کرے"۔
ڈاکٹر محمد عثمان شبیر "چیک" کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"الشیک ماخوذ من الصک وھو وثیقة بمال او نحوہ والشیک محرر یتضمن امرا مکتوبا یطلب بہ الساحب من المسحوب علیہ (المصرف) ان یدفع بمجرد الاطلاع علیہ مبلغا معینا من النقود لشخص معین او لاذنہ او لحاملہ"۔ [1]

"چیک صک سے لیا گیا ہے، صک مال وغیرہ کے وثیقے کو کہتے ہیں، اور چیک ایک مکتوب ہے جس میں ایسا حکم لکھا ہوا ہوتا ہے جس سے لکھنے والا بنک سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس پر مطلع ہونے کے بعد ایک خاص مقدار رقم کی کسی خاص شخص یا اس کے اذن سے یا حامل کو ادا کرے"۔

چیک کی تعریف کرتے ہوئے سمیحۃ قلیوبی اپنی کتاب میں اس طرح کرتی ہیں۔

"الشیک صک محرروفقا لاوضاع معینة یتضمن امرا غیر معلق علي شرط من ساحب الي المسحوب بوفاء مبلغ معین من النقود الي مستفید بمجرد الاطلاع"۔ [2]

چیک ایک خاص لکھا ہوا معاہدہ ہے جو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ساحب، مسحوب علیہ کو معین نقدی ادا کرے گا کسی خاص شخص کے حکم پر یا اطلاع دینے پر۔

۳۔ چیک کے مفہوم کو مزید آسانی سے سمجھنے اور اس کی اہمیت واضح کرنے کے لئے ایک اور تعرف کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے تاکہ اسکی وضاحت آسانی سے ہو سکے۔

"یہ کھاتہ دار کی طرف سے بینک کے نام ایک غیر مشروط حکم نامہ ہے جس میں وہ بینک کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ چیک پر درج شدہ رقم اس یا کسی مخصوص شخص یا حامل چیک کو ادا کرے دوسرے لفظوں میں چیک ایک ایسی دستاویز ہے جو بینک سے رقم نکلوانے کے لئے استعمال ہوتی ہے"۔ [3]

مندرجہ بالا تمام تعریفات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ چیک ایک ایسا مکتوب ہے جو غیر مشروط امر پر مشتمل ہوتا ہے جس ساحب یعنی کہ رقم جمع کروانے والے کے دستخط ہوتے ہیں جس کے ذریعے وہ کسی بھی بینک کو ہدایت یا مطالبہ کرتا ہے کہ خاص رقم اس کو یا اس

---

(۱) المعاملہ المالیہ العصریہ فی الفقہ الاسلامی، محمد عثمان شبیر، ، اردن، دارالنفائس، س۱۴۱۹ھ ص ۱۲۲

(۲) النقود والمصارف فی النظام الاسلامی، الدکتور عوف محمود الکفراوی، مرکز اسکندریہ، الکتاب، س۲۰۰۱ء، ص ۲۵۰

(۳) اصول بنکاری، شہزاد احتشام، قاضی، عظیم اکیڈمی، لاہور، ص ۲۷۲

کے کسی اور شخص یا ادارے کو ادا کرے جس کے لئے وہ چیک جاری کیا گیا ہے۔ جس طرح بینک موجودہ دور کی معیشت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اسی طرح نظام بینکاری میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ چیک دراصل ایک وعدہ ہوتا ہے جو ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کرتا ہے کہ وہ اس کے پیسے جو کہ کسی چیز کے عوض یا کسی اُدھار کی رقم واپس کرنے کے لیے ہوتے ہیں، یہ چیک بینک میں دکھا کر لے سکتا ہے۔ اگر اس شخص کے بینک یا اکاؤنٹ میں پیسے موجود نہیں ہوں تو یہ وعدے کی خلاف ورزی کہلائے گی اور لوگوں کا اس شخص پر سے اعتبار اُٹھ جائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اگر کسی سے وعدہ کرو تو اُسے ضرور پورا کیا کرو کہ اس سے آپ کے کردار کی عکاسی ہوتی ہے۔

چیک کا تاریخی پس منظر:

چیک کا دراصل استعمال بینکوں کی ابتداء کے ساتھ ہو گیا تھا۔ عام طور پر بینکوں نے اپنے ذمہ واجب نقدی کی یا حوالہ کی رصیدیں دینی شروع کی جو کہ بارہویں صدی عیسوی کو بندقیۃ شہر سے شروع ہوئی جو کہ تجارتی چیک کی مشابہت رکھتی تھیں اور پھر یورپ کی طرف منتقل ہو گئی۔ ۱۸۳۸ م چیک کے استعمال کے قوائد وضوابط مرتب کئے گئے۔ اور پھر بیسویں صدی میں ۱۹۳۱ء چیک سے متعلق قوانین مرتب ہوئے۔ اور پھر یہ قانون تمام بڑے عرب ممالک کے لئے مراجع کا درجہ بن گیا۔ جبکہ دوسری طرف چیک کے اصول قدیم زمانے سے ہی معروف تھے۔ بعض محققین نے اسے عہد حمورابی اور کچھ کے نزدیک رومان سے جاملتا ہے۔ کچھ کے نزدیک یہ چین اور فارس یعنی ایران کی طرف ہے جبکہ اسکی کوئی معین تاریخ نظر نہیں آتی ہے [۱]

اور نہ ہی کوئی خاص قوم، وہ عوامل جنہوں نے اس کا استعمال جاری کیا وہ لوگوں کی تجارتی لین دین اور تجارت کرنے والوں کو تجار کہا جاتا ہے۔ [۲] جہاں تک لفظ صک کا معاملہ تو ایسی کتاب جو کوئی عہد وپیمان لکھنے کے لئے استعمال کی جاتی ہو موسوعۃ الفقھیۃ نے اس کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔ کہ جس میں بیع، رھن اور اقرار وغیرہ کے بارے میں لکھا جائے۔ [۳]

مسلمان صحابہ کرام کے زمانہ سے ہی صکوک کا استعمال کر رہے ہیں لیکن عربوں نے سب سے پہلے اسکا استعمال کیا ہے۔ [۴]

---

(۱) احکام الاوراق التجاریہ، الخثلان، ص ۲۲

(۲) الوسیط فی الحقوق التجاریہ البریہ، رزق اللہ انطاکی، مطبعہ التعاونیہ، س ۱۳۸۴ھ، ص ۵۰۰

(۳) الموسوعہ الفقھیہ وزارۃ الاوقاف الکویتیہ، دارالصفوۃ مصر، س ۱۴۱۰ھ، ج ۲۴، ص ۱۹۲

(۴) احکام الاوراق التجاریہ، الخثلان، ص ۲۵

چیک کی اقسام :

چیک کی تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱اوپن چیک(Open Cheque)

اُوپن چیک کو کیش چیک (Cash Cheque) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ چیک کی سب سے غیر محفوظ قسم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں کوئی بھی شخص بآسانی بینک سے رقم نکلوا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص سے یہ چیک گم ہو جائے تو یہ اُس شخص کے حق میں بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی فرد اُس چیک کے ذریعے پیسے نکلوا سکتا ہے۔[۱]

۲بیرر چیک(Bearer Cheque)

بیرر چیک اوپن چیک کی بہ نسبت زیادہ محفوظ ہوتا ہے، کیونکہ جس شخص کو یہ چیک دیا جاتا ہے، اُس پر اُس شخص کا نام موجود ہوتا ہے مگر اس میں یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ اگر یہ چیک کسی ہم نام شخص کو مل جائے تو وہ اُسے کیش کروا سکتا ہے۔[۲]

۳کراس چیک(Cheque Cross)

کراس چیک ان تمام اقسام میں سب سے زیادہ محفوظ چیک ہے۔ اس میں چیک کی بائیں طرف اُوپر کی جانب دو لکیر لگا دیں تو یہ چیک بینک سے کسی بھی صورت میں کیش نہیں ہو سکتا۔ یہ چیک صرف اور صرف آپ کے اپنے اکاؤنٹ میں جمع ہو سکتا ہے۔

آج کل دنیا جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے، اُس میں ایک اور طریقے کا اضافہ ہو گیا ہے اور وہ آن لائن پیسوں کی منتقلی(Online Money Transfer) ہے۔ اس سے آپ گھر بیٹھے بغیر کسی پریشانی کے، کسی کے بھی اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر کروا سکتے ہیں۔ آج کل یہ طریقہ لوگوں میں بہت مقبول ہوتا جا رہا ہے۔[۳]

چیک باؤنس یا ریٹرن(Bounce or Return Cheque)

چیک باؤنس یا ریٹرن یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کے عوض دوسرے شخص کو چیک دیا اور کہا بینک میں جا کر اپنے پیسے نکلوا لے، مگر وہاں جا کر اسے پتا چلے یہ پیسے اسے نہیں مل سکتے کیونکہ چیک دینے والے کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم موجود نہیں ہے، تو ایسی صورت میں یہ چیک باؤنس یا ریٹرن(Return Cheque Bounce or)ہو جاتا ہے۔ یہ فعل لوگوں کی تکلیف کا باعث بنتا ہے،

---

(۱)اصول بنکاری، شہزاد احتشام، قاضی، عظیم اکیڈمی، لاہور، ص ۲۷۲، نیز دیکھیے، الاوراق التجاریہ، سمیحہ القلیوبی، ۴۵۶،

(۲)اصول بنکاری، شہزاد احتشام، قاضی، ص ۲۷۵،

(۳)اصول بنکاری، ص ۲۷۲، النظام القانونی لیشک، کریم، زہیر عباس، ناشر، مکتبہ الترابیہ بیروت، س ۱۹۹۷ء ص ۳۶۴

اس لیے قانون نے بھی اس فعل کی تردید کی ہے اور اس پر کچھ سزا تجویز کی ہے۔(۱)

چیک باؤنس یا ریٹرن کی سزا:

آج کل کے حالات کے مطابق چیک لینا یا دینا ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔ مگر سب سے بڑا خطرہ یہ لاحق ہوتا ہے کہ یہ چیک باؤنس یا ریٹرن تو نہیں ہو جائے گا۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ قانون نے اُس شخص کو کیا فائدہ دیا ہے جو چیک لیتا ہے اور اُس شخص کی کیا سزا تجویز کی ہے جس نے چیک دیا ہے اور اُس کا چیک باؤنس یا ریٹرن ہو گیا ہے۔ پاکستان پینل کوڈ (Pakistan Panel Code) کی دفعہ ۴۸۹-F کے تحت اگر کسی شخص نے کاروباری اُدھار یا ذاتی قرضہ ادا کرنے کے لیے یا کسی چیز کی خریداری کی قیمت کی ادائیگی کے سلسلے میں یا کسی سروس کی فیس کی ادائیگی کے سلسلے میں چیک جاری کیا ہے اور اگر وہ چیک ریٹرن یا باؤنس ہو گیا تو وہ شخص جس نے چیک جاری کیا ہے اُس کی FIR کٹ سکتی ہے اور پاکستان پینل کوڈ (Pakistna Panel Code) کے تحت اس شخص کے خلاف کریمنل (Criminal) مقدمہ چل سکتا ہے اور اُس شخص کی گرفتاری بھی ہو سکتی ہے یا اُس پر جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے یا پھر اسے یہ دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں۔(۲)

کریمنل کیس کے ساتھ ساتھ متاثرہ شخص (Aggreived Person) باؤنس چیک میں درج شدہ رقم کی وصولی کے لیے سمری سوٹ (Summary Suit) سول کورٹ (Civil Court) میں اپنی رقم کی وصولی کے لیے مقدمہ بھی کر سکتا ہے جو کہ سول کورٹ (Civil Court) مختصر وقت میں فائنل کر دیتا ہے۔

چیک اور حوالہ:

کاروبار میں چیک کا استعمال عام ہے۔ ہم چیک لکھ کر دے دیتے ہیں۔ اس چیک کی حقیقت حوالہ ہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس بینک کے ساتھ میرا اکاؤنٹ ہے، اس بینک کے ذمہ میرے پیسے قرض ہیں۔ یہ قرض میرے مطالبے پر بینک ادا کرے گا۔ میں کسی کے نام چیک لکھ کر بینک سے حوالہ کا معاملہ کرتا ہوں کہ یہ قرض تم بجائے مجھے اس چیک ہولڈر کو دے دو۔ اکاؤنٹ

---

(۱) احکام الاوراق التجاریہ، الخلان، ص ۲۵

(۲) النظام القانونی لیشک، کریم، زہیر عباس، مکتبہ التربیہ بیروت س، ۱۹۹۷ء ص ۳۶۶

(۲) احکام الاوراق التجاریہ، الخلان، ص ۲۵

کھلوانے کے ساتھ ہی بینک اس بات پر راضی ہو جاتا ہے اور میرا چیک وصول کرنے کے ساتھ ہی میرا قرض خواہ بھی اس پر راضی ہو جاتا ہے۔اس طرح ایک حوالہ کا معاملہ طے پاجاتا ہے۔ (۱)

زر اعتباری کی چوتھی قسم پرامیسری نوٹ ہے جس کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

پرامیسری نوٹ:

۴۔پرامیسری نوٹ کی تعریف اصول بنکاری کے حوالہ سے کچھ یوں بیان کی جاتی ہے۔

"جس میں مقروض اپنے قرض خواہ یا خریدار اپنے فروخت کار کو ایک مقررہ رقم عند الطلب یا ایک خاص عرصے کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے"۔ (۲)

پرامیسری نوٹ کی ایک تعریف صاحب "زر و بنکاری" نے کچھ یوں کی ہے۔

"An unconditional promise in writing made by one person to another signed by the maker engaging to pay on demand or at a fixed or determinable future time,a sum certain in money to or to the order of a specified person ,or to bearer(3) "

اقرار نامہ ایک شخص کا اپنے دستخط کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے نام ایک غیر مشروط تحریری وعدہ ہوتا ہے، جس میں اقرار نامہ تیار کرنے والا یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس میں تحریری کردہ رقم کو جب وہ طلب کی جائے یا مستقبل کی کسی مقررہ قابل تعین مدت پر اسے یا اس کے مطابق کسی دوسرے شخص کو یا اس کے اقرار نامے کے حامل یا قابض شخص کو ادا کرے گا۔

دراصل پرامیسری نوٹ ایک رسمی طور پر دو فریقین کے درمیان لکھا اور دستخط کیا جاتا ہے ایک خاص رقم جو غیر مشروط طور پر ادا کی جائے گی ایک شخص کی طرف سے دوسرے شخص کو۔پرامیسری نوٹ عام طور پر یاددہانی کے طور پر استعمال ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں یہ ایک معاہدہ ہو سکتا ہے جو ایک بائع اور مشتری ادھار خرید و فروخت کے دوران غیر مشروط طور پر لکھتے ہیں۔

زر اعتباری کی پانچویں قسم بنک ڈرافٹ ہے جس کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

---

(۱)احکام الاوراق التجاریہ، الخثلان، ص ۲۵

(۲)اصول بنکاری، قاضی شہزاد احتشام، ص ۳۳۹

(3) *Banking and finance* ،Shakil Faruqi, Glossary,State bank of Pakistan,(Institute of Bankers Pakistan,Lahore School of Economics,2011), 215

بینک ڈرافٹ:

۵۔ڈرافٹ کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

"یہ ایک بل ہے جو طلب کرنے پر واجب الادا ہوتا ہے، جو بالعموم ایک بنک سے دوسرے بنک کو یا ایک شاخ سے دوسری شاخ کو واجب الاداء ہوتی ہے، یہ رقوم منتقل کرنے کا ایک مقبول عام طریقہ ہے"۔[1]

بنک ڈرافٹ کی تعریف وضاحت کے ساتھ "ڈاکٹر اسرار حسن" اپنی کتاب میں پیش کرتے ہیں۔

"Where any draft,that is, an order to pay money,drawn by one office of a bank upon another office of the same bank for a sum of money payable to order on demand,purports to be issued by or on behalf of the payee,the bank is discharge by payment in due course".[2]

ایسا بنک ڈرافٹ جو کہ ایک بنک کا آفس دوسرے آفس کو پیسوں کا مطالبہ کرنے کے لئے بھیجے، اس صورت حال میں بنک دیئے گئے دورانیے میں پہلے کے مطالبے کو پورا کرنے پر اپنی ذمہ داری سے آزاد ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بینک ڈرافٹ عام طور پر مختلف بینک آپس میں رقوم کا لین دین اور انتقال کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اس ک علاوہ کچھ سرکاری محکمے بھی اپنی رقوم لینے کے لئے بینک ڈرافٹ وغیرہ کا ہی سہارا لیتے ہیں یا پھر ایک ہی بینک کی مختلف شاخیں اپنے مالی لین دین کے مطالبے کو مکمل کرنے کے لئے بینک ڈرافٹ کا استعمال کرتی ہیں۔

بینک ڈرافٹ اور حوالہ:

عموماً رقوم کی یقینی منتقلی کے لیے یہ دو دستاویزات بھی بنوائی جارہی ہوتی ہیں۔ ان کے بنوانے کے لیے بینک رقم وصول کر لیتا ہے اور اس کی ادائیگی بجائے آپ کے اس شخص کو کرتا ہے، جس کے نام پر یہ بینک ڈرافٹ یا پے آرڈر بنوایا جاتا ہے۔ اس کو اس طرح سمجھیں جیسے آپ کو کسی کمپنی سے کام کرنے کی آفر ہے لیکن کچھ رقم وہ آپ کی ضمانت کے طور پر وصول کرنا چاہتی ہے۔ کمپنی لاہور میں ہے اور آپ کراچی میں ہیں۔ آپ اپنے بینک سے اتنی رقم کا ڈرافٹ یا پے آرڈر بنواتے ہیں۔ یہ رقم آپ کے بینک نے قرض کے طور پر وصول کی اور آگے اپنی برانچ یا کسی دوسرے بینک جو اس علاقے میں موجود ہے، اس کی طرف یہ قرضہ منتقل کر دیا کہ وہ یہ قرضہ اس علاقہ میں ادا کرے گا۔ اس صورت میں بھی ڈرافٹ یا پے آرڈر بنانے والا بینک قرض کو دوسرے بینک یا برانچ کی طرف منتقل کر دیتا ہے جو حوالہ ہی کی ایک صورت ہے۔

---

(۱)تعارف زرو بنکاری، ص۲۵۶

(2) *Practice and Law of Banking*,D r Asrar Hassan, 236

حاصل بحث:

زر انسان کی زندگی میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے جس کے بغیر انسانی زندگی کا وجود ممکن نہیں ہے۔ انسانی زندگی باہمی تعاون اور لین دین کا نتیجہ ہوتی ہے جو کہ زر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ زر کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور اور ہر تہذیب میں زر مستعمل رہا ہے چاہے اس کا نام کچھ بھی رکھا گیا ہو۔ زر کے مختلف مترادفات اور مفاہیم اس کی وسعت استعمال کے بارے میں مطلع کر رہے ہیں۔

زر کے متعلق مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ زر حقیقی ہو یا اعتباری وہ زر کہلانے کا حق دار ہوتا ہی اس وقت ہے جب اس میں تین خصوصیات پائی جائیں مثال کے طور پر زر کے لئے آلہ تبادلہ کے طور پر استعمال ہونا لازمی امر ہے اس کے علاوہ قیمت پرکھنے کا معیار بھی ہونا چاہیے اور مالیاتی حیثیت کی حفاظت کرنے والا بھی ہو۔

زر کی مندرجہ بالا بحث سے زر کی اہمیت کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ لوگوں کے مابین لین دین کا مکمل طور پر انحصار وہ زر پر ہوتا ہے اس لئے کسی بھی معاشی نظام میں زر بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کے متعلقات پر بھی روشنی کھل کے ڈالی گئی ہے۔ اسلام میں قرون اولی میں سونا اور چاندی زر کے طور پر استعمال ہوتے تھے جس کی جگہ موجودہ دور میں کاغذی کرنسی نے لے لی ہے جس کو کوئی بھی حکومتی ادارہ ضمانت کے طور پر جاری کرتا ہے۔

فصل دوم:

زر اعتباری کا ارتقاء

فصل دوم: زر اعتباری کا ارتقاء

زر اعتباری کے ارتقاء کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زر کے ارتقائی مراحل کو بیان کیا جائے تاکہ زر اعتباری کے ارتقاء کو سمجھنے میں آسانی ہو، ذیل میں زر کے ارتقائی مراحل کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ زر کے ارتقائی مراحل کے حوالہ سے اہل فکر و نظر نے کافی خامہ فرسائی کی ہے جن میں قابل ذکر زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے مولانا عصمت اللہ، اسلام اور جدید معیشت و تجارت مفتی تقی عثمانی اور کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت ڈاکٹر نور احمد شاھتاز کی قابل ذکر ہیں زر کے درج ذیل تین ادوار ہیں جن سے گزر کر آج مروجہ شکل میں ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ ادوار درج ذیل ہیں: [۱]

پہلا دور بارٹر سسٹم:

اس کو عربی میں مقایضہ بھی کہا جاتا ہے مقایضہ اشیاء کے تبادلے کا نام ہے جب انسان نے تہذیب کی دنیا میں قدم رکھا اگرچہ خواہشات محدود تھیں لیکن اس کو لین دین کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے لین دین کے لیے پہلے پہل اشیاء کے تبادلے کو استعمال کیا جسے بارٹر سسٹم کہا جاتا ہے یعنی اشیاء کا تبادلہ اشیاء کے ساتھ۔ تمام مورخین اور فقہاء نے اسے مقایضہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ شروع ایام میں جب انسان نے اتنی ترقی نہیں کی تھی تو اشیاء کو اشیاء کے بدلے خرید بھی لیتا اور فروخت بھی کر دیتا مثال کے طور پر اگر کسی کے پاس گندم ہوتی اور اسے کپڑا چاہیے ہوتا تو، تو وہ کپڑے کی خریداری گندم دے کر کیا کرتا تھا۔ مگر جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس طرح لین دین آسان نہیں ہے۔ اس لیے اس نے تبادلے کو آسان بنانے کے لئے سوچنا شروع کیا۔ [۲]

اس کے بارے میں صاحب نقود والبنوک اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ

وقد تقي المقايضة باحتياجات لمجتمعات الفطرية [۳]

اور کافی حد تک بارٹر سسٹم نے لوگوں کی اہم حوائج فطریۃ کو پورا کیا" مطلب یہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے استعمال ہوتا رہا لیکن جیسے ہی ضروریات اور تقاضے بدلے تو اس نظام میں پیچیدگیاں 'آگئی انہی مشکلات بارے میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اس امر کی مزید وضاحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۴۷

(۲) الورق النقدی، تاریخہ حقیقتہ قیمتہ حکمہ، عبداللہ بن سلیمان بن منیع، ناشر، مطبع الفرزدق التجاریہ ریاض، س ء، ۱۹۸۴ ص ۱۹

(۳) مقدمہ فی النقود والبنوک، ص ۱۴، ۱۶

"كان الناس في المجتمعات البدائية يتبادلون السلع و الخدمات عن طريق المقائضة وهي مبادلة السلعة بالسلعة كمبادلة القمح بالشعير" (۱)

لوگ اپنے ابتدائی معاشرے میں سامان اور خدمات کے حصول کے لئے مقائضہ کا طریقہ استعمال کرتے تھے اور مقائضہ سامان کے بدلے سامان کی بیع کو کہا جاتا ہے

اس سسٹم کے بارے میں مفتی تقی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ سسٹم سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں بہت زیادہ دشواری کے ساتھ طلب اور رسد کا نظام بھی کمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سسٹم کو بعض لوگوں نے سامانی نوٹ کا سسٹم بھی قرار دیا ہے اگر مندرجہ بالا تمام بحث کو چند جملوں میں بیان کیا جائے تو ہم کہ سکتے ہیں کہ اگرچہ بارٹر سسٹم نے انسان کے معاشی معاملات کو نبٹانے میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن اپنی پیچیدگیوں اور مشکلات کی وجہ اور انسان کی بڑھتی ہوئی تجارتی اور معاشی ضروریات کو پورا نہ کرسکنے کی وجوہات ہی کسی نئے لین دین کے نظام کا پیش خیمہ بنا جو بعد ازاں زر بضاعتی کی شکل میں سامنے آیا۔ (۲)

دوسرا دور زر بضاعتی نظام :

پہلا دور بارٹر سسٹم تھا لیکن اس کے بعد انسان نے جوں جوں ترقی کی وہ زر کی نئی نئی اقسام متعارف کرواتا چلا گیا بارٹر سسٹم کے بعد ایک اور نظام رائج ہوا جس کو "زر بضاعتی کا نظام" کہا جاتا ہے اس نظام میں لوگوں نے مخصوص اشیاء کو بطور ثمن کے تبادلے کا ذریعہ بنایا، اور عام طور پر ایسی اشیاء کو تبادلے کا ذریعہ بناتے جو کثیر الاستعمال ہوتی تھی، مثلا کبھی اناج اور گندم کو ذریعہ تبادلہ بنایا اس کو کموڈٹی منی سسٹم بھی کہا جاتا ہے اور کبھی نمک اور چمڑے کو اور کبھی لوہے وغیرہ کو تبادلے کا ذریعہ بنایا۔ بعض فقیہ حضرات نے اسے سامانی نوٹ کے سسٹم کا نام بھی دیا ہے۔ (۳)

اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں کہ بارٹر سسٹم کی دشواریوں سے بچنے کے لئے لوگوں نے مشہور اشیاکے زریعے تبادلے کا نظام شروع کیا مثال کے طور پر حیوانات دودھ اور جزیرہ عرب میں اونٹ وغیرہ۔ (4) ا

---

(۱) المعاملات المالیہ، وھبہ الزحیلی، ناشر دار الفکر المعاصر بیروت لبنان، ص ۱۵

(۲) اسلام اور جدید معیشت، ص ۹۳،

(۳) کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء شرعی حیثیت، نور احمد شاھتاز، فضلی سنز، اردو بازار، لاہور، ص ۱۰

(۴) المعاملات المالیہ، وھبہ الزحیلی، ص ۱۶

اسی زر بضاعتی کے نظام پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے علامہ عوف محمود لکھتے ہیں کہ اشیائی نقود کے اس طریقے نے کام کاج کے الگ الگ طریقوں کی وجہ سے کافی حد تک مشکلات سامنے آئی، ساحل سمندر پر رہنے والے مچھلی، صحرائی کھال اور حیوانات وغیرہ کو بطور نقود رائج کرتے دور جدید میں المانیا نے دوسری جنگ عظیم کے بعد نکوٹین کو بطور کرنسی رائج کیا تھا۔[۱]

اسی طرح مفتی تقی عثمانی صاحب نے زر بضاعتی کے بارے میں کہا ہے کہ بارٹر سسٹم کی ناکامی کے بعض اہم اشیاء کو مثلاً گندم جو اور چمڑا وغیرہ کو زر کا رتبہ دیا گیا تا کہ مشکلات سے بچا جاسکے۔[۲]

مندرجہ بالا بحث کا تجزیہ کی جائے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ زر بضاعتی کا نظام بارٹر سسٹم کی مشکلات کے حل کے طور پر استعمال کیا گیا لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا۔اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر عبد العزیز ھیکل صاحب لکھتے ہیں کہ زر بضاعتی کا سسٹم بھی بارٹر سسٹم کی مشکلات کو خاطر خواہ کم نہ کر سکا۔ کیوں کہ ہر علاقے کے لوگ اپنی علیحدہ کرنسی رکھتے تھے نتیجہ کے طور پر ایک کی کرنسی دوسرے علاقے میں رہنے والوں کے لئے بے سود اور غیر مفید تھی۔ بالآخر ان تمام مسائل اور پیچیدگیوں سے چھٹکارا پانے کے لئے سونے اور چاندی کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

ان تمام حوالہ جات کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ زر معدنی ارتقاء کی منازل طے کرنے کے بعد سامنے آئی تا کہ تمام لوگ آسانی سے لین دین کے معاملات حل کر سکیں۔

تیسرا دور نظام زر معدنی:

زر بضاعتی کے نظام کے بعد تیسرا دور زر معدنی قرار دیا جاتا ہے چونکہ زر بضاعتی میں عام طور پر اناج گندم وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا آسان نہیں تھالھذا ان اشیاء کو تبادلے میں استعمال کرنے میں نقل وحمل کی بہت سی مشکلات پیش آتی تھیں، اس لئے لوگ اس طریقے سے اکتا گئے اور جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی اور لوگوں کی ضروریات کے پیش نظر چیزوں کا تبادلہ بھی پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہونے لگا تو لوگوں نے سوچا کہ تبادلے کا جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے اس میں بہت سی مشکلات ہیں۔ لہذا تبادلے کا کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہیے

(۱) النقود والمصارف فی النظام الاسلامی، عوف محمود کفراوی، علامہ، دار الجامعات المصریہ، س ۱۴۰۷ھ ص ۳۰

(۲) اسلام اور جدید معیشت، ص ۹۶

جس میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے کم سے کم وقت خرچ ہو اور لوگوں کا اعتماد بھی ہو لہذا لوگوں نے سونا اور چاندی کو آلہ تبادلہ کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ (۱)

سونا اپنی چمک دمک اور پائیداری کے باوجود دنیا میں محدود مقدار میں ہے۔ اس لئے اسے رفتہ رفتہ زر کی حیثیت حاصل ہو گئی اور جلد ہی اس کے سکے وجود میں آگئے اور اس نے زر مستحکم کی حیثیت حاصل کر لی اور یہ ہر طرح کے لین دین میں مستحکم طور پر تسلیم کیا جانے لگا۔ اس سے نہ صرف لین دین آسان ہو گیا، بلکہ کاروبار میں تیزی آگئی۔ (۲)

پھر اس تیسرے نظام پر بہت سے ادوار گزرے جن کے مختلف پہلوؤں پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے ایک عرصہ تک سونا اور چاندی کو انسان کے تبادلہ اشیاء میں ثمن کے طور پر استعمال کیا ہے۔ انسان نے تبادلے کے لیے مختلف اشیاء کو استعمال کیا اور صدیوں کے تجربات کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے لئے سونا سب سے بہتر ہے۔

چوتھا دور مہاجنوں، ساہو کاروں اور سناروں کا دور:

چوتھے دور کو مہاجنوں اور ساہوں کاروں کا دور اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ جب سونے اور چاندی کو زر کی حیثیت حاصل ہوئی تو لوگوں نے اپنے زر کو لوٹ لئے جانے کے ڈر سے مہاجنوں اور ساہوں کاروں کے پاس امانت کے طور پر رکھنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں ساہو کاروں نے آہستہ آہستہ اپنی طرف سے اس سونے کے عوض مختلف رسیدیں جاری کرنا شروع کر دیں اور یہ بینکاری کی ابتدائی شکل تھی۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ بینک زر اعتباری جاری کرتے ہیں لہذا ساہو کاروں اور سناروں کی رسیدیں زر اعتباری کی ابتدائی شکل کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ لوگ ان پر اعتماد کر کے اپنی خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات طے کرتے تھے۔ (۳)

لیکن اشیاء تعیش کی خریداری کی وجہ سے سونے کی کثیر مقدار اس خطے سے نکل کر تجارت پیشہ لوگوں کے پاس چلی جاتی تھی۔ مگر چونکہ عام لوگوں کے پاس سونے کی محدود مقدار رہ جاتی تھی۔ اس لئے وہ صرف اشیاء ضرورت ہی خرید پاتے تھے۔ اس کے نتیجے میں تجارت اور دوسرے پیشوں کو زوال آ جاتا تھا اور اس لئے دنیا صدیوں کے سفر میں بنیادی طور پر زر کی کمی کا شکار رہی۔ (۴)

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۴۷، نیز دیکھیے کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء شرعی حیثیت ص ۱۰

(۲) الورق النقدی، تاریخہ حقیقتہ قیمۃ حکمہ، ص ۱۹

(۳) معاشیات، عبد الحمید اٹھور، ص ۵۶۵، نیز دیکھیے زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، مولانا عصمت اللہ، ص ۴۷، مزید کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء شرعی حیثیت ص ۱۱، ۱۲

(۴) معاشیات، عبد الحمید اٹھور، ص ۵۶۵

چونکہ سونا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے بعد مہاجنوں اور ساہوکاروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے ہاتھ چلا جاتا تھا لہذا دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہو جاتی تھی اور باقی تمام پیشوں کو زوال آجاتا تھا اس وجہ سے لوگ زر کے لئے کوئی ایسی چیز منتخب کرنا چاہتے تھے جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے منتقل کیا جا سکے اور وہ وافر مقدار میں موجود ہوں لہذا زر کا ارتقائی سفر آگے ہی آگے چلتا رہا۔

پانچواں دور کاغذی زر کا دور:

کاغذی زر شروع شروع میں مختلف ساہوکاروں نے جاری کئے تھے۔ یہ دراصل اس سونے کی رسیدیں تھیں جو ان کے پاس بطور امانت رکھوایا جاتا تھا اور اس نے بڑی مقبولیت حاصل کر لی، کیوں کہ یہ استعمال میں آسان اور محفوظ تھیں۔ ان سے لین دین میں بڑی سہولت حاصل ہو گئی اور تجارتی سرگرمیاں بھی بڑھ گئیں۔ لہذا ان کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے بینک آف انگلینڈ نے انہیں جاری کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ ابتدا میں کرنسی نوٹ بھی سونے کے بدلے جاری ہوئے تھے اور بینک آف انگلینڈ ان کے بدلے حامل ہذا کو سونے کی درج شدہ مقدار سکے یا سکوں کی صورت میں ادا کرنے کا پابند تھا۔ یہ نظام اگرچہ مستحکم تھا لیکن غیر لچک دار تھا، اس لئے یہ اب کسی ملک میں رائج نہیں ہے۔ (۱)

اگر اس دور کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کاغذی زر کی ابتدائی شکل وہ ساہوکاروں کی رسیدیں تھیں جو زر اعتباری کی ابتدائی شکل تھیں اسی سے متاثر ہو کر بینک آف انگلینڈ نے جو کاغذی نوٹ چھاپے ان کے پیچھے بھی سونے کی مخصوص مقدار موجود ہوتی تھی لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کاغذی نوٹ دراصل زر اعتباری (جس کے پیچھے سونا زر اصلی کے طور پر موجود ہوتا تھا) کی ہی ارتقائی شکل تھی جن کی بنیاد ساہوکاروں کی رسیدیں تھیں۔ (۲)

۱۹۴۴ء مئی میں برٹن وڈ "Bretton Wood" کانفرنس میں یہ طے پایا کہ کرنسی کے نظام کو سونے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ لہذا سونے کو کرنسی سے علیحدہ کرنے کا عمل ۱۹۶۸ء میں شروع کیا گیا اور ۱۹۷۱ تک کرنسی نوٹوں کو کرنسی سے مکمل طور پر علیحدہ کر دیا گیا۔ (۳)

---

(۱) معاشیات، عبد الحمید اٹھور، ص ۵۶۱، نیز دیکھیے زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۴۷، مزید دیکھیے کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء شرعی حیثیت ص ۱۵

(۲) الورق النقدی، تاریخہ حقیقتہ قیمتہ حکمہ، ص ۲۰

(۳) زری نظریہ اور مالیاتی پالیسی، نثار احمد سلیمی، مئی ۱۹۷۶، مجید بک ڈپو، لاہور، ص ۱۲۲

یہ کانفرنس اور اس کے نتیجے میں جو فیصلہ ہوا اس پر عمل درآمد اس لئے کیا گیا کیوں کہ اپنی برآمدات بڑھانے کے لئے ہر ملک اپنی کرنسی کی قدر کم کرنے کی کوشش کرتا تاکہ اس کی بنائی ہوئی اشیاء بیرونی ممالک میں سستے داموں فروخت ہو سکے جس سے وہ کثیر تعداد میں زر مبادلہ کما سکے۔ کرنسی کی قدر گرانے سے مقدار زر بڑھ جاتی اور اس طرح مختلف ممالک میں افراط زر کا سماں پیدا ہو جاتا افراط زر کو روکنے کے لئے سونے کو کرنسی سے علیحدہ کر دیا گیا۔[۱]

چونکہ اوپر بحث کی جا چکی ہے کہ مئی ۱۹۷۱ء کے بعد کرنسی نوٹوں کے پیچھے سے سونے کی گارنٹی کو ختم کر دیا گیا لہذا آج کل بیشتر زر کاغذی استعمال ہوتا ہے، جس کی حیثیت صرف کاغذ کی سی ہے لیکن اس کے پیچھے حکومت کی طرف سے دی ہوئی گارنٹی ہے جس پر اعتماد کر کے لوگ کاغذی کرنسی کے ذریعے اپنی ضروریات اور کاروبار زندگی چلا رہے ہے جس طرح کے پاکستان کے کاغذی نوٹوں پر لکھا ہوا ہے کہ حکومت پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا لہذا بینک دولت پاکستان روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔ چونکہ موجودہ کاغذی نوٹ حکومتی گارنٹی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔

زر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ذخیرہ قدر کی حیثیت سے کام انجام دیتا ہے۔ لیکن دنیا بھر کی کرنسیوں کی قدر جہاں گھٹ رہی ہو، وہاں یہ کام سونا جواہرات اور دوسری اشیاء کہیں بہتر طور پر انجام دے سکتی ہیں۔ کیوں کہ زر اگرچہ تمام اثاثوں سے زیادہ سیال ہے۔ لیکن زر کی حیثیت سے ایک خاص رقم ہمیشہ وہی رہتی ہے اگرچہ اس کی قوت بدل گئی ہو۔[۲]

اگر یہ توقع ہو کہ زر کی قدر نہایت مستحکم رہے گی، تو قرض اور طویل مدتی معاہدے جن کی مستقبل میں ادائیگی کرنی ہو زیادہ کئے جائیں گے اور زر کو چھوڑ کر کسی اور شے مثلاً سونا یا غیر ملکی کرنسی میں معاہدے نہیں کریں گے۔ اس سے یہ نتیجہ با آسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ زر کی قدر مستحکم رہنا ضروری ہے۔

ہم اگر زر کے پیچھے جھانک کر پیداوار اور حقیقی آمدنیوں کو دیکھیں تو یہ محض مبادلے کو ترقی دینے کا آلہ ہے۔ لیکن یہ نہایت اہم آلہ ہے اور جدید زندگی کی آسائشیں جن کی بدولت قائم ہیں، وہ زر کے بغیر ہرگز وجود میں نہیں آسکتی ہیں۔ لیکن جو چیز ہم کو مطلوب ہے وہ زر نہیں بلکہ وہ جو ہم زر کے عوض خرید سکیں۔

جس طرح کے کینز(Keynes)اور دوسرے لوگوں نے اصرار کیا ہے کہ ایک زری معیشت میں زری تغیرات حقیقی تغیرات برپا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرسکتے ہیں۔ زر کی مقدار میں اضافہ ہو جائے تو ممکن ہے اس سے مکمل روزگار کی راہ کھل

---

(۱)زری نظریہ اور مالیاتی پالیسی، نثار احمد سلیمی، مجید بک ڈپو، لاہور، س ۱۹۷۶ء، ص ۱۲۵

(۲)اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۱۰۱

جائے۔ اگر یہ تجویز حد سے بڑھ کر اختیار کی جائے تو بڑھتی ہوئی قیمتوں کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ غالباً پہلے پہل موافق اثرات مرتب ہوتے دکھائی دیں گے۔ لیکن بالآخر اس کے برعکس علامات نمودار ہونے لگیں گی۔ (۱)

زر کے ارتقائی مراحل کو مختصرا بیان کرنے کے بعد زر اعتباری کے ارتقاء کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے ملاحظہ ہو:

زر اعتباری کی تاریخ بہت پرانی ہے اور بہت پہلے یہ لین دین میں استعمال ہوتے رہے ہیں اور لوگوں نے ان کو آپس میں لین دین میں آسانی کے لئے استعمال کیا ہے بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ زر اعتباری کا آغاز اس وقت ہوا جب بینک مستحکم ہوئے لیکن جب قرون اولی کے مسلمانوں کے حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ زر اعتباری کہ جس میں چیک، ہنڈی اور بانڈز وغیرہ سرفہرست ہیں ان کا وجود قرون اولی کے مسلمانوں کے ہاں لین دین میں بھی ملتا ہے۔ (۲)

گویا زر اعتباری کے ارتقاء کا جب جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ باقاعدہ طور پر زر اعتباری اس وقت شروع ہوئی جب بینک کا نظام شروع ہوا اور جوں جوں بینکنگ سسٹم میں ارتقاء ہوتا گیا توں توں زر اعتباری بھی اپنے ارتقائی مراحل طے کرتی رہی اور موجودہ دور میں پہلے دور کی نسبت بہت زیادہ ترقی ہوئی اور آئندہ آنے والے ادوار میں مزید ترقی کی منازل طے کرتی نظر آرہی ہے۔

زر اعتباری کے ارتقاء کے حوالہ سے مولانا عصمت اللہ اپنی کتاب زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے میں یوں رقمطراز ہیں:

"بعض ماہرین اقتصادیات کا خیال ہے کہ ہنڈی بصورت موجودہ قرون وسطی میں متعارف ہوئی ہے، ان میں بعض نے اس کی تحدید بھی کی ہے کہ ہنڈی اٹھارویں صدی عیسوی میں متعارف ہوئی ہے، اور اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ یہ عقد صرف کے لئے بطور آلہ استعمال ہوتی تھی، یعنی ایک ملک کے زر کے دوسرے ملک کے زر کے تبادلے میں ہنڈی کا طریقہ کار بطور آلہ استعمال ہوتا تھا"۔ (۳)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"چیک انیسویں صدی کے نصف میں متعارف ہوا ہے، اور اس کے متعارف ہونے کا منشاء کمرشل بینکوں کا وجود میں آنا ہی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ زر اعتباری کی جڑیں بہت پرانی ہیں چنانچہ فقہائے کرام نے

---

(۱) زری نظریہ اور مالیاتی پالیسی، نثار احمد سلیمی، ص ۱۲۳

(۲) زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۳۳۸

(۳) کاغذی کرنسی کی تاریخ, ارتقاء شرعی حیثیت، ص ۱۰، ۱۲، ۱۳

سفتجہ کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اسی طرح حوالہ فقہ کی ہر کتاب میں مذکور ہے، اور اس کے بڑے تفصیلی احکام کتب فقہ میں موجود ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپی تعامل کی اصل یہی چیزیں ہیں"۔[1]

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زر کا ارتقاء بھی معاشیات کے ارتقاء کے ساتھ ہوا ہے چونکہ معاشیات کا ارتقاء انسانی ارتقاء کے ساتھ پروان چڑھا ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ زر کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے کہ جتنی خود حضرت انسان کی۔ چونکہ زر کا مقصد آسان آلہ مبادلہ کے طور پر اور اشیاء کی قدر ناپنے والا آلہ ہے لہذا ہر دور میں زر مختلف ارتقائی مراحل سے ہوتا ہوا جس کو مندرجہ بالا بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ زر حقیقی سے زر اعتباری کی طرف ارتقاء کر رہا ہے جس کی ابتدائی شکل ساہوکاروں کی دی ہوئی رسیدیں اور آج کے دور میں ہنڈی، چیک، بانڈز کے بعد مختلف قسم کے کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈز جن کو عام طور پر الیکٹرانک کارڈ بھی کہا جاتا ہے کی شکل میں پائی جاتی ہے۔ اور سفر یہاں تک ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے آگے موبائل اکاونٹس کی شکل اختیار کرتے ہوئے اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے۔

حاصل بحث:

دنیا میں ہر عمل کے پیچھے ایک محرک ہوتا ہے اور وہ محرک نظریے اور سوچ سے جنم لیتا ہے۔ جب کسی انسان کی سوچ کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے تو اس کے کچھ ارتقائی مراحل ہوتے ہیں جن سے گزر کر وہ بہتری کی طرف گامزن سفر ہوتی ہے، اسی طرح دنیا میں زر اعتباری کا وجود ایک سوچ اور نظریے کا نام ہے پھر اس کے بعد اس میں ارتقائی مراحل کا موجود ہوتے ہوتے موجودہ شکل میں آجانا ایک حیرت انگیز بات معلوم ہوتی ہے۔

زر اعتباری کے آغاز سے پہلے زر کا آغاز مختلف طریقوں سے ہوا اور اس کے پیچھے کئی صدیوں کی تاریخ ہے۔ زر کے ارتقاء کے مختلف پانچ ادوار مانے جاتے ہیں جن میں پہلا بارٹر سسٹم اور آخری کرنسی اور نوٹ کی صورت ہے۔ زر نے بھی کئی طرح کی ارتقائی منازل طے کیں پھر جا کر کہیں آج کی موجودہ شکل میں آیا ہے۔ زر اعتباری کا آغاز بھی پہلے پہل چیک کو بطور ضمانت کے رکھنے کے طور پر ہوا پھر یہ ارتقائی منازل طے کرتے کرتے آج اس کی مختلف اقسام اور جہات ہیں جن کی صورت میں آج زر اعتباری موجود ہے۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۳۳۸

فصل سوم:

دور حاضر میں زر اعتباری کی ضرورت واہمیت

فصل سوم: دور حاضر میں زر اعتباری کی ضرورت واہمیت

زر انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کس قدر ضروری ہے اس کی وضاحت مختلف مفکرین نے مختلف بیان کی ہے۔

حافظ ذوالفقار علی اپنی کتاب "اسلام اور جدید معیشت و تجارت" میں زر کی اہمیت درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

" یہ دعوی کسی ثبوت کا محتاج نہیں کہ اس کائنات میں ہر شخص اپنے کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے خرید و فروخت کا محتاج ہے۔ کوئی اعلی سے اعلی شخص بھی اس سے بے نیاز ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا ۔جب خرید و فروخت کے معاملات انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں تو پھر ایک ایسے آلہ مبادلہ کی ضرورت ہے جس کی مدد سے تمام اشیاء کی قیمتیں مقرر کی جا سکیں کیونکہ یہ فیصلہ کرنا بہر حال مشکل ہے کہ ایک شے کی کتنی مقدار دوسری شے کی صحیح قیمت ہے۔ چونکہ ہر جنس کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں اس لئے کوئی جنس اس مقصد کے لئے موزوں نہیں ہو سکتی تھی بلکہ کسی مشترکہ معیار کی ضرورت تھی اور وہ مشترکہ معیار زر ہے جس کی بنیاد پر تمام اشیاء کی قیمتیں متعین کی جاتی ہیں"۔[(۱)]

زر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مشہور مالکی فقیہ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:

"ان العدل في المعاملات انما هو مقاربة التساوى ولذالک لما عسر ادراک التساوى في الاشياء المختلفة الذوات جعل الدينار والدرهم لتقويمها اعني تقديرها"[(۲)]

معاملات میں عدل (برابری کا نام ہے یا کم از کم) برابری کے قریب قریب رہنے کا نام ہے اسی لئے جب مختلف اشیاء میں برابری کا ادراک مشکل ہوا تو درہم و دینار کو ان کی قیمت یعنی ان کی قدر جانچنے کا آلہ مقرر کر دیا گیا۔

امام غزالیؒ نے بھی اپنی کتاب احیاء العلوم میں زر کی اہمیت کے متعلق بڑی عمدہ بحث کی ہے فرماتے ہیں:

"لحكمة اخرى وهي التوسل بهما الي سائر الاشياء لانهما عزيزان فى انفسهما ولا غرض فى اعيانهما ونسبتهما الى سائر الاحوال نسبة واحدة فمن ملكهما فكانه ملک شئي لا كمن ملک ثوبا فانه لم يملک الا الثوب"[(۳)]

---

(۱) معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ص ۱۶۸

(۲) بدایہ المجتہد و، محمد بن احمد ابن رشد، ناشر، دار التذکیر، لاہور، س ۲۰۰۹ء، ج ۲، ص ۱۰۷

(۳) احیاء علوم الدین، امام غزالی، دار الاشاعت کراچی، س ندارد، جلد ۴، ص ۸۰

ان میں ایک اور حکمت بھی پنہاں ہے وہ یہ کہ یہ دونوں (درہم و دینار) باقی تمام اشیاء کا حصول کا ذریعہ ہیں کیونکہ یہ دونوں ذاتی طور پر پسند کیے جاتے ہیں تاہم ان کی ذاتی کوئی افادیت نہیں اور تمام اشیاء کے ساتھ ان کی ایک ہی نسبت ہے۔ چنانچہ جو ان کا مالک ہے اس کے بر خلاف جس کے پاس ایک کپڑا ہے تو وہ صرف ایک کپڑے کا مالک ہے۔

لیکن آج کا دور تو ترقی اور جدت پسندی کا دور ہے جس میں ہر چیز اپنے کمال کو چھونے کی کوشش کر رہی ہے ہر ملک، ادارہ، کمپنی اور فرد ترقی یافتہ ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور ان کا یہ خواب دیکھنا محض دھوکہ اور سراب پر مبنی نہیں ہے بلکہ سائنس نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ اب انسان کی سوچ کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔ آج کے دور میں جس قدر ترقی ہو رہی ہے غالب گمان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آئندہ آنے والا وقت اس سے بھی ترقی یافتہ ہو گا۔

سائنس نے جس قدر ترقی کر لی ہے اور اس کے بل بوتے پر انسان کو جتنے فوائد حاصل ہو رہے ہیں وہ شمار سے باہر ہیں جدید دور میں انسان کے کام انتہائی آسان ہو گئے ہیں اور وہ کام جو انسان سالوں میں بمشکل کر پاتا تھا اب وہی کام چند منٹوں اور سیکنڈز میں کر لیتا ہے اب انسان کی سوچ اور کام میں بہت تیزی آگئی ہے کہ وہ ہر کام چند منٹوں میں کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے انسان بزنس اور تجارت میں بھی اوج کمال چاہتا ہے۔[1]

زر اعتباری انسان کی اسی سوچ کا شاخسانہ ہے کہ جس نے انسان کی ہر معاشی و اقتصادی خواہش کو چند منٹوں میں حل کر دیا ہے اگر ہم زر اعتباری کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ لگائیں تو تقریباً اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) ملکی معاملات (۲) انفرادی معاملات[2]

پہلے ملکی معاملات میں زر اعتباری کے کردار کو واضح کرتے ہیں پھر انفرادی طور پر اس کا احاطہ پیش کیا جائے گا۔ اگر ہم ملکی حوالے سے اس کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ملک پاکستان میں اربوں روپے کا کاروبار ہنڈی اور چیک کے ذریعے ہوتا ہے جس طرح کہ ۲۰۱۶ء مئی میں چھپنے والی ایک رپورٹ میں اس کی وضاحت ملتی ہے ملاحظہ ہو۔

"حکومت بھی اس صورتحال سے آگاہ ہے کہ پاکستان میں ہنڈی اور حوالہ کا کاروبار ۱۵ سو ارب ڈالر سے تجاوز کر گیا ہے۔ کرنسی تاجروں نے کہا ہے کہ پاکستان میں ہنڈی اور حوالہ بزنس پندرہ بلین ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق سٹیٹ بنک کا ایکسچینج کمپنیوں کے ساتھ ایک حالیہ اجلاس منعقد ہوا میں حوالہ اور

---

(۱) معاشیات، ص ۵۶۷

(۲) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۴۹

ہنڈی کا معاملہ اٹھایا گیا۔ اجلاس میں سیکرٹری جنرل ایکسچینج کمپنی ایسوسی ایشن آف پاکستان ظفر پراچہ نے بتایا کہ ہمارے اندازے کے مطابق سال بھر میں پندرہ بلین ڈالر سے زائد رقم ہنڈی اور حوالہ کے ذریعہ منتقل کی گئی۔ انھوں نے کہا یہ حجم دگنا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ابھی ہمارے پاس اس بارے میں باوثوق ڈیٹا دستیاب نہیں ہے انھوں نے دعوی کیا کہ حکومت اس صورتحال سے بخوبی آگاہ ہے"۔ (۱)

ملکی سطح پر اس کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ بالا رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر ایک سال میں غیر قانونی طور پر اتنی بڑی رقم سمگل کی جاسکتی ہے تو اگر اس کو جائز اور قانونی طریقے سے مفید بنایا جائے تو اس میں کتنی وسعت اور آسانی کی گنجائش موجود ہے۔ اس کے علاوہ ملکی سطح پر بڑے تاجروں کا سارا لین دین زر اعتباری سے ہی ہوتا ہے اور اس میں ان کے لئے بہت زیادہ سہولت بھی ہے۔

اتنی بڑی رقم جو نقدی کی صورت میں نہیں لے جائی جاسکتی وہ چند سیکنڈز میں ایک فریق سے دوسرے فریق کے پاس پہنچ جاتی ہے اسی میں فریقین کا بہت سا فائدہ ہے اسی طرح بینکوں کا آپس میں لین دین کرنا بھی اس میں شامل ہے وہ بڑی سے بڑی رقم چند لمحات میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے ہیں۔ اسی طرح حکومتوں اداروں کا لین دین اور ان کی ادائیگی و وصولی بھی زر اعتباری کے ذریعے ہی قرار پاتی ہے۔ (۲)

اگر انفرادی طور پر زر اعتباری کی اہمیت کا اندازہ لگایا جائے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انفرادی سطح پر بھی زر اعتباری کی اہمیت کسی حوالے سے بھی کم نہیں ہے۔ انفرادی طور پر کاروبار کرنے والے تاجروں کے لئے یہ بہت اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ اگر رقم کو نقد انداز میں بھیجا جائے تو اس میں کئی طرح کی مشکلات بھی ہیں اور وقت بھی بہت زیادہ صرف ہوتا ہے لیکن زر اعتباری کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے لئے بھی ہ کام انتہائی آسان ہو گیا ہے۔

زر اعتباری کی اہمیت اس کی خصوصیات کے اعتبار سے بھی ہے کیونکہ اس میں اعلی قسم کی چار خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ ان میں لین دین تظہیر کے طریقے سے ہوتا ہے۔

۲۔ دین کا محل زر کی مخصوص مقدار رہے،

۳۔ معاملات میں زر کا وظیفہ ادا کرتا ہے۔

۴۔ خاص شکل میں لکھے ہوئے دستاویزات ہیں (یعنی محدود اور قانونی شکل میں) (۳)

---

(1).http;//www.roznamaurdu.com.pk.01.01.2016.34705

(۲) بنیادی معاشیات، ص، ۴۳

(۳) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۳۵

زر اعتباری کی ضرورت و اہمیت کو مزید درج ذیل نکات سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱) انتقال مال میں سہولت:

زمانہ قدیم میں جو رقم بڑی تگ و دو کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی تھی وہ اب چند لمحات اور سیکنڈز میں منتقل کر دی جاتی ہے۔ اس میں ایک تو وقت بچتا ہے جو اس وقت سب سے قیمتی شے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کا وہ سرمایہ اور دولت بھی بچ جاتی ہے جو وہ مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں خرچ کرتا تھا۔ ہنڈی، چیک اور ڈرافٹ ایسے ذرائع ہیں جن سے مال و زر بآسانی ایک جگہ سے دوسری پہنچ بھی جاتا ہے اور سرمایہ بھی کم خرچ ہوتا ہے۔

(۲) انتقال مال کا محفوظ ترین آلہ:

پہلے وقتوں میں مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں جو سب سے بڑی رکاوٹ اور دقت ہوتی تھی وہ مال کو راستے میں لٹیروں اور ڈاکوؤں سے بچا کر اس کے اصل مقام تک پہنچانا ہوتا تھا جس میں بعض اوقات مہینوں لگ جاتے اور پھر بھی مال و زر راستے میں لوٹ لیا جاتا اور اصل مقام تک پہنچ نہ پاتا۔ زر اعتباری سے مال محفوظ طریقے سے مطلوبہ جگہ پر پہنچ بھی جاتا ہے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی اور مال ڈاکوؤں اور لٹیروں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ [۱]

آسان و سہل طریقہ:

زر اعتباری زر کے انتقال کا آسان اور انتہائی سہل طریقہ کار ہے جس میں ادائیگیاں بغیر کسی مشکل اور پریشانی سے گھر بیٹھے بٹھائے ہو جاتی ہے اور انسان کو کاروبار و تجارت میں بہت زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑتی کیونکہ تجارت و کاروبار میں سب سے بنیادی چیز رقم کی وصولی اور ادائیگی ہوتی ہے اگر اس کو آسان اور سہل ہونے کا درجہ حاصل ہو جائے تو پھر انسان کا آدھے سے زیادہ کام گھر بیٹھے ہی قرار پاتا ہے۔ [۲]

---

(۱) الورق النقدی، تاریخہ حقیقتہ قیمتہ حکمہ، ص ۱۷

(۲) المعاملہ المالیہ المعاصرہ، ص ۱۵۰

(۳) بااعتماد آلہ:

زر اعتباری سے حاصل ہونے والے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ رقم کی ادائیگی ووصولی کا بااعتماد آلہ ہے اس میں عمومی طور پر فراڈ نہیں ہوتا اس حوالے سے بھی اس نے انسان کا کام آسان کیا ہے کہ چیک یا ہنڈی کے ذریعے کیا جانے والا سودا بااعتماد بھی ہوتا ہے اور اس میں فراڈ کے ممکنات بھی بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں جس سے فریقین ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے کاروبار کو وسعت دیتے ہیں اور لاکھوں، کروڑوں کا کاروبار پھر انھی آلات سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

(۴) فریقین کو سہولت مہیا کرنا:

فریقین کی سہولت اس سے بہت بڑھ گئی ہے جب سے زر اعتباری کے آلات استعمال ہو رہے ہیں فریقین ایک دوسرے پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے سہولت بھی پیدا کرتے ہیں دونوں فریقین کے اعتماد کو پختہ کرنے اور ان کے کاروبار کو وسعت دینے میں زر اعتباری کے آلات کا بڑا کردار ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) بین الاقوامی ادائیگیاں:

اعتباری زر کے آلات خاص طور پر بدیشی ہنڈیاں اور بینک ڈرافٹ بین الاقوامی ادائیگیوں کے معاملے میں بڑی سہولت پیدا کرتے ہیں زر نقد کی نقل مکانی کی ضرورت پیش نہیں آتی جس کی وجہ سے ہم چور لٹیروں اور بحری قذاقوں کے خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔[۱]

(۶) دھاتی زر کی کفایت:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دھاتی زر کے نایاب ہونے کی وجہ سے زر اعتباری کے آلات استعمال ہونے شروع ہوئے جس کی بدولت دھاتی زر کے استعمال میں کفایت شروع ہو گئی۔ اب دھاتی سکوں کی بجائے پرامیسری نوٹ، چیک، ہنڈیاں اور ڈرافٹ وغیرہ گردش کرتے ہیں جن کی حقیقی قدر محض کاغذ کے چند پرزوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں زر اعتباری کے آلات کا رواج اس قدر بڑھ گیا ہے کہ دھاتی اور نوٹوں والی کرنسی

---

(۱) بنیادی معاشیات، ص ۴۴، ۴۳

توصرف روزمرہ کی چھوٹی ادائیگیوں تک ہی محدود ہے۔ کیونکہ زر اعتباری کے اجراء کے لئے ان دھاتوں کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۷) قومی بچت میں اضافہ:

زر اعتباری کے استعمال کی بدولت لوگوں کی بچتوں میں اضافہ ہوتا ہے جس سے لوگوں کے کاروبار بہتر ہوتے ہیں نفع حاصل کر کے قومی معیشت کی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ جو کہ خاطر خواہ قومی بچت کا ذریعہ بنتی ہے۔

(۸) قیمتوں کے تغیرات کی روک تھام:

عصر حاضر میں زر اعتباری کے آلات ملکی معیشت میں زر کی رسد کا نہایت اہم حصہ ہیں بینک تھوڑا سا محفوظ سرمایہ رکھ کر بہت زیادہ قرض فراہم کرتے ہیں جس سے زر کی رسد بڑھ جاتی ہے۔ مرکزی بینک ملک کی اقتصادی اور معاشی ترقی کے لئے پیش آمدہ ضروریات کی وجہ سے زر اعتباری کی مقدار کو کنٹرول کرتا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ زر کی رسد میں کمی بیشی کی وجہ سے قیمتوں کے تغیرات کی روک تھا کی جاسکتی ہے۔[۱]

(۹) صنعت و تجارت کی ترقی:

موجودہ زمانے میں معاشی لحاظ سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہنے کے لئے صنعت و تجارت کو فروغ دینالازم ہے۔ لہذا زر اعتباری کے آلات کی مرہون منت سے کاروبار کی وسعت کے ساتھ ساتھ صنعتی و تجارتی ترقی کا دروازہ کھلتاہے زر اعتباری کے آلات کے بغیر کثیر تعداد میں سرمائے کا میسر آنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اس لئے بالکل یہ بات واضح ہے کہ زر اعتباری کے بغیر کوئی بھی ملک اپنی معیشت استوار نہیں کر سکتا۔ یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ موجودہ دور میں زر اعتباری پیدائش دولت کی ایک نہایت اہم بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

مندرجہ بالا نکات کا تجزیہ کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عصر حاضر میں کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں زر اعتباری ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتی ہے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر ملکی معیشت کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو زر اعتباری کے نظام کو منظم اور مربوط کرنا پڑے گا جس کے نہ صرف انفرادی معیشت بلکہ قومی معیشت پر بھی دوررس اثرات مرتب ہوں گے۔

---

(۱) بنکاری، عبدالحمید ڈار، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ص، ۵۷، ۵۸

حاصل بحث:

زر اعتباری کا وجود اصل میں معاشی نظام میں موجود تمام تر مشکلات اور مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے وجود میں آیا ہے ،چونکہ کوئی بھی ملک قوم قبیلہ یا علاقہ ہو اسکے باسی اپنی ضروریات زندگی کو معمول کے مطابق چلانے کے لئے معاشی معاملات طے کرتے ہیں جو کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح کے ہوسکتے ہیں۔زر کے ارتقاء میں ہم لکھ چکے ہیں کہ زر کی ابتداء ہی انسانی ضروریات اور احتیاجات کو پورا کرنے میں پیش آنے والی مشکلات کو حل کرنے کے لئے ہی ہوا تھا۔موجودہ دور میں اگر کاروبار حیات کا جائزہ لیا جائے تو ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ آج کا انسان مصروفیات مدنی میں اس طرح کھو گیا ہے کہ اسکے پاس وقت کی قلت ہے اور دوسری طرف کاروباری معاملات بھی بدل چکے ہیں۔پہلے ایک علاقے کے لوگ آپس میں لین دین کرتے تھے لیکن اب زرائع آمدورفت کی وجہ سے دنیا معاشی لحاظ سے گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر گئی ہے۔آج بین العلاقائی کاروبار کے ساتھ درآمدات و برآمدات کا نظام دوسرے ممالک کے ساتھ ایک عام سی بات بن گئی ہے جسکی وجہ سے کرنسی اور زر کی ضرورت واہمیت میں گراں قدر اضافہ ہو چکا ہے۔ لہذا رقم کے آسان تبادلوں جس سے نہ صرف وقت کی بچت ہو بلکہ ہر قسم کی مالی خیانت سے بھی محفوظ رکھنے کے لئے زر اعتباری بنیادی کردار ادا کرتی ہے جسکی بدولت بروقت ادائیگیوں کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں زر اعتباری کی اہمیت اس اعتبار سے بھی دوچند ہو جاتی ہیں کہ اس نے انسان کے لئے آسانی اور سہولت کے کئی نئے ابواب کھولے ہیں۔اس کی یہ فائدہ ملکی اور انفرادی ہر دو سطحوں کے اوپر برابر پہنچ رہا ہے۔آج کے ترقی یافتہ دور میں زر اعتباری کے بغیر وسیع وعریض بنیادوں پر کاروبار کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔لہذا زر اعتباری کی وجہ سے ملکی اور انفرادی حوالوں سے کئی طرح کے فوائد حاصل کیے جا رہے ہیں جو اس کی اہمیت کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔اس سے فریقین کاروبار کو بہت آسانی حاصل ہو جاتی ہے،جسکا لازمی نتیجہ کارورباار اور صنعت تجارت کی دن دگنی اور رات چگنی ترقی کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔لہذا زر اعتباری کسی بھی ملک کے معاشی نظام کو مربوط رکھنے کے لئے اتنی ہی اہم ہے جتنا انسانی زندگی کو فعال رکھنے کے لئے خون کی ضرورت ہوتی ہے۔

باب دوم

زر اعتباری کا جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

فصل اول: زر اعتباری کا جائزہ احناف کی نظر میں

فصل دوم: زر اعتباری کا جائزہ شوافع کی نظر میں

فصل سوم: زر اعتباری کا جائزہ مالکیہ وحنابلہ کی نظر میں

فصل اول:

زر اعتباری کا جائزہ احناف کی نظر میں

فصل اول: زر اعتباری کا جائزہ احناف کی نظر میں

اسلام کا اطلاقی پہلو چار مختلف فقہات میں معمولی اختلاف کے ساتھ مختلف پایا گیا ہے جن کی بنیاد کسی نہ کسی صورت قرآن و حدیث پر مبنی ہی ہے جن میں فقہ حنفی سر فہرست ہے۔ برصغیر پاک وہند میں فقہ احناف پر زیادہ تعداد میں لوگ عمل پیرا نظر آتے ہیں اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کیا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت کے چار بڑے ماخذ و مصادر ہیں جن کو بیان کرنا اور ان سے راہنمائی لینا عین حکم الٰہی ہی ہے جن میں سب سے پہلا نمبر قرآن مجید فرقان حمید کا ہے۔ اور دوسرا سنت رسول ﷺ اسی طرح اجماع اور قیاس۔ لہذا زر اعتباری کا جائزہ فقہائے احناف کی روشنی میں لینے سے پہلے ضروری ہے کہ زر کی اہمیت کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا جائے پھر قیاس اور اجماع کی روشنی میں بھی بیان کیا جائے گا تاکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زر کا مقام و مرتبہ واضح ہو سکے اور یہ کھوج لگایا جاسکے کہ اسلام میں زر کو کس نظر سے دیکھا گیا ہے۔

دنیائے عالم میں اسلام واحد دین و مذہب ہے جس نے مادیت کو روحانیت کی بلندی چڑھنے میں مدد و معاون قرار دیا ہے باقی تمام ادیان عالم میں ہمیں یہ چیز نظر نہیں آتی۔ امم سابقہ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے تئیں مادیت کو روحانیت میں رکاوٹ قرار دیا اور ساتھ ہی اپنے اوپر خاص طرح کی پابندیاں لگائیں جن کو وہ بعد میں پورا نہ کر سکے اور وہ ان کے لئے وبال جان بن گئیں۔ اسی چیز کا تذکرہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں "سورۃ الحدید" کی آیت ۲۷ میں بھی کیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے اوپر وہ چیزیں لاگو کر لی جن کا حکم ہم نے انہیں نہیں دیا تھا بلکہ ان کی اپنی ذاتی اختراعات تھیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ (۱)

اور رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی رضاجوئی کے۔

اس کی مزید اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا سے اپنا حصہ حاصل کرو۔

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (۲)

اور دنیا سے اپنا حصہ لینا مت بھولو

---

(۱) الحدید ۵۷/ ۲۷

(۲) القصص ۲۸/ ۷۷

زر کی اہمیت قرآن کی نظر میں:

جب اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو اس میں یہ صورتحال یکسر مختلف نظر آتی ہے اسلام نے مال و زر کو انسان کی روحانی ترقی میں رکاوٹ قرار نہیں دیا بلکہ مال وزر کو روحانیت کی ترقی کا زینہ قرار دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں مال وزر کو خیر اور فضل سے تعبیر کیا ہے جو جائز اور احسن طریقے سے کمایا گیا ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ مال کو جائز و احسن طریقے سے حاصل کیا جائے۔ ذیل میں قرآنی نصوص سے کچھ ایسے دلائل پیش کیے جاتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کون سے مال کو اللہ رب العزت نے خیر سے تعبیر کیا ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

﴿يَسأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (۱)

وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں؟ کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لئے ہے اور تم نیکی میں سے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔

مولانا مودودی نے اس آیت سے مراد مال وزر لیا ہے اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اگر شرعی حدود و قیود کے اندر رہ کر مال کمائے تو وہ خیر کے زمرے میں آئے گا۔ (۲)

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (۳)

پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاو اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاجاو۔

مندرجہ بالا آیات اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ مال وزر کو کمانا اور اس کے لئے تگ و دو کرنا کوئی فضول و عبث نہیں ہے بلکہ یہ عین عبادت ہے اور اللہ تعالی کی رضا کا حصول ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ہمیں جا بجا نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم ملتا ہے قرآن

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۲/ ۲۱۵

(۲) ابو اعلی مودودی، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن، لاہور، س ۲۰۰۶ء، جلد ۱، ص ۱۶۶

(۳) النساء ۴/ ۱۰۳

مجید کے تقریبا ۳۲ مقامات پر اللہ رب العزت نے نماز کے ساتھ زکوۃ کا حکم دیا ہے جبکہ زکوۃ صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے جس سے زر کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ جس کے چند نظائر ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں بالکل آغاز میں ہی اس چیز کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ نماز اور زکوۃ کوئی الگ الگ شے نہیں ہے بلکہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں فرمان ربانی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾ (۱)

وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں"۔

﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (۲)

"وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

گزشتہ آیات بھی اسلام کے نظام زکوۃ پر روشنی ڈال رہی ہیں اور اس کی اہمیت و فضیلت کو بیان فرمارہی ہیں، اسلامی تعلیمات میں ہمیں جابجا زکوۃ دینے کے ساتھ صدقات نافلہ دینے کی بھی تاکید ملتی ہے اور اسلام نے ہمیشہ افراد سے یہی مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس قابل ہو کہ ہر شخص زکوۃ دینے والا بنے نہ کہ لینے والا۔ یہ بحث بھی مال وزر کی اہمیت پر دلالت کر رہی ہے کہ زر کو کمایا جائے اور اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

اسی طرح قرآن مجید میں لفظ "ائتمان" امانت و دیانتداری کے طور پر بیان ہوا ہے کہ اگر کسی پر اعتبار کیا جائے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

﴿فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾۔(۳)

پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور شہادت مت چھپاو۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح مولانا غلام رسول سعیدی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

---

(۱)البقرۃ ۲/ ۳

(۲)الحج ۲۲/ ۴۱

(۳)البقرۃ ۲/ ۲۸۳

"اگر دائن کو مقروض کی امانت داری پر اعتماد ہو اور وہ دستاویز لکھنے، کسی کو گواہ بنانے اور قرض کے مقابلے کسی چیز کو گروی رکھنے کے بغیر اپنا مال مقروض کے حوالے کر دے یا اپنا مال فروخت کر دے تو پھر مقروض پر لازم ہے کہ وہ دائن کے اعتماد پر پورا اترے اور اس کی امانت کو ادا کرے یہ امر وجوب کے لئے ہے اور اس پر اجماع ہے کہ قرضوں کا ادا کرنا واجب ہے، حاکم کو چاہیے کہ وہ مقروض کو قرض ادا کرنے کا حکم دے اور مقروض کو قرض ادا کرنے پر مجبور کرے"۔ (۱)

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کے متعلق بنیادی اور اصولی راہنمائی موجود ہے۔ دین اسلام کو باقی تمام مذاہب پر اس حوالہ سے بھی برتری حاصل ہے کہ یہ چند رسوم و مناجات اور روایات یا چند اخلاقی اصولوں پر مشتمل مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ایسا دین ہے کہ جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا کافی وشافی حل موجود ہے۔ وہ مسائل یا معاملات خواہ معاشی ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا اخلاقی ہر ایک کے لیے بھرپور راہنمائی فراہم کرنے والا دین ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر دین اسلام کو کامل اور مکمل دین اور ضابطہ حیات قرار دیا ہے سورۃ المائدۃ میں اسی طرح کی شہادت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۲)

آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں یوں رقمطراز ہیں۔

"یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری بمقام عرفات بروز جمعہ سرور عالمؐ پر نازل ہوئی اس میں بتایا گیا کہ جس دین کا داعی بنا کر آپؐ کو بھیجا گیا تھا آج وہ ظاہری اور باطنی، صوری اور معنوی ہر لحاظ سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ شریعت و قانون کے وہ بنیادی قواعد تفصیلا یا اصولا تم کو بتا دیئے گئے جو ہر زمانہ اور حالات میں تمھارے لئے روشنی کا مینار

---

(۱) تبیان القرآن، غلام رسول، سعیدی، ناشر، فرید بک سٹال، لاہور، س ۲۰۰۹ء، جلد ۱، ص ۱۰۱۸

(علامہ غلام رسول سعیدی اہل سنت وجماعت کے نمائندہ عالم دین اور ایک عظیم محقق ہیں۔ آپ کراچی پاکستان کے باشندہ ہیں۔ ایک بڑے مشہور مدرسے کے شیخ الحدیث ہیں۔ آپ کی دو کتابیں اپنی مثال آپ ہیں: جامع نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی ۷۹ برس کی عمر میں مورخہ ۵ فروری 2016ء انتقال کر گئے، علامہ سعیدی کی تدفین جامع مسجد اقصیٰ کے احاطے میں کی گئی)

(۲) المائدۃ ۵/ ۳

ثابت ہوں گے۔ تمھیں ایسے اصولوں کی تعلیم بھی دی جن کی مدد سے تم پر ہر نئی مشکل کا حل اور ہر جدید مسئلہ کا جواب معلوم کر سکو گے "۔[1]

یہ دین حنیف اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے جس میں کسی خشک و تر کو چھوڑا نہیں گیا بلکہ ہر مسئلہ کی کلید مہیا کر دی گئی اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی جامع اور مکمل دین ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے جس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی انسان دین و دنیا کی کامیابی سمیٹ سکتا ہے۔

کسی بھی ملک کی ترقی کا دارومدار اس کی مضبوط معیشت پر ہے جس ملک کی جتنی زیادہ معیشت مضبوط اور مستحکم ہو گی اس کا پنجہ استبداد اسی قدر سخت اور قوی ہو گا۔ ہر کرنسی ایک خاص ہیئت اور پورا نظام رکھتی ہے اور اس کا ایک پورا دائرہ کار ہے۔ یہ سارا نظام زر ایسا ہے کہ جو انسانوں کا اپنا بنایا ہوا نظام زر ہے لیکن ایک زر اور کرنسی وہ ہے کہ جسے اللہ رب العزت نے زر قرار دیا ہے جو سونے اور چاندی کی شکل میں ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں الذهب اور **الورق**" کہتے ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جیسی کرنسی کو زر کا درجہ دیتے ہیں ان کو"**اهل الذهب** "اور"**اهل الورق** " کہا جاتا ہے۔ سونا اور چاندی ایسا زر ہے کہ جس کی پوری دنیا میں ایک خاص قدر ہوتی ہے اور حالات کی سنگینی بھی اس میں آڑے نہیں آتی وہ حالات چاہے جنگ عظیم اول اور دوم کے ہی کیوں نہ ہوں سونے اور چاندی کی قدر و قیمت اپنی جگہ بر قرار رہتی ہے۔[2]

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر سونے اور چاندی کو زر قرار دیا ہے اور اس کی اہمیت بھی بیان فرمائی ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾[3]

لوگوں کے لئے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ۔خزانے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہے۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

---

(۱)ضیاء القرآن، کرم شاہ الازہری، ناشر، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، س ۱۹۹۵ء، جلد ا، ص ۴۴۰

(ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک عظیم صوفی و روحانی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز مفسر، سیرت نگار، ماہر تعلیم، صحافی، صاحب طرز ادیب اور دیگر بیشار خوبیوں کے مالک تھے۔ تفسیر ضیاء القرآن، سیرت طیبہ کے موضوع پر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، 1971 ء سے مسلسل اشاعت پزیر ماہنامہ ضیائے حرم لاہور)

(۲)معیشت و تجارت کے اسلامی احکام، ذوالفقار علی، حافظ، ص ۱۸۳

(۳) آل عمران ۳/ ۱۴

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴾ (۱)

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہر گز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کے لئے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ (۲)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔

﴿ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ (۳)

تیرے لئے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا ہر گز یقین نہیں کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔

﴿أُولَئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (٤)

---

(۱) آل عمران ۳/۹۱

(۲) التوبۃ ۹/۳۴

(۳) بنی اسرائیل ۱۷/۹۳

(۴) الکہف ۱۸/۳۱

یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انہیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، ان میں تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (١)

ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہو گی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ (٢)

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، انھیں اس میں کچھ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور ان کا لباس اس میں ریشم ہو گا۔

﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ (٣)

ہیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ان میں ریشم ہو گا۔

﴿عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾ (٤)

ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے اور گاڑھا ریشم ہو گا اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں نہایت پاک شراب پلائے گا۔

---

(١) الزخرف ۴۳/ ۷۱

(٢) الحج ۲۲/ ۲۳

(٣) فاطر ۳۵/ ۳۳

(۴) الانسان ۷۶/ ۲۱

مندرجہ بالا تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جہاں بھی مال اور کنز کا ذکر کیا ہے وہاں پہ اس کو سونے اور چاندی سے ہی تعبیر کیا ہے اور اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں تقریبا بہت سے مقامات پہ سونے اور چاندی کو کرنسی اور زر کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ (۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقینا لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔

زر کی اہمیت احادیث نبویہؐ کی نظر میں:

مندرجہ بالا تو تھی قرآنی آیات کہ جن میں اللہ رب العزت نے زر اور مال سونے اور چاندی کو ہی قرار دیا ہے جب احادیث مبارکہ کا بغور جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے احادیث میں بھی سونے اور چاندی کو ہی مال کی حیثیت دی ہے۔ محدثین کرام نے عمومی طور پر "کتاب الزکوۃ "میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے کہ جن میں رسول رحمتؐ نے نصاب زکوۃ کے لیے جو معیار قائم کیا ہے وہ بھی سونے اور چاندی کا ہے۔

رسول کریمؐ نے زکوۃ کے لیے روپے پیسے یا کسی ملک کی کسی خاص کرنسی کو نصاب کا معیار قرار نہیں دیا بلکہ آپؐ نے بھی سونے اور چاندی کا ہی نصاب مقرر کیا ہے جو کہ اللہ رب العزت کی رضا سے خالی نہیں ہے کیونکہ نبی کریمؐ اس وقت تک اپنی زبان مبارکہ کو جنبش نہیں دیتے تھے کہ جب تک اللہ رب العزت کی طرف سے آپؐ پر وحی کا نزول نہ ہو جاتا اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ (۲)

اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں رسالت مآبؐ کی وہ تشریعی اور تشریحی حیثیت بیان کی گئی ہے جو خصوصیت اللہ رب العزت نے آپؐ کو عطا

---

(۱) التوبۃ۹/۳۴

(۲) النجم۵۳/۳

فرمائی تھی۔ تو جب قرآن وحی متلو و وحی جلی ہے تو حدیث مبارکہ بھی تو وحی غیر متلو و وحی خفی ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں لازم و ملزوم ہیں ان کو اگر جدا جدا کر دیا جائے تو دین کی عمارت کبھی بھی اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اور دین اسلام کی بناء کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن اور حدیث کو برابر اہمیت دی جائے۔

نبی کریمؐ نے احادیث میں جو مال اور زر قرار دیا ہے وہ بھی سونا اور چاندی ہی ہے نمونہ کے طور پر چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ . رضى الله عنهما . فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِي قَوْلَ اللَّهِ، {وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ} قَالَ ابْنُ عُمَرَ . رضى الله عنهما . مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلأَمْوَالِ)[1]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آپؐ سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلایئے "جو لوگ سونا اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا اور چاندی جمع کیا اور اس کی زکوۃ نہ دی تو اس کے لئے ویل (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی یہ توجیح کی جاسکتی ہے کہ زکوۃ دینے کے لئے صاحب استطاعت ہونا لازم ہے جو متعین نصاب رکھنے کے باوجود زکوۃ نہیں دے گا اس کی دنیا اور آخرت ابتر ہو جائے گی دوسری بات یہ کہ مال وزر سے مراد سونا اور چاندی لیے گئے ہیں جو کہ زر اصل کہلاتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک اور حدیث مبارکہ صحیح البخاری میں بھی موجود ہے کہ جس میں سونے اور چاندی کو بحیثیت زر پیش کیا گیا ہے اور اس کو زر کے طور پر بیان کیا گیا ہے حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

(حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلاَءِ، عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ جَلَسْتُ. وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا

(۱) صحیح البخاری، امام بخاری،، مترجم مولانا وحید الزماں ج ۲، ص ۴۵۰، حدیث نمبر ۱۴۴۰

الْجُرَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلاَءِ بْنُ الشِّخِّيرِ، أَنَّ الأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَلإٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ لِي خَلِيلِي . قَالَ قُلْتُ مَنْ خَلِيلُكَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ . " يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا"قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ " مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلاَّ ثَلاَثَةَ دَنَانِيرَ"وَإِنَّ هَؤُلاَءِ لاَ يَعْقِلُونَ، إِنَّمَا يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا. لاَ وَاللَّهِ لاَ أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا، وَلاَ أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ)[1]

مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہؐ اے ابوذر! کیا احد پہاڑ تو دیکھتا ہے۔ ابوذر کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن باقی ہے۔ کیونکہ مجھے آپ ﷺ کی بات سے یہ خیال گزرا کہ آپؐ اپنے کسی کام کے لئے مجھے بھیجے گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، میں اس کے سوا دوست نہیں رکھتا کہ صرف تین دینار بچا کر باقی تمام کا تمام اللہ کے راستے میں دے ڈالوں، ابوذر نے پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں یہ دنیا جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہر گز نہیں خدا کی قسم! نہ میں ان کی دنیا ان سے مانگتا ہوں اور نہ دین کو کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تا نکہ میں اللہ تعالیٰ سے جاملوں۔

ذخیرہ احادیث میں کوئی بھی حدیث مبارکہ ایسی نہیں ہے کہ جس میں نبی کریمؐ نے روپے پیسے یا کسی کرنسی کے حساب سے زکوۃ کا نصاب بیان کیا ہو آپؐ نے لاتعداد مواقعوں اور لاتعداد احادیث میں زکوۃ کا نصاب بیان کیا ہے تو جہاں پہ بھی نصاب بیان کرنے کی باری آئی ہے وہاں پہ آپؐ نے سونے اور چاندی کو ہی بیان کیا ہے۔"سنن ابن ماجہ "میں امام ابن ماجہ ایک ایسی حدیث مبارکہ درج کرتے ہیں کہ جس میں رسول رحمتؐ زکوۃ کا نصاب سونے اور چاندی کی حیثیت سے بیان فرما تے ہیں حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔

(حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالاَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ـ ﷺ ـ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عِشْرِينَ دِينَارًا فَصَاعِدًا نِصْفَ دِينَارٍ وَمِنَ الأَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارًا)[2]

---

(۱) صحیح البخاری، مترجم مولانا وحید الزماں جلد ۲، ص ۴۵۱، باب الریاء فی الصدقۃ، حدیث نمبر ۱۴۰۸

(۲) سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی، مترجم مولانا وحید الزماں ، مکتبہ، دارالسلام، لاہور ، س ۱۷۹۱ھ ج ۳، ص ۳۵

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبیؐ ہر بیس دینار (یا اس سے کچھ) زیادہ میں سے آدھا دینار اور چالیس دینار میں سے ایک دینار وصول فرماتے تھے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام کی نظر میں اگر کنز و خزانہ ہے تو وہ صرف اور صرف سونا اور چاندی ہی ہے۔اس کے علاوہ کسی کرنسی کا تعارف ہمیں کتاب و سنت میں نہیں ملتا۔ صحیح مسلم میں بھی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ جس میں نبی کریمؐ کا فرمان عالیشان موجود ہے کہ جس کے پاس سونے کی شکل میں کنز موجود ہے اور اس نے زکوۃ ادا نہ کی تو اسے قیامت والے دن آگ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

(حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، - الْمَعْنَى - أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً، أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا " أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا " . قَالَتْ لاَ . قَالَ " أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ " . قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ)[1]

ایک خاتون رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں،ان کے ساتھ ان کی بیٹی بھی تھی اور بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن بھی تھے۔آپ نے اس خاتون سے پوچھا کیا تم اس کی زکوۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا نہیں، تو آپؐ نے فرمایا کیا تمھیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تمھیں ان کے بدلے آگ کے دو کنگن؟ چنانچہ اس عورت نے ان کو اتارا اور نبیؐ کے سامنے ڈال دیا اور کہنے لگی یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام نقلی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کے اندر اگر کنز اور مال ہے تو وہ سونا اور چاندی ہی ہے جس کے جمع کرنے اور خزانے کی شکل میں جمع کرنے کی شریعت نے حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔اور اس سے ایک بات یہ بھی کھل کر سامنے آگئی کہ اسلام کی نظر میں زر صرف اور صرف سونا اور چاندی ہی ہے اس کے علاوہ کسی اور کرنسی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زر قرار نہیں دیا گیا۔

---

(۱) سنن ابوداود، سلیمان بن اشعث، السجستانی، مترجم مولانا وحید الزماں، مکتبہ، دارالسلام، لاہور، باب الکنز ماھو وزکاۃ الحلی، س ۱۳۳۶ھ، ج ۴، ص ۳۶۴

زر اعتباری احناف کی نظر میں:

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے اسلام کی نظر میں زر کیا ہے؟اور اس کی اہمیت کیا ہے ؟ اب مزید اس کی وضاحت کی یہاں پر ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔اور مقالے کا دوسرا حصہ لفظ اعتبار پر مشتمل ہے جس کا معنی " بھروسہ اور یقین و اعتماد" کے ہیں۔مقالہ کے آغاز میں زر اعتباری کی تعریفات پر سیر حاصل بحث کی جاچکی ہے یہاں پہ صرف مختصر اس کی ایک تعریف بیان کی جاتی ہے جس سے بات سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

> "اعتبار سے مراد بھروسہ،یقین یا اعتماد ہے جو قارض اپنے کسی مقروض پر اسے قرضہ دیتے وقت یا ادھار مال دیتے وقت کرتا ہے،اور یہ سمجھتا ہے کہ مقروض اسے طے شدہ مدت کے بعد قرض کی رقم واپس کر دے گا،یا اس نے ادھار پر جو مال خرید اتھا،اس کی قیمت ادا کرے گا"۔[۱]

مندرجہ بالا تعریف اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ زر اعتباری کا سارا معاملہ اعتبار کی بناپر طے کیا جاتا ہے چاہے وہ شخصی ہو یا پھر کسی ادارے کا لکھاہو معاہدہ اور وثیقہ وغیرہ۔دوسرا یہ سارا معاملہ ادھار پر مبنی ہوتا ہے۔

زر اعتباری چونکہ ایک لحاظ سے مالی دستاویزات ہیں جو کہ کبھی چیک کی صورت میں اور کبھی پرامیسری نوٹ اور ہنڈی کی صورت میں سامنے آتی ہیں،اور مالی دستاویزات کے متعلق بحث فقہی عبارات میں " بیع الدین اور "حوالہ " اور "کفالہ "کے ضمن میں آتی ہے لہذا زر اعتباری پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بیع الدین اور حوالہ سے بحث کی جائے تو اس میں چند اہم باتیں اور علمی نکات ملاحظہ ہوں:چونکہ زر اعتباری کا معاملہ عام طور پر ادھار پر مبنی ہوتا ہے لہذا ادھار کی بیع کی تشریح بیع الدین کے زمرے میں کی جاتی ہے۔بالکل اسی طرح آج کل کے سرمایہ دارانہ نظام میں بیع الدین کا لین دین بکثرت ہونے لگا ہے ،اور بہت سارے مالی دستاویزات میں اس کا رواج ہونے لگاہے لہذا سب سے پہلے بیع الدین کو بیان کیا جاتا ہے۔

بیع الدین:

> "بیع الدین "ترکیب اضافی ہے،جو دو اجزاء پر مشتمل ہے،یعنی " بیع اور دین " بیع کے معنی فروخت کرنے کے ہیں اور دین کے معنی ادھار کے ہیں،تو اس مرکب کے معنی ہوئے ادھار کو فروخت کرنا۔[۲]

---

(۱)،تعارف زروبنکاری،ص۲۲۱،

(۲)زر کا تحقیقی مطالعہ،ص۳۴۹

بیع

بیع کا لغوی معنی مصافحہ کرنا بھی ہے، بیع ضد ہے الشراء کی، شراء کے معنی ہیں معاوضہ میں کچھ دے کر کسی چیز پر قبضہ کر لینا اس لحاظ سے اس کے معنی خرید و فروخت دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔[۱]

لغت میں بیع مصدر ہے جو کہ بَاعَ، وَهُوَ: مُبَادَلَةُ مَالٍ بِمَالٍ او مُقَابَلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ فَيُقَالُ: بِعْتُ مِنْ فُلَانٍ،

اور وہ مال کے بدلے مال یا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ مقابلہ اور پس کہا جاتا ہے میں نے فلاں سے چیز بیچی

"فِي اصْطِلَاحِ الْفُقَهَاءِ، فَلِلْبَيْعِ تَعْرِيفَانِ، فَالْحَنَفِيَّةُ عَرَّفُوا الْبَيْعَ بِالْمَعْنَىٰ الْأَعَمِّ بِمِثْلِ تَعْرِيفِهِ لُغَةً بِقَيْدِ التَّرَاضِي.

فقہاء کرام کی اصطلاح میں بیع کی دو تعریفات ہیں۔ پس احناف نے بیع کا لغوی معنی عام مراد لیا ہے رضامندی کی قید کے ساتھ

"لَكِنْ قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: إِنَّ التَّرَاضِيَ لاَ بُدَّ مِنْهُ لُغَةً أَيْضًا، فَإِنَّهُ لاَ يُفْهَمُ مِنْ (بَاعَ زَيْدٌ ثَوْبَهُ) إِلاَّ أَنَّهُ اسْتَبْدَلَ بِهِ بِالتَّرَاضِ"

لیکن امام ابن ہمام نے کہا ہے کہ رضامندی ضروری ہے کیونکہ اسکے بغیر زید نے اپنا کپڑا بیچا کا مفہوم واضح نہیں ہو گا جب یہ رضامندی سے اپنی ملکیت رضامندی سے تبدیل نہ کرے۔

مندرجہ بالا مفہوم سے یہ بات سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بیع سے مراد لین دین کا وہ معاملہ جو دو فریقین یا اداروں کے مابین باہمی رضامندی کی بنیاد پر طے کیا جائے اور ایک دوسرے کے درمیان مبیع کے تبادلہ کی وجہ بنے بیع کہلائے گی۔ اسی طرح امام کاسانی فرماتے ہیں "قال الكاساني: البيع في اللغة والشرع اسم للمبادلة، وهي مبادلة شيئ مرغوب بشئ مرغوب"

لغت میں بیع سے مراد مبادلہ کرنا ہے جائز اشیاء کا جائز اشیاء کے ساتھ۔[۲]

اسی طرح بیع کی تعریف کرتے ہوئے امام شوکانی نے اپنی کتاب "فتح القدیر" میں امام ابن الھمام کا قول بیع کے حوالہ سے یوں نقل فرمایا ہے۔

"وقال ابن الهمام : مبادلة المال بالمال،وكذا في الشرع ،لكن زيد فيه قيد التراضي"[۳]

بیع مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنے کا نام ہے، لیکن شرعی مفہوم میں ان دونوں (بائع و مشتری) کا رضامند ہونا بھی ضروری ہے۔

---

(۱) لسان العرب، ج۱۳، ص۱۶۷

(۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، امام کاسانی ملک العلماء علاء الدین ابو بکر بن مسعود، ناشر، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، س۱۳۲۸ھ ج۵، ص۱۳۴

(۳) فتح القدیر، ابن حمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد، طبع بولاق، س ۱۳۱۶ھ، ج۶، ص۲۴۷

بیع کی ایک تعریف شارح ومترجم "الھدایۃ" مفتی عبد الحلیم قاسمی نے "احسن الھدایۃ" میں کچھ یوں کی ہے۔

"مبادلة المال بالمال علي وجه التراضي"

آپس کی رضامندی سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ کرنا شریعت کی اصطلاح میں بیع کہلاتا ہے۔[۱]

مندرجہ بالا تعریفات فقہائے احناف کے نزدیک بیع کے متعلق پیش کی گئیں ہیں اگر مکمل طور پر جائزہ لیا جائے تو تمام کا مفہوم ایک طرح کا ہی ہے لیکن امام کاسانی نے اس میں ایک مزید شرط کا اضافہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیع جائز چیز کی ہو د جس چیز کے لین دین کے معاملے پر دونوں فریق راضی ہوں۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بیع جائز چیز کی ہو اور جائز طریقے سے ہو تو وہ جائز ہے اور اگر اس میں ناجائز طریقہ ہو جیسا کہ سود وغیرہ تو وہ باطل ہو جائیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں خود اس کا فیصلہ ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[۲]

اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام۔

اسی طرح بیع جائز ہونے کی ایک اور دلیل اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿لا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾[3]

اور باطل طریقے سے ایک دوسرے کے مال مت کھاؤ مگر یہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ راضی ہو کر تجارت سے۔

اور جہاں سنت رسول ﷺ اور بیع کا معاملہ ہے آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اے نبی اللہ ﷺ کونسا عمل بہترین ہے

(أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ فَقَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُور)"[4]

کونسا عمل بہترین ہے پس آپ ﷺ نے فرمایا وہ جو آدمی اپنے کام سے کرے اور ہر عمدہ بیع۔

مندرجہ ذیل بالا بحث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر وہ بیع جس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو اور وہ سود سے پاک ہو تو اس کا قرآن وسنت میں نہ صرف جواز موجود ہے بلکہ وہ اسکی معاشی تحریک دیتا ہے اور معاشی طور پر قوی مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔

---

(۱) احسن الھدایۃ، عبد الحلیم، قاسمی، ، مکتبہ رحمانیہ، ج۱، ص۹

(۲) البقرۃ ۲/۲۷۵

(۳) النساء ۴/۲۹

(۴) سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی، مکتبہ، دار السلام، لاہور، س ۱۴۰۴ھ، ج۳، ص ۱۷۷

"بیع الدین:

"بیع الدین" اپنی تعریف اور اپنے متعلقات کے اعتبار سے کافی وسعت کی حامل اصطلاح ہے لہذا بیع کے بعد بیع الدین کی الگ الگ وضاحت پیش کرتے ہیں جو ذیل میں پیش خدمت ہے۔عام طور پر دین کا معنی ومفہوم ادھار ہے۔

لسان العرب میں ابن منظور دین کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

" **بأنه كل ما ليسس بحاضر فهو دَيْنٌ**" [1]

ہر وہ چیز جو غیر حاضر ہو دین کہلاتی ہے

اسی طرح امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں دین کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے۔

"**حقيقة الدَّين عبارة عن كل معاملة كان أحد العوضين فيها نقداً والآخر في الذمة نسية فإن العين عند العرب ما كان حاضراً، والدَّين ماكان غائبا** "[2]

ادھار کا اطلاق ہر اس معاملہ پر آتا ہے جس میں ایک چیز نقد اور دوسری طرف سے ادھار کا معاملہ ہو اور عربوں کے نزدیک عین کا معنی حاضر اور دین کا معنی غائب ہے۔

اگر دین کی پہلی دونوں تعریفوں پر غور کریں تو پتا چلتا ہے،ایک تو دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں دوسرا یہ ادھار حاصل کرنے کا طریقہ ہے نہ کہ ادھار کی تعریف واضح ہوئی ہے۔ہاں البتہ جہاں تک دین کی تعریف کا معاملہ ہے اسے مجلہ احکام العدلیہ میں بیان کیا گیاہے۔

"**الدَّين ما يثبت في ذمة الرجل**"[3]

ادھار سے مراد یہ ہے کہ جو بھی آدمی کے ذمہ واجب الاداہو۔

اسی طرح مجلہ الاحکام العدلیہ میں یہ بیان کیا گیاہے کہ فقہاء کرام کے نزدیک دین کے دو معانی ہیں،عام مطلق طور پر ہر وہ حق جو دوسرے کے ذمہ لازم ہو۔جبکہ خاص جو کہ جمہور کے نزدیک موجود ہے۔

"**كل مايثبت في الذمة من مال بسبب يقتضي ثبوته**"[4]

---

(۱) لسان العرب،ج۱۳،ص۱۶۷

(۲) الجامع لاحکام القرآن،القرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد،دار لفکر بیروت،۱۴۲۴ھ،ج۳،ص۲۸۶

(۳) مجلہ الاحکام العدلیہ،مادہ۳۵۸

(۴) امجلہ الاحکام العدلیہ،مادہ۳۵۸

کسی کے ذمہ مالی لحاظ سے جسکے تقاضے کا کوئی نہ کوئی ثبوت موجود ہو۔

اسکا مقصد یہ ہوا کہ ہر عام طور پر ہر وہ چیز جو کسی کے ذمہ واجب الادا ہو جبکہ دوسری تعریف جو کہ جمہور فقہاء کی تعریفات کو مد نظر رکھا کر کہا گیا ہے۔ اور جہاں تک ابن نجیم ہیں تو انہوں نے دین کی تعریف کی ہے۔

"عبارة عن مال حكميّ، يحدث في الذمة ببيع أو استهلاک او غيرهما"[1]

دین ہر وہ مال جو کسی کے ذمہ ہو بیع یا ضائع ہو جانے یا کسی اور وجہ سے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیع الدین سے مراد ایسی بیع جس میں لین دین کے معاملات ادھار پر مبنی ہوں بیع الدین کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں تین بڑی اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ بیع الدین بالدین

۲۔ بیع الدین من علیہ الدین

۳۔ بیع الدین من غیر علیہ الدین

ذیل میں دین کی تینوں اقسام کی مختصر اوضاحت کی جاتی ہے۔

بیع الدین بالدین:

"وهو بيع دين مؤجل لم يقبض بدين مؤجل آخر لم يقبض، أو بيع الدين المؤخر"

وہ ادھار کی بیع ہے جس میں دوسرا دین بھی حاصل نہیں کیا جاتا یا دوسری ادھار کی بیع میں یعنی دونوں طرف سے ادھار ہو۔

بیع الدین بالدین سے مراد ہے ادھار کی ادھار کے ساتھ بیع کرنا جس کو شریعت کی اصطلاح میں بیع الکالی بالکالی کہتے ہیں۔ بیع الکالی بالکالی کے متعلق نبی کریمؐ کا واضح فرمان موجود ہے جس میں نبی رحمتؐ نے ادھار کی بیع کو ادھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

(ان النبي نهي عن بيع الكالي بالكالي)[2]

رسول اللہ ﷺ نے ادھار بمقابلہ ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

(۱) الاشباہ والنظائر، ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم، دمشق دار لفکر، ۱۴۰۳ھ، ج۴، ص۴۲۱

(۲) سنن دار قطنی، امام علی بن عمر دار قطنی، کتاب البیوع، ج۳، ص۷۱، حدیث ۲۶۹

جیسا کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی کریمؐ نے ادھار کی خرید و فروخت کو ادھار کی خرید و فروخت سے کرنے کی ممانعت فرمائی ہے لہذا تمام علماء کے نزدیک بیع کی یہ قسم جس میں دونوں اطراف میں معاملہ ادھار ہو یہ طریقہ بیع و تجارت ناجائز ہے۔

۲۔ بیع الدین من علیہ الدین:

بیع الدین من علیہ الدین سے مراد ہے کہ جس پر دین ہو اس کو دین بیچا جائے۔ مثال کے طور پر فریق اول نے فریق ثانی سے کچھ قرض لینا ہے تو فریق ثانی جس کے ذمہ قرض ہے اس نے فریق اول سے کہا کہ تم قرض کے بدلے مجھ سے کچھ سامان خرید و۔ یہ صورت جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے جن میں فقہائے احناف سر فہرست ہیں۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" ویجوز بیعه(یعني الدین) ممن علیه لان المانع هو العجز عن التسلیم ولا حاجة الي التسلیم هنا ونظیره، بیع المغضوب انه یصح من غیره " [۱]

جس پر ادھار ہے، اس پر دین فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس میں رکاوٹ اسکا تسلیم نہ کرنا ہے، اور یہاں تسلیم کی ضرورت ہے اور اس کی مثال بیع مغضوب ہے کیوں کہ وہ دوسری طرف سے جائز ہے۔ ہی نہیں"۔

فقہائے احناف کے نزدیک بیع کی یہ قسم اس صورت میں جائز ہے جب اس میں وہ تمام صفات پائی جا رہی ہو جو بیع مطلق میں پائی جاتی ہے اور بیع مطلق کی جو صفات ہے مثلاً مبیع بائع کے قبضہ میں ہو، فریقین کی رضامندی ہو، مبیع پاک و طیب ہو وغیرہ اگر یہ صفات "بیع الدین من علیہ الدین" میں پائی جا رہی ہیں تو پھر جائز ہے جس طرح "علامہ کاسانی" کی اس حوالہ سے مزید وضاحت کچھ یوں ہے۔

" ولا یجوز بیع المسلم فیه لان المسلم فیه مبیع ولا یجوز المبیع قبل القبض"۔

مسلم فیہ کو فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ مسلم فیہ مبیع ہے، اور مبیع کو قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔ [۲]

۳۔ بیع الدین غیر من علیہ الدین:

بیع الدین غیر من علیہ الدین سے مراد بیع کی وہ صورت ہے جس میں دائن اپنا دین کسی تیسرے شخص کو فروخت کرتا ہے اس کے حکم میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرات حنفیہ اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے چنانچہ امام محمد فرماتے ہیں۔

---

(۱) بدائع الصنائع، ج۵، ص۱۴۸

(۲) ایضاً، ج۵، ص۱۴۹

" لا ينبغي للرجل اذا كان له دين ان يبعه حتیٰ يستوفيه لانه غرر فلا يدری ايخرج ام لا يخرج"۔ [۱]

جب تک کوئی شخص اپنا دین وصول نہ کرے، اس کے لئے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر ہے، کچھ پتہ نہیں وہ دین وصول ہو یا نہ ہو۔

جبکہ علامہ کاسانی کا نقطہ نظر اس حوالہ سے کچھ یوں ہے۔

"ولا ينعقد بيع الدين من غير من عليه الدين لان الديناما ان يكون عبارة عن مال حكمي في الذمة واما ان يكون عبارة عن فعل تمليك المال وتسليمه ،اكل ذالک غير مقدور التسليم علي المديون لا يصح ايضا لانه شرط التسليم علي غير البائع"[۲]

غیر مدیون کے ساتھ بیع الدین کا عقد منعقد نہیں ہوتا، کیونکہ یا تو دین مال حکمی فی الذمہ سے عبارت ہے اور یا تملیک المال کے فعل سے عبارت ہے، اور دونوں صورتیں بائع کے حق میں غیر مقدور التسلیم ہیں، اور اگر مدیون پر تسلیم کو شرط قرار دیا جائے، تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ یہ شرط غیر بائع کی طرف متوجہ ہے، تو یہ شرط فاسد ہو گی، جس سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

یہاں پہ ایک بات قابل غور ہے کہ بیع الدین من غیر علیہ الدین اگر تو بیع کے طریقے سے ہے تو پھر ممنوع ہے اور اگر حوالہ کے طریقہ سے ہے تو یہ تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ لہذا حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیع الدین من غیر علیہ الدین ناجائز ہے۔[۳]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بیع الدین کی تین اقسام ہیں پہلی صورت تو تمام علماء اور فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے، دوسری صورت کے متعلق کسی عالم کو کوئی اعتراض نہیں اور اس کو سب نے جائز قرار دیا ہے جبکہ تیسری قسم حنفیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ مالکیوں کے ہاں اگر اس کے جائز ہونے کی گنجائش موجود ہے تو وہ بھی چند شرائط کے ساتھ مطلقاً مالکیہ کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ لیکن مالکیہ کی لگائی گئی شرائط کو پورا کرنا آسان کام نہیں ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ان کے مذہب کا حاصل بھی عدم جواز ہی نکلتا ہے۔

---

(۱) الموطا، امام مالک بن انس الاصبحی، باب الرجل یکون لہ عطایا او الدین علی الرجل فیبیعہ، میر محمد کتب خانہ کراچی س ندارد ص ۳۵۴

(۲) بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۱۵۰

(۳) زر کا تحقیقی مطالعہ ۱۶۶

حوالہ کا مفہوم:

زر اعتباری کے ضمن میں ایک اور بحث بکثرت آتی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ تمام مالی دستاویزات میں یہ بحث کثرت سے مستعمل ہوتی ہے جو "حوالہ" کے نام سے کتب احادیث اور کتب فقہ میں موجود ہے۔لہذا یہاں پہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حوالہ کی حقیقت وماہیت، چند مخصوص مستعمل اصطلاحات، حوالہ کی شرائط اور احکام کا خلاصہ تفصیل سے بیان کر دیا جائے تاکہ زر اعتباری کے متعلق فقہاء کی آراء کا تفصیلی مطالعہ کیا جاسکے اور ان کو آسانی سے سمجھا جاسکے۔

حوالہ لغت میں "نقل" کو کہتے ہیں ،یعنی منتقل ہونا یا منتقل کرنا لفظ حوالہ کا کے معنی ایک چیز کو دوسری جگہ منتقل کرنا[1] اصطلاح میں حوالہ سے مراد ہے ایک شخص کا قرض کا مقادوسرے پر منتقل کر دینے کو حولہ کہتے ہیں، جو قرض دار حوالہ کرے اس کو محیل کہتے ہیں اور جس کے لئے حوالہ کیا جائے اس کو محتال لہ اور جس پر حوالہ کیا جائے اس کو محتال علیہ کہتے ہیں مال مطالبہ کو محال بہ ،در حقیقت حوالہ دین کی بیع ہے بعوض دین کے جسے ضرورت سے جائز رکھا گیا۔ [1]

"نقل الدين من الذمة المحيل الي ذمة المحتال عليه" [2]

دین محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہو جائے۔

الدر المختار میں ہی ایک اور جگہ تعریف کچھ یوں بیان ہوئی ہے۔

"احالہ کسی کو دوسرے پر حوالہ کرنا محیل حوالہ کرنے والا محتال علیہ وہ شخص ہے جس پر حوالہ کیا گیا، محتال لہ وہ شخص ہے جس کے واسطے حوالہ واقع ہو محتال بہ جس چیز کا حوالہ واقع ہو"۔ [3]

حوالہ کی ایک تعریف ذیل میں یوں بیان کی جاتی ہے۔

"حوالہ قرض کی ادائیگی کو مقروض سے کسی اور فرد کی طرف منتقل کرنا ہے"۔

"یعنی قرض کی ادائیگی محیل سے محال علیہ پر ڈال دی جائے"۔

لغوی اعتبار سے محض منتقل کرنے کو حوالہ کہتے ہیں تاہم اصطلاح شریعت میں ادائیگی قرض کی ذمہ داری مقروض سے کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دینا حوالہ ہے۔اس طرح قرض کے منتقل کر دینے سے مقروض اپنے قرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے چنانچہ اگر زید

---

(۱) المصباح المنیر، احمد بن محمد علی المقری الفیومی، ج۱، مادہ، حول ،ناشر، مطبع الخیریہ قاہرہ، س۱۳۰۵ھ ص۱۵۷،

(۲) لسان العرب، ابن منظور، ج۳، ص۱۵

(۳) الدر المختار شرح تنویر الابصار، امام محمد علاء الدین حصکفی، کتاب الحوالہ، ناشر، مطبع حیدریہ، بمبئی، س۱۳۰۹ھ، ج۳، ص۹۵

نے عمر سے سو روپے لینا ہیں جنکی ادائیگی کی معیاد تین ماہ بعد پوری ہو گی اور عمر نے زید کے مطالبے کو خالد کے حوالے کر دیا تو عمر قرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔ اب اس کی ادائیگی کی ذمہ داری عمر کی بجائے خالد پر جا پڑے گی۔

احناف کے نزدیک حوالہ قرض کی ادائیگی کو مقروض سے کسی اور فرد کی طرف منتقل کرنا ہے یعنی قرض کی ادائیگی محیل سے محال علیہ پر ڈال دے۔ حوالہ کے بارے احناف کی طرف دو آراء منسوب ہیں۔ پہلی رائے کے مطابق حوالہ مطالبے کی منتقلی کا نام ہے یہ رائے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ہے۔ جبکہ دوسری رائے کے مطابق یہ ادائیگی قرض کی ذمہ داری کا انتقال ہے اور یہ رائے امام محمد کی ہے۔

پہلی رائے کے مطابق حوالہ کے زریعے صرف مطالبہ قرض محیل دے محال علیہ طرف منتقل ہو تا ہے۔ قرض کی ادائیگی کی اصل ذمہ داری محیل کی رہتی ہے۔ دوسری رائے کے مطابق حوالہ کے زریعے قرض اور مطالبہ دونوں اصل مقروض محیل سے محال کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور محیل اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

حوالہ کے ارکان وشرائط:

ارکان حوالہ پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی اہم اصطلاحات کو واضح کیا جائے۔ بعض فقہاء نے انکو ارکان یا عناصر کے نام سے یاد کیا ہے۔ حوالہ کے لئے چند اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) محیل۔ اصل مدیون کو کہتے ہیں۔ وہ شخص جو اپنے ذمہ کی رقم دوسرے کے ذمہ ڈالتا ہو یعنی کہ حوالہ کرنے والا محیل یا مدیون کہلاتا ہے۔ یعنی کہ مقروض۔

(۲) محتال / محال / محتال لہ / محال لہ۔ اصل دائن کو کہتے ہیں۔ وہ فرد جسکی رقم محیل کے ذمہ باقی ہو۔ دوسرے الفاظ میں اسے قرض خواہ یعنی قرض کا تقاضا کرنے والا بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) محتال علیہ / محال علیہ۔

جس محیل کے ذمہ واجب الادا قرض کی ذمہ داری لی ہو یعنی کہ مقروض کی ذمہ داری اپنے سر لینے والا محتال علیہ یا محال علیہ کہلاتا ہے۔ تیسرے شخص کو کہتے ہیں، یعنی جو قرضے کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

(۴) محال بہ۔ دین کو کہتے ہیں۔ وہ دین کی وہ رقم جسکا حوالہ کیا گیا ہو۔ جسکی ذمہ داری محتال علیہ نے اپنے ذمہ لی ہو۔

مندرجہ ذیل اصطلاحات اس مثال سے سمجھنے سے آسانی ہو گی۔ خالد نے احمد کا ایک ہزار روپیہ دینا ہے، اب خالد تیسرے آدمی طارق سے کہا کہ آپ احمد کے روپے کی ذمہ داری لے لیجیے، میں اس وقت ادا نہیں کر

سکتا اب طارق نے اسے قبول کر لیا تو خالد کو محیل اور احمد کو محتال اور طارق محتال علیہ اور ایک ہزار روپیہ محتال بہ کہلائے گا اور یہ پورا معاملہ حوالہ کہلائے گا۔

احناف کے نزدیک حوالہ کا صرف ایک رکن ہے اور وہ ہے ایجاب وقبول ایجاب محیل کی طرف سے ہوتا ہے اور قبول محال علیہ اور محال دونوں کی طرف سے پس ایجاب تو یہ ہے کہ محیل دین کی واپسی کا مطالبہ کرنے والے سے کہے کہ میں فلاں پر حوالہ کرتا ہوں اور محتال علیہ اور محتال کی طرف سے قبول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک یہ کہے کہ میں فلاں پر حوالہ کرتا ہوں اور محتال علیہ اور محتال کی طرف سے قبول یہ ہے کہ ان مین سے ہر ایک یہ کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوں۔ یا ایسے الفاظ جو تسلیم ورضا پر دلالت کرتے ہوں۔

زراعتباری کو کفالہ کے ضمن میں بھی بیان کیا جاتا ہے لہذا ذیل کی سطور میں کفالہ کا فقہی تصور پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

کفالہ کا معنیٰ ومفہوم:

کفالہ کا مادہ "کفل" ہے اسکے معنی ملانا ہے۔ اور اسی سے کفالہ (بمعنی ضامن ہونا) اور کفیل (ضامن ہونا) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔[1]

الکفالہ اس گارنٹی کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص یہ ذمہ داری لے کہ اگر فلاں شخص دین کی ادائیگی نہیں کی تو وہ میرے ذمہ ہوگا۔ الکفیل ضامن کو اور مکفول عنہ یعنی جس کے ذمہ دین ہو مقروض، اسی طرح مکفول بہ دین یعنی قرض کی رقم کو کہا جاتا ہے۔ المکفول لہ، جس کا دین ابھی کسی کے ذمہ رہتا ہو، اسکو مدیون بھی کہاجات ہے اور قارض بھی کہلاتا ہے یہ کوئی عام آدمی اور کوئی ادارہ جیسا کہ بینک بھی ہو سکتا ہے۔

کفالہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے صاحب ھدایۃ اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں۔

"**ھي ضم الذمة الی ذمة في لامطالبة، وقيل في الدين والاول اصح**"[2]

مطالبہ کرتے ہوئے ایک کی ذمہ داری کو دوسرے پر ڈال دینا اور اسی طرح قرض اور پہلا قول بہتر ہے۔

قرآن پاک میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

---

(۱) لسان العرب، جلد ۱۴، ص ۱۲۸، مادہ کفل، نیز دیکھیے المعجم الوسیط، ج ۱، ص ۷۹۲، مادہ کفل

(۲) الھدایۃ شرح ھدایہ المبتدی، برھان الدین، ابو الحسن علی بن عبد الجلیل، اصح المطابع دھلی، س ۱۳۱۲ھ، ج ۳ ص ۸۷

﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ﴾ (۱)

آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ اپنی قلمیں بطور قرعہ اندازی ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے۔

اس سے کا معنی مفہوم واضح کرنے کے لئے یہ شہادت کافی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے اپنے ساتھ ملالیا۔

اس آیت مبارکہ میں کفالہ سے مراد ذمہ داری ہے یعنی ان کی کفالہ کی ذمہ داری کون اٹھائے۔لہذا ثابت ہوا کہ کفالہ کے معنی لغت میں کسی دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "کفل فلان فلانا" (فلاں شخص فلاں کا کفیل بن گیا) یعنی اس شخص نے اسے اپنے ساتھ وابستہ کر لیا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ﴾ (۲)

زکریا نے مریم کو ساتھ ملالیا۔

اسی طرح قرآن پاک کی ایک اور آیت میں یہ لفظ بمعنی ذمہ داری اور ضامن کے آیا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴾ (۳)

اور جو کوئی اس کو لائے،اس کو ملے بوجھ ایک اونٹ کا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

قرآن پاک کے علاوہ حدیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"نبی کریمؐ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپؐ اس کی نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم خود ہی اپنے ساتھی کی نماز پڑھو، کیونکہ اس کے ذمہ قرض ہے۔ حضرت ابو قتادۃ نے فرمایا کہ میں اس کا ضامن ہوں، رسولؐ نے اس قرض کے ادا کرنے کا حکم دیا، ان پر اٹھارہ یا انیس درہم قرض تھے"۔ (۴)

دین چونکہ ادھار کا معاملہ ہے اور ادھار جب بھی دیا جاتا ہے وہ کسی نہ کسی اعتماد، اعتبار اور ائتمان کے بھروسے پر دیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح زر اعتباری بھی ایک ایسا قرض ہے جو بینک یا اس جیسا کوئی اور ادارہ اعتبار کی بنیاد پر اپنے کسٹمرز کو جاری کرتا

---

(۱) آل عمران ۳/ ۴۴

(۲) آل عمران ۳/ ۳۷

(۳) یوسف ۱۲/ ۷۲

(۴) سنن ابن ماجہ، امام محمد بن یزید، مکتبہ، دار السلام، لاہور، کتاب الاحکام، باب الکفالہ، ج ۳، ص ۴۷۸

ہے جس کے ذریعے وہ اشیاء اور خدمات خرید سکتے ہیں۔ اور اسی طرح حوالہ بھی ایک شخص کا قرض کسی دوسرے کے ہاں منتقل کر دینے کو کہا جاتا ہے جیسا کہ ہنڈی، اور بینک سے جاری ہونے والا چیک دے کر ہم اپنا قرض دوسرے کے ہاں منتقل کر دیتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

کفالہ کی اصطلاحی تعریف:

"کسی مطالبے کے معاملے میں ایک شخص کی ذمہ داری کے ساتھ کسی اور شخص کی ذمہ داری کو ملا دینا کفالہ کہلاتا ہے۔ یہ مطالبہ ضروری نہیں کہ صرف قرض کی ادائیگی کے لئے ہو بلکہ مطالبہ کسی چیز کا بھی ہو سکتا ہے"۔[۱]

فقہائے کرام نے عقد کفالہ کی مختلف تعریفات کی ہیں۔ ذیل میں فقہائے احناف کی تعریف پیش کی جاتی ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک کفالہ کی تعریف دو طرح سے کی جاتی ہے۔

"کسی شخص یا قرض یا شے کے مطالبہ میں ایک ذمہ داری کو دوسرے کی ذمہ داری سے وابستہ کر دینا (یعنی ایک کی بجائے دو کا ذمہ ہو جانا)"۔[۲]

اس کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں۔

(۱) کفالہ شخص؛ اسے شخصی ضمانت بھی کہتے ہیں، اسکا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص اس بات کی ضمانت دے کہ وہ مدعی علیہ کو مقررہ تاریخ پر عدالت یا مخصوص جگہ پر حاضر کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔

(۲) کفالہ عین: اجارہ یا اعارہ پر دی ہوئی یا غصب شدہ چیز واپسی مالک کو بحفاظت دینے کی ضمانت لینا۔

(۳) کفالہ قرض: کسی شخص کے قرض کی ضمانت دینا قرض کہلاتا ہے۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ "اصل قرض کی ذمہ داری کو دوسری ذمہ داری میں شامل کر دینا"۔[۳]

لیکن پہلی تعریف کفالہ دوسری سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ عام ہے جس میں ہر طرح کی کفالتیں شامل ہیں۔ دوسری تعریف میں صرف قرض کی کفالہ آتی ہے، اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر ایک شخص کا قرض دوسرے پر ہے تو اس شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے ایک ایسے قابل اعتماد ضامن کا مطالبہ کرے جو اصل مقروض کے ساتھ ذمہ داری کی ادائیگی میں شامل ہو جائے۔ کفیل کو اصیل کے ساتھ شامل کر دینے سے قرض خواہ کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اصل مقروض کو (درمیان

---

(۱) الھدایۃ شرح ھدایہ المبتدی، المرغینانی برھان الدین، ابوالحسن علی بن عبدالجلیل، اصح المطابع دھلی، س ۱۳۱۲ھ، ج۳، ص ۱۱۱

(۲) کتاب الفقہ علی مذاھب الاربعہ، امام، عبدالرحمان جزیری، بیروت لبنان س ندارد، ج۳، ص ۲۶۲

(۳) درالمختار شرح تنویر الابصار، علاء الدین، حصکفی، مطبع حیدریہ، بمبئی، س ۱۳۰۹ھ ج۴، ص ۲۶۰

سے) ہٹائے بغیر کفیل سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔احناف ترجیحی طور پر اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا مطالبہ جس میں ایک ذمہ کو دوسرے میں ضم کرنا ہے گویا اس طرح نہ تو دین کفیل کے ذمہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اصیل سے ساقط ہوتا بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ پابند ہوتے ہیں جب تک ادائیگی ممکن نہ ہو در اصل کفالہ مطالبے کے سلسلہ میں کسی کی ذمہ داری کو کہتے ہیں یعنی کسی شخص سے کسی چیز کا مطالبہ ہو اور وہ شخص ذمہ دار ہو، اور دوسرا شخص اس ذمہ داری کو اپنے سر لے اور اس ذمہ داری کو اپنے اوپر واجب قرار دے تو یہ عمل کفالہ کے زمرے میں آئے گا۔

مثال کے طور پر فیصل نے دو ہزار روپے کا مال ندیم سے خریدا اور وعدہ کیا کہ آئندہ ماہ کی فلاں تاریخ کو اس کی قیمت ادا کرے گا اور اس ادائیگی میں مجید کو کفیل یعنی ضامن بنایا جس پر مجید نے اقرار کر لیا کہ اگر مقررہ تاریخ پر فیصل نے مذکورہ رقم ادا نہ کی تو وہ ادا کرے گا اس صورتحال میں فیصل اصیل اور مکفول عنہ ہے اور مجید کفیل یعنی ضامن اور ندیم مکفول لہ ہے۔

کفالہ کے متعلق فقہی اصطلاحات:

کفالہ کے متعلق اہم فقہی اصطلاحات درج ذیل ہیں۔

(۱) کفیل۔وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کی ذمہ داری میں خود کو شریک کرتا ہے اور حق دار کے ساتھ وہی وعدہ کرتا ہے جو اصل صاحب معاملہ نے کیا ہے، کفیل ذمہ داری وضمانت لینے والے شخص کو کہتے ہیں۔

(۲) اصیل /مکفول عنہ۔اصیل یا مکفول عنہ جس کے ذمہ رقم باقی ہو اور کسی کو کفیل بنائے یعنی اصل مدین[۱]

(۳) مکفول لہ۔وہ شخص جس کی رقم یا کوئی شے باقی ہو اور وہ اس کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہو یعنی کہ صاحب حق

(۴) مکفول بہ۔وہ مال یا شخص جس کی کفالہ کی گئی ہو یعنی کہ وہ شخص جس کی سپردگی کا کفیل نے وعدہ کیا ہو، کفالہ ذات میں مکفول عنہ اور مکفول بہ ایک ہی ہوتا ہے۔[۲]

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کفالہ ایک ہی رکن پر مشتمل ہے اور وہ ایجاب و قبول یعنی کفیل کی طرف سے ایجاب اور دائن اسے قبول کرلے، جبکہ امام ابو یوسفؒ اور جمہور کے نزدیک فقط ایجاب کفالہ کا رکن ہے اور قبول کی ضرورت نہیں اور اس قول پر وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص کی میت لائی گئی کہ اس کا جنازہ ادا کیا جائے جس پر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ

---

(۱)الفقہ الاسلامی وادلتہ، وھبہ الزحیلی، ج۶، ص۱۴۳

(۲)احکام رھن، حوالہ وکفالہ، غلام عبد الحق، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، س۱۹۹۱ء، ص۵۵

اس پر کوئی قرض تو نہیں تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ مقروض ہے تو آپ نے فرمایا اس پر تم خود ہی نماز پڑھو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس کا قرض میرے ذمہ ہے اور پھر آپ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ ادا کروائی۔

مندرجہ بالا سطور میں دونوں ابحاث اصولی طور پر بیان کرتی ہیں کہ کفالہ میں چونکہ ایک شخص دوسرے شخص کے قرض کی ادائیگی میں ضمانت کا کردار ادا کرتا ہے لہذا زر اعتباری کے اجراء میں بینک قرض دہندہ کی طرف سے قرض خواہ کو جو اعتماد مہیا کرتا ہے وہ کفالہ کی تعریف پر پورا اترتا ہے لہذا زر اعتباری کا معاملہ کفالہ کی بنا پر بھی پورا اترتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے ایک بات یہ مالی کفالہ کے جائز ہونے خواہ قرض معلوم ہو یا غیر معلوم ہو تاہم وہ قرض صحیح ہو۔

احناف مشروط مالی کفالہ کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ کفالہ کی ذمہ داری لینے والے کو اختیار ہے کہ وہ عقد کفالہ کو کسی شرط سے محدود کر دے۔ مثلاً کہے کہ تو فلاں مخصوص شخص کے ساتھ جو خرید و فروخت کرے گا میں اس کا ضامن ہوں، یا یہ کہے کہ تیری طرف سے فلاں مخصوص شخص کے ذمہ جو واجبات ہوں گے میں ان کا جواز درج ذیل آیت قرآنی سے ملتا ہے

﴿وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ (1)

اور جو کوئی لائے اسکو ملے بوجھ ایک اونٹ کا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

احکام کفالہ:

اگر کفالہ کے احکام کو مختلف نکات کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

- کفیل اصیل کا ضامن ہو گا لہذا اس سے دین کا مطالبہ اور وصولی کی جا سکتی ہے۔
- صاحب دین کو اختیار حاصل ہے کہ اگر چاہے تو اصیل سے مطالبہ کرے اور چاہے تو کفیل سے، ایک سے مطالبہ دوسرے سے مطالبہ کرنے کا حق ساقط نہیں کر سکتا اور یہ بھی حق حاصل ہے کہ ایک سے مطالبہ کے بعد دوسرے سے مطالبہ کیا جائے اور ساتھ ہی یہ حق بھی حاصل ہے کہ دونوں سے مطالبہ کرے۔
- اگر دو شخص بالاتفاق کسی دین کے مدین ہوں اور ان میں سے ایک کا کوئی کفیل ہو تو قرض لینے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ تینوں سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرے۔ اور متعدد کفیل ہوں تو بھی ہر ایک سے مطالبہ دین کیا جا سکتا ہے۔
- اگر کفالہ کرتے وقت یہ شرت عائد کر دی جائے کہ اصیل یعنی مقروض بری الذمہ ہو گا تو یہ کفالہ نہیں بلکہ حوالہ کہلائے گا۔
- کفالہ میں کفیل سے مطالبہ ان شرائط پر ہی ہو گا جو کفالہ کا معاہدہ طے کرتے وقت مقرر کی جائیں۔

---

(۱) یوسف ۱۲/ ۷۲

- قرض کی ادائیگی کے لئے جو مدت مقرر ہو اس مدت کے گزرنے کے بعد بھی کفالت جائز اور مدت زیادہ بھی کی جاسکتی ہے۔

تاکہ زر اعتباری کے بارے میں سمجھنا آسان اور سہل ہو درج ذیل میں زر اعتباری کے حوالہ سے فقہائے احناف کا موقف بیان کیا جاتا ہے تاکہ فقہائے احناف کا موقف اس حوالے سے واضح ہو سکے۔ زر اعتباری کے آلات کی الگ الگ شرعی تکییف ذیل میں پیش خدمت ہے۔

زر اعتباری کی ایک قسم چیک ہے، چیک کے متعلق فقہائے احناف کا موقف مفتی تقی عثمانی صاحب "تکملہ فتح الملہم "میں کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

> " صحیح یہ ہے کہ بنک چیک ایک سند ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اس پر دستخط کیے ہیں، وہ حامل کو وکیل بناتا ہے تاکہ وہ اس کا دین وہاں سے وصول کرے، اور پھر مقاصہ ہو جائے، لہذا چیک ثمن نہیں، اس لئے چیک پر قبضہ اس کے اندر درج شدہ رقم پر قبضہ تصور نہیں ہو گا جب تک اس کو کیش نہ کرایا جائے، جب تک فقیر اس کو کیش نہ کرائے، اس وقت تک اس سے زکوۃ ادا نہیں ہو گی، نیز چیک سے سونا چاندی کی خریداری بھی جائز نہیں، کیونکہ مجلس کے اندر تقابض نہیں پایا جاتا، اور اس کے دستخط کنندہ کے لئے جائز ہے کہ اس کے حامل کو وکالت سے معزول کرے، جب تک وہ اس کو لے کر بنک نہ پہنچ جائے"۔ (۱)

"کتاب البنک اللاربوی اور شرعیہ اسٹینڈرڈ "کی مذکورہ عبارت کی روشنی میں بندے کا خیال یہ ہے کہ بعض صورتوں میں چیک کا معاملہ ضرور حوالہ کے زمرے میں آجاتا ہے، اس لئے علی الاطلاق چیک میں حوالہ کی نفی بظاہر درست نہیں، اور اس کو ہر حال میں محض رسید قرار دینا اور اس معاملے کو وکالت قرار دینا محل نظر ہے، نیز خط کشیدہ حکم بظاہر اس وقت ہے جبکہ سونے یا چاندی پر بھی مجلس عقد میں قبضہ نہ ہو، ورنہ اگر سونے یا چاندی پر مجلس عقد میں قبضہ پایا جائے، تو میرے خیال میں یہ معاملہ درست ہونا چاہیے کیونکہ چیک میں درج شدہ رقم کوئی کرنسی ہو گی، اور کرنسی کے ساتھ سونے چاندی کا ادھار معاملہ درست ہے، کیونکہ یہ بیع صرف میں داخل نہیں۔

> زر اعتباری کی ایک قسم ہنڈی ہے جسے "انگریزی میں بل آف ایکسچینج" کہتے ہیں، ہنڈی کی شرعی حوالہ سے اگر وضاحت کی جائے تو یوں کی جاسکتی ہے کہ اگر مرتب (ساحب) مستفید کا مدیون ہو، تو اس صورت میں ہنڈی از قبیلہ حوالہ ہے، مرتب محیل ہو گا، مرتب الیہ محال علیہ ہو گا، اور مستفید محال ہو گا، اور اگر مرتب مستفید

---

(۱) تکملۃ فتح الملھم شرح الصحیح المسلم، تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ج ۱، ص ۵۱۵

کا مدیون نہ ہو، تو اس صورت میں ہنڈی از قبیل حوالہ نہیں ہو گا، بلکہ یہ وکالہ ہو گا۔[1]

مفتی تقی عثمانی اس کی وضاحت کچھ یوں فرماتے ہیں۔

"بانڈ، ہنڈیاں اور دیگر مالی دستاویزات جن پر خاص مقدار لکھی ہوئی ہوتی ہے، جاری کرنے کے دن سے، ان کے ساتھ تعامل بلاشبہ حوالہ صحیح ہے، کیونکہ جس نے اس کو جاری کیا ہے، اس نے اس پر لکھا ہے کہ میں ہر اس شخص کا مدیون ہوں جس کے پاس یہ بل موجود ہو، پس جب وہ یہ بل کسی اور آدمی کو دیتا ہے تو وہ حوالہ کر رہا ہے، اس میں محیل اور محتال کی رضامندی صراحتاً پائی جاتی ہے، اور محتال علیہ کی رضامندی معناً پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ جاری کرتے وقت اس بات پر راضی ہے کہ وہ اس میں لکھی ہوئی رقم ہر اس شخص کو ادا کرے گا، جس کے پاس یہ بل موجود ہو، جہاں تک ایجاب و قبول کے تلفظ کا تعلق ہے تو وہ حوالہ میں شرط نہیں، (یعنی تلفظ شرط نہیں ہے) بلکہ یہ تعاطی سے بھی منعقد ہوتا ہے، جیسا کہ بیع تعاطی سے منعقد ہو جاتی ہے"۔[2]

یہاں پہ ایک اور مسئلہ درپیش ہے کہ ہنڈی کے موقع پر جو کٹوتی کی جاتی ہے یا اس کی اجرت وصول کی جاتی ہے تو اس کے بارے میں فقہائے احناف کا موقف کیا ہے؟ تو اس حوالہ سے فقہائے احناف کے موقف کی مختلف جہات ہیں۔ کچھ لوگوں نے ہنڈی پر بٹہ لگانے کو درج ذیل صورتوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ قرض اور وکالۃ کے دونوں عقد بالکل ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں، وکالہ عقد قرض کے لئے شرط نہ ہو، اور عقد قرض وکالہ کے لئے شرط نہ ہو۔

۲۔ وکالہ فیس کی مدت کے ساتھ مربوط نہ ہو کہ اگر مدت لمبی ہو، تو اجرت زیادہ ہو، اگر مدت کم ہو تو اجرت بھی کم ہو۔

۳۔ قرض کی وجہ سے وکالہ فیس میں اضافہ نہ ہو، ورنہ یہ کل قرض جر منفعہ میں داخل ہو جائے گا، جو ناجائز ہے۔

اس حوالہ سے مزید وضاحت فرماتے ہوئے مفتی صاحب یوں فرماتے ہیں:

"اجرت کو رقم کی تعداد کے ساتھ مربوط کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دلالی (سمسرۃ) کی اجرت کو مالیت کے ساتھ وابستہ کرنے میں اختلاف ہے، لیکن علامہ شامی نے جواز کو ترجیح دی ہے۔ یعنی دلال نے زیادہ مالیت کی چیز بیچی ہے تو زیادہ اجرت لینا، اور کم مالیت کی چیز میں دلال بنا ہے، تو کم اجرت لینا جائز ہے، اس کی جو وجہ علامہ شامی نے لکھی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ گویا یہاں مالیت کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں دلال

---

(۱) تکملۃ فتح الملھم، ج۱، ص۵۱۶

(۲) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص۳۷۸

کی محنت اور عمل برابر ہے، مگر اجرت مقرر کرتے ہوئے صرف عمل اور محنت کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ اجرت مقرر ہونے میں عمل کی قدر اور نوعیتکا بھی دخل ہوتا ہے، کم مالیت کی چیز کی دلالی کی قدر کم ہے، زیادہ مالیت کی چیز کی قدر زیادہ ہے، لہذا اس کی بناء پر اجرت میں بھی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔اس پر قیاس کرتے ہوئے وکالت کی اجرت کو مقدار رقم کے ساتھ وابستہ کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، مگر اجرت کو مدت اور زمانے کے ساتھ مربوط کرنے کا کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے یہ عینہ والی شکل ہے کہ بلا سود قرض لے کر قرض کی مدت کے حساب سے وکالت کی اجرت وصول کر لی گئی یعنی جو سود قرض پر نہیں لیا جاسکا، وہ وکالت کی اجرت بڑھا کر وصول کر لیا گیا"۔[1]

مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وکالہ فیس کو مذکورہ معاملے میں لیا جاسکتا ہے۔

۱۔ بل کی رقم کی تعداد کے ساتھ مربوط کرنے کی گنجائش ہے۔

۲۔ لیکن بل کی پختگی کی مدت کے ساتھ مربوط کرنا جائز نہیں۔

زر اعتباری کی ایک قسم بانڈز ہیں اگر ان کی شرعی تکییف کی جائے تو درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں، ملاحظہ ہوں:

بانڈز کے متعلق جمہور علمائے امت کا موقف ہے کہ بانڈز میں قیمت اسمیہ کے علاوہ کمی بیشی کے ساتھ کچھ رقم لینا بھی سود ہے، اور ناجائز ہے، اور انعام کے طور پر جو رقم بھی ملتی ہے اس کا لینا ناجائز اور حرام ہے۔لہذا تمام جمہور علماء کے موقف کی وضاحت کچھ اس طرح پیش کی جاتی ہے۔

"اکثر علمائے معاصرین کا موقف یہ ہے کہ بانڈز اور سرٹیفیکیٹ کے ساتھ لین دین جائز ہے، خواہ کسی بھی قسم کے ہوں، ان میں شیخ شلتوت، ڈاکٹر محمد یوسف موسی، ڈاکٹر یوسف قرضاوی، ڈاکٹر عبد العزیز الخیاط، ڈاکٹر علی السالوس، ڈاکٹر صالح المرزوقی بھی ہیں، کیونکہ بانڈ کمپنی یا ادارے کے ذمہ قرض ہے جس نے اس کو جاری کیا ہے، اور اس پر مشروط منافع ملتا ہے، لہذا یہ ربا النسیئۃ سے ہے، جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے"۔[2]

مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب "بحوث فی قضایا فقهیۃ المعاصرۃ "میں اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

---

(۱)بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ، محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، س ۱۴۴۲ھ، ص ۴۵۰

(۲)المعاملات المالیہ المعاصرہ فی الفقہ الاسلامی، محمد شبیر عثمانی، دار النفائس، اردن، ص ۱۵۲

"یہ سارے بانڈز اصلا سودی ہیں، کیونکہ ان میں مقرض یہ التزام کرتا ہے کہ وہ بانڈ کی رقم اور کچھ اضافہ دے گا ،اور اس لین دین کا حرام ہونا ظاہر ہے، کیونکہ یہ ربوی معاملہ ہے"۔[1]

بانڈز کی طرح سرٹیفیکیٹ بھی سود پر مبنی معاملہ ہے جو مختلف کمپنیوں کی طرف سے جاری کیے جاتے ہیں۔اس حوالہ سے ڈاکٹر عصمت اللہ اپنی مشہور کتاب "زر کا تحقیقی مطالعہ "میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں۔

"قرضوں کے سرٹیفیکٹس ایسے صکوک ہیں،جو قرضوں کی نمائندگی کرتے ہیں، جن کو کمپنیاں عام لوگوں سے ایک متعین سودی فائدے کی بنیاد پر حاصل کرتی ہیں، یہ صکوک آج کے لین دین میں قابل تداول ہیں،یعنی قابل خرید وفروخت ہیں،اور قابل تجزی نہیں ہیں۔بعض اوقات کمپنیاں مجبور ہو جاتی ہے کہ یہ صکوک جاری کریں، کیونکہ اپنے منصوبوں کی تکمیل کی انجام دہی کے سلسلے میں ان کو فنڈ کی ضرورت ہوتی ہے، حصص سے جو فنڈ حاصل ہوتا ہے،وہ ناکافی ہوتا ہے، یا بعض اوقات مالی بحران سے یہ کمپنیاں دوچار ہو جاتی ہیں، اور یہ نہیں چاہتیں کہ مزید حصص کی پیش کش کریں، کیونکہ اس سے شئیر ہولڈر کے حصص کم ہو جائیں گے،تو وہ یہ طریقہ اختیار کرتی ہیں"۔

دوسری طرف اکثر لوگوں کے پاس بچتیں ہوتی ہیں، یہ بچتیں یا ان کے گھروں میں رکھی ہوئی ہوتی ہیں، یا پھر کرنٹ اکاونٹ میں ہوتی ہیں، لہذا ان سے ان کو کچھ نفع نہیں ملتا،البتہ نفع کی صورت یہ ہے کہ وہ یہ بچتیں تاجروں کو یا صنعت کاروں کو دے دیں،اس طریقے سے ان کو بھی نفع حاصل ہو جائے گا،یہیں سے ان سرٹیفیکٹس کا تصور اجاگر ہو گیا۔[2]

اس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ سرٹیفیکٹس بھی بانڈز کی طرح سودی صکوک ہیں،اور ان کے ذریعے عام لوگوں سے سودی قرض وصول کیا جاتا ہے، جس میں کمپنیوں کا بھی فائدہ ہے کہ ان کو ان کے ذریعے سودی قرضہ مل جاتا ہے،اور لوگوں کا بھی فائدہ ہے کہ ان کو اپنی بچتوں پر کچھ نفع مل جاتا ہے۔

اسی لئے مفتی تقی عثمانی ان صکوک کے حکم کے اور ان کے شرعی متبادل کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

(۱)بحوث فی قضایافقہیہ معاصرہ، ۴۵۳

(۲)زر کا تحقیقی مطالعہ،ص۴۰۹

"لیکن یہ طریقہ اس سودی قرض پر مبنی ہے، جس کو شریعت جائز قرار نہیں دیتی کسی بھی حال میں، اس لئے بعض مسلمانوں نے بعض بلاد اسلامیہ میں ان صکوک کے شرعی متبادل کے طور پر سندات المقارضہ یعنی مضاربہ سرٹیفیکٹس نکالے۔" (۱)

مندرجہ بالا ابحاث یہ ثابت کرتی ہیں کہ زر اعتباری کے حوالہ سے جس کی چند اقسام کے ذکر سے فقہائے احناف اور فقہ حنفی کا موقف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ویسے تو مسئلہ اتنا اہم اور وسیع ہے کہ جس کے لئے ایک وسیع تر تحقیق اور مطالعہ کی ضرورت ہے لیکن یہاں پہ انتہائی اختصار کے ساتھ فقہائے احناف کا موقف پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

حاصل بحث:

فقہائے احناف کے ہاں زر اعتباری فقہی اعتبار سے مختلف معاملات میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر فقہائے احناف زر اعتباری کو بیع الدین بالدین، حوالہ اور کفالہ کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔ جو احکامات حوالہ اور کفالہ کے ہیں وہی احکامات زر اعتباری لے ہوں گے۔ کیونکہ فقہی اعتبار سے زر اعتباری انہی فقہی ابحاث میں آتی ہے۔

لہذا زر اعتباری کو جاننے سے پہلے حوالہ، کفالہ اور بیع الدین بالدین کے احکامات جاننا ضروری ہیں تاکہ زر اعتباری کو فقہی اعتبار سے سمجھا جاسکے اور اس کی کلیات وجزئیات کے بارے میں کوئی شرعی وضاحت کی جاسکے۔

---

(۱) مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، تقی عثمانی، ج ۳، ص ۱۸۵۳

فصل دوم:

زر اعتباری کا جائزہ شوافع کی نظر میں

فصل دوم: زر اعتباری کا جائزہ شوافع کی نظر میں

مندرجہ بالا فصل میں زر اعتباری کی شرعی تکییف "بیع الدین"" حوالہ "اور "کفالہ" کے ضمن میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے ذیل میں فقہ شافعیہ کی روشنی میں "بیع الدین "اور "حوالہ "اور "کفالہ" کے حکم کے متعلق روشنی ڈالی جاتی ہے۔ زر اعتباری کے متعلق فقہائے شوافع ایک خاص نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں جس کو ذیل میں بلا تمھید انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

بیع الدین کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں جن میں "**بیع الدین بالدین، بیع الدین ممن علیه الدین، بیع الدین من غیر من علیه الدین** "شامل ہیں ان تینوں اقسام کو فقہ شافعی کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ شافعی فقہاء کا نقطہ نظر واضح ہو۔

بیع الدین بالدین:

فقہائے شافعیہ کے ہاں بھی یہ قسم ناجائز ہے اور اس کی حرمت ثابت ہے ان کی دلیل بھی وہی حدیث مبارکہ ہے جو فقہائے احناف نے پیش کی ہے حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

(ان النبي نهي عن بيع الكالي بالكالي) [۱]

رسول اللہؐ نے ادھار بمقابلہ ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۱) بیع الدین من علیہ الدین:

بیع الدین ممن علیہ الدین بھی فقہائے شافعیہ کے ہاں کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاوہ تمام شرائط اس میں ہونی چاہیے جو عام بیع کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ عام بیع میں یہ شرط ہے کہ مبیع بائع کے قبضے میں ہو، یہ شرط بیع الدین کی مذکورہ صورت میں ہونا بھی ضروری ہے اور اسی وجہ سے مسلم فیہ (مبیع) کو مسلم الیہ کو قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔ [۲]

---

(۱) مستدرک امام حاکم، محمد بن عبد اللہ ، طبع بیروت لبنان، س۱۴۱۱ھ، ج۲، ص۶۵، حدیث نمبر ۲۳۴۲

(۲) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۵۲

(۲) بیع الدین من غیر من علیہ الدین:

بیع الدین من غیر من علیہ الدین بیع کے طریقے سے ممنوع ہے اور اگر یہ حوالے کے طریقے سے ہو تو پھر یہ فقہائے شافعیہ کے ہاں بھی جائز ہے۔ بیع اور حوالہ میں فرق یہ ہے کہ اگر حوالہ میں محال علیہ مفلس ہو جائے، یا انکار کرے، اور گواہ موجود نہ ہوں، تو اس صورت میں محتال (اصل دائن) اپنا دائن وصول کرنے کے لئے محیل (اصل مدیون) کی طرف رجوع کر سکتا ہے، لیکن لیکن بیع کی صورت حال یہ ہے کہ جب مدیون اپنا دین فروخت کرے، تو گویا کہ دین خریدنے والا تمام حقوق میں مدیون کا قائم مقام بن جاتا ہے، لہذا جب مدیون مفلس ہو جائے یا دین کا انکار کرے، تو اس کے لئے جائز نہیں کہ دین فروخت کرنے والے کی طرف رجوع کرے، یہیں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ بیع کی صورت میں غرر ہے اور حوالہ کی صورت میں غرر نہیں ہے۔[۱]

فقہائے شافعیہ میں امام نووی فرماتے ہیں۔

"المائة فلا یصح علي الاظهر لعدم القدرة علیٰ التسلیم وعلي الثاني یصح بشرط ان یقبض مشتری الدین ممن علیه اون یقبض بائع الدین العوض في المجلس فان تفرقا قبل القبض احدهما بطل العقد،قلت:الاظهر الصحة۔[۲]

ایک دوسری عبارت میں الفاظ کچھ یوں ہیں۔

"وفي شرح المهذب:فاما بیعه لغیره کمن له علیٰ رجل مائة فاشتری من آخر عبدا بتلك المائة فیٰ صحته قولان مشهوران اصحهما:لا یصح لعدم القدرة علي التسلیم والثاني: یصح بشرط ان یقبض مشتری الدین ممن هو علیه وان یقبض بائع الدین العوض في المجلس فان تفرقا قبل قبض احدهما بطل العقد۔[۳]

مندرجہ بالا نصوص کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ بیع الدین من غیر المدیون شافعیہ کے ہاں جائز نہیں، البتہ اگر مشتری مجلس عقد میں دین پر قبضہ کر لے، لیکن ظاہر ہے کہ اس شرط کی وجہ سے دین دین ہی نہیں رہا، تو حاصل یہی رہا کہ بیع الدین ممن لیس علیہ الدین ان کے ہاں جائز نہیں اسی وجہ سے علامہ نووی نے منہاج الطالبین میں عدم جواز کا قول ہی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

(۱) زرکا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۵۵

(۲) روضۃ الطالبین، یحیی بن شرف الدین، النووی، ناشر، المکتبہ التوفیقیہ، س ندارد، ج ۳، ص ۵۱۴

(۳) المجموع شرح المہذب، محی الدین بن شرف النوی، مکتبہ العاصمہ القاہر، س ۱۹۶۶ء، ج ۹، ص ۳۰۰

"وبيع الدين لغير من عليه باطل في الاظهر بان اشترى عبد زيد بمائة له علي عمرو،" [1]

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر شافعیہ مطلقا بیع الدین ممن لیس علیہ کو ناجائز کہتے ہیں۔

(عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھا نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے بیع الکالی بالکالی سے منع فرمایا۔

وَمَذْهَبُ الْحَنَابِلَةِ بُطْلَانُ بَيْعِ الدَّيْنِ بِدَيْنٍ مِمَّنْ هُوَ عَلَيْهِ،أَوْ مِنْ غَيْرِهِ مُطْلَقًا.

وَذَكَرُوا لَهُ صُوَرًا ، وَقَال فِي ابْنِ الْمُنْذِرِ : أَجْمَعَ أَهْل الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ بَيْعَ الدَّيْنِ بِالدَّيْنِ لاَ يَجُوزُ .

اور حنابلہ کے مذہب کے نزدیک بیع الدین بدین ممن علیہ باطل ہے۔ یا پھر اسکی مطلق صورت بیان کی ہے۔ اور ابن منذر نے کہا اس بات پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ بیع الدین بالدین جائز نہیں ہے۔

حوالہ کا مفہوم فقہائے شوافع کی نظر میں:

بیع الدین کے بعد زر اعتباری کے ضمن میں حوالہ کی بحث آتی ہے حوالہ کا لغوی مطلب تو تمام فقہاء کے ہاں ایک ہی ہے لیکن اصطلاحی تعریفات میں واضح فرق موجود ہے۔ ذیل میں فقہ شافعیہ کی حوالہ کے متعلق تعریفات پیش خدمت ہیں ملاحظہ ہوں۔

شافعی فقہاء کی تعریف حوالہ احناف کی تعریف حوالہ کے مطابق ہے۔ [2]

جیسا کہ "امام الشربینی الخطیب" اپنی کتاب میں وضاحت کرتے ہیں۔

"حوالہ قرض کے عوض قرض کو فروخت کرنے کا نام ہے، جس کو ضرورت کے پیش نظر جائز رکھا گیا ہے۔" [3]

کفالہ کی لغوی تعریف تمام فقہائے کرام کے ہاں تقریبا ایک جیسی ہے لیکن اصطلاحی تعریف میں اختلاف ہے ذیل میں فقہائے شافعیہ کے ہاں کفالہ کی تعریف کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

"کفالہ ایک معاہدہ ہے جو اس امر کا متقاضی ہے کہ ایک شخص اس حق کی ادائیگی کا جو کسی دوسرے شخص پر واجب ہے ذمہ لے یا جس چیز کی یا شخص کی ضمانت دی ہے اسے حاضر کر دینے کی ذمہ داری لے"۔ [4]

---

(۱) مغنی المحتاج الی معرفہ المعانی لفاظ المنہاج، شمس الدین محمد بن احمد، س ۲۰۱۴ء ج ۲، ص ۷۱

(۲) الدیون و توثیقھا فی الفقہ الاسلامی، صالح بن عثمان، ناشر، جامعہ امام محمد بن سعود ریاض، س ۲۰۰۱ء، ج ۱، ص ۱۴۲

(۳) الاقناع، الخطیب، محمد شربینی ، دار المعرفہ، بیروت، س ۱۹۷۸ء، ج ۳، ص ۹۰

(۴) فتح القدیر، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، ابن ہمام، طبع بولاق، س ۱۳۱۶ھ، ج ۵، ص ۳۸۹

(ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد شوکانی کے والد علی بن محمد صنعاء میں شوکانی کے انتساب سے مشہور تھے۔ شوکانی کی وجہ انتساب کے متعلق خود امام شوکانی لکھتے ہیں کہ شوکان یمن کے قبائل خولان کی بستی کا نام ہے۔ جو صنعاء سے تقریبا ایک روز کی مسافت پر واقع ہے۔)

لغوی اعتبار سے کفالہ احناف اور حنابلہ کے ہاں ضم کرنے اور ملانے کے معنی میں ہے، جبکہ شافعی فقہاء کے نزدیک اس سے مراد التزام اور پابندی کے ہیں۔ احناف ترجیحی طور پر اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ اس سے مراد مطالبہ میں ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ میں ضم کرنا ہے گویا کہ اس طرح نہ تو دین کفیل کے ذمہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اصیل سے ساقط ہوتا ہے۔

شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی کفالہ کی صورت میں دین دونوں کے ذمہ ثابت رہتا ہے۔ [۱]

جس طرح کہ اوپر وضاحت کی جاچکی ہے کہ چیک بھی زر اعتباری کی اقسام میں سے ہے، چیک کی شرعی تکییف میں مختلف اقسام اور مختلف حالات کی وجہ سے علماء کے مختلف اقوال سامنے آتے ہیں، کہ چیک حوالہ ہے یا وکالہ ہے، یا کیا ہے؟، یہاں پر صرف اس کے ضروری خلاصہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

سید محمد باقر الصدر نے چیک کی شرعی تکییف کے بارے میں جو بحث کی ہے، اس کا حاصل درج ذیل ہے:

"چیک میں چیک لکھنے والا عام طور پر مدیون ہوتا ہے، اور مستفید دائن ہوتا ہے، لہذا مدیون بنک کے لئے چیک لکھتا ہے، اور اس کو دائن کو دیتا ہے، تاکہ اس کا قرض چک جائے، پھر کبھی مدیون کا بنک میں بیلنس ہوتا ہے، اور کبھی نہیں ہوتا، بلکہ اوورڈرافٹ کا معاملہ ہوتا ہے لہذا ان دونوں حالتوں کا حکم لکھا جاتا ہے"۔ [۲]

پہلی حالت:

اگر چیک لکھنے والا خود اپنے اکاونٹ سے رقم نکلواتا ہے، تو یہ محض اپنا قرض وصول کرنا ہے، جسے "استیفاء دین" کہتے ہیں، لہذا اس صورت میں اگر محرر چیک مستفید کا مدیون ہو، اور وہ چیک لکھ کر مستفید کو دیدے، تو یہ حوالہ ہے، اور یہ دائن کا حوالہ ہے، بمقابلہ مدیون، یہ شرعا درست ہے، اور اس سے مدیون کا ذمہ فارغ سمجھا جائے گا۔

دوسری حالت:

کہ محرر کا بنک میں بیلنس نہ ہو، اور یہ "**سحب علي المكشوف**" ہو، اور محرر مستفید کا مدیون ہو، دائن یعنی مستفید یہ چیک بینک کو پیش کرتا ہے تاکہ وہ اپنی قیمت وصول کرے، تو یہ صورت بھی حوالہ کی ہے، لیکن اس میں محتال علیہ محیل کا مدیون نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہاء کی اصطلاح کے مطابق اس کو "**حواله علي البرى**" کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے، بنک اگر چیک قبول کرے، تو گویا کہ اس نے حوالہ قبول کر لیا، تو اس کا ذمہ محال کے لئے مشکل ہو جائے گا اس رقم کے ساتھ جو محال کا محول کے ذمہ واجب ہے، اور محول بینک کا مدیون ہو جائے گا۔

---

(۱) شرح الکبیر، شمس الدین شیخ محمد عرفہ دسوقی، دار لفکر بیروت لبنان، س ندارد، ج۳، ص۳۲۹

(۲) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص۳۶۶

مندرجہ بالا بحث کا حاصل یہ ہوا کہ:

۱۔ اگر محرر کا بینک میں بیلنس موجود ہے، اور وہ خود اپنے لئے بینک سے چیک کے ذریعے پیسے نکلواتا، تو یہ محض استیفائے دین ہے۔

۲۔ اور اگر محرر کا بینک میں بیلنس موجود ہے، اور محرر کسی اور کو چیک دیتا ہے، اور وہ محرر کا دائن ہے، تو یہ دائن کا حوالہ ہے مدیون کے مقابلے میں۔

۳۔ اور اگر محرر کا بینک میں بیلنس نہیں، اور محرر اپنے لئے بنک سے رقم نکلواتا ہے تو یہ قرض کا معاملہ ہے کہ بینک مقرض ہے، اور محرر مستقرض ہے۔

۴۔ اور محرر کا بینک میں بیلنس نہیں، اور محرر کسی اور کو چیک لکھ کر دیتا ہے، اور وہ محرر کا دائن ہے، تو یہ بھی حوالہ ہے، جس کی تفصیل دوسری حالت میں گزر گئی۔ [۱]

زر اعتباری کی ایک قسم ہنڈی کے بارے میں "المعايير الشرعية" میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرتب (ساحب) مستفید کا مدیون ہو، تو اس صورت میں ہنڈی از قبیل حوالہ ہے، مرتب محیل ہو گا، مرتب علیہ محال علیہ ہو گا، اور مستفید محال ہو گا، اور اگر مرتب مستفید کا مدیون نہ ہو، تو اس صورت میں ہنڈی از قبیل حوالہ نہیں ہو گا، بلکہ یہ وکالہ ہو گا، پھر جاننا چاہئے کہ اگر مرتب اور مرتب الیہ میں مدیونیت کا علاقہ نہ ہو، تو یہ حوالہ مطلقہ ہے"۔ [۲]

مندرجہ بالا ابحاث سے یہ بات واضح ہوتی ہے فقہ شافعی میں زر اعتباری بعض اوقات تو حوالہ ہوتی ہے اور اس پر حوالہ کے احکام لاگو ہوتے ہیں اور بعض اوقات اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ وکالہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو اس پر وکالہ کے احکام لاگو ہوتے۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۶۸

(۲) المعاییر الشرعیہ، ھیئۃ المحاسبہ والمراجعہ الموسسات المالیہ الاسلامیہ، س ۱۴۲۴ھ، ج ۳، ص ۱۴۵

حاصل بحث:

فقہائے شوافع اور فقہائے احناف کا زر اعتباری کے متعلق نقطہ نظر کا اختلاف ہے۔فقہائے شوافع بیع الدین بالدین اور حوالہ، کفالہ کی تعریفات اور ابحاث میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔فقہائے احناف اور شوافع کے نزدیک بنیادی اختلاف حوالہ و کفالہ کی جزئیات کو سمجھنے اور بیان کرنے میں ہیں۔

بنیادی طور پر شوافع بھی زر اعتباری کو انہی مباحث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں جن کے ضمن میں فقہائے احناف کرتے ہیں۔باقی جزئیات کے بارے میں اصولی اختلاف یہ مسائل کا حسن بھی ہوتا ہے اور اس میں مزید وسعت بھی پیدا کرتا ہے،اگر کائنات میں کسی چیز میں اختلاف نہ ہوتا تو پھر نئی نئی ایجادات و اختراعات کبھی بھی وجود میں نہ آپاتی یہ نقطہ نظر کا اختلاف ہی ہے جو مسائل میں مزید وسعت پیدا کرتا ہے اور مستقبل کی نئی نئی راہیں متعین کرتا ہے۔

فصل سوم:

زر اعتباری کا جائزہ مالکیہ اور حنابلہ کی نظر میں

فصل سوم: زر اعتباری کا جائزہ مالکیہ اور حنابلہ کی نظر میں

زر اعتباری چونکہ بیع الدین کے زمرے میں آتی ہے لہذا یہاں پر بیع الدین کی تینوں اقسام کے متعلق فقہائے مالکیہ کا مذہب نقل کرنا درست معلوم ہوتا ہے۔

(۱) بیع الدین بالدین:

بیع الدین بالدین جمہور فقہاء کے ہاں ناجائز ہے جن میں فقہائے مالکیہ بھی سر فہرست ہیں۔اس کی وجہ بیع الدین کی اس قسم کا "بیع الکالی بالکالی" ہونا ہے جو تمام جمہور علماء کے ہاں ناجائز ہے بلکہ بعض علماء کا تو اس پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۲) بیع الدین ممن علیہ الدین:

بیع الدین ممن علیہ الدین کی یہ صورت تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی شرطیں عام بیع کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہیں، ان تمام شرطوں کا متحقق ہونا یہاں بھی ضروری ہے، مثلاً عام بیع میں یہ شرط ہے کہ مبیع بائع کے قبضے میں ہو، یہ شرط بیع الدین کی مذکورہ صورت میں ہونا بھی ضروری ہے، اور اسی وجہ سے مسلم فیہ (مبیع) کو مسلم الیہ کو قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔[1]

(۳) بیع الدین من غیر من علیہ الدین:

یہ بیع الدین کی تیسری سورت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دائن اپنا دین کسی تیسرے شخص کو فروخت کرتا ہے، اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ بیع الدین من غیر من علیہ الدین کے متعلق بھی مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے، لیکن چند شرائط کے ساتھ انھوں نے اس کی اجازت دی ہے جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ مدیون حاضر ہو۔

۲۔ مدیون دین کا اقرار کرتا ہو۔

۳۔ دین اس قبیل سے ہو کہ اس کی بیع قبل القبض جائز ہو، لہذا دین اگر طعام کی شکل میں ہو، تو اس کی بیع جائز نہیں، کیونکہ طعام کی بیع قبل القبض جائز نہیں۔

۴۔ دین کا تبادلہ غیر جنس کے ساتھ ہو۔

۵۔ یہ معاملہ سونے چاندی کا نہ ہو۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۵۲

۶۔ مدیون اور دین خریدنے والے کے درمیان عداوت نہ ہو۔
اس سلسلے میں "علامہ زرقانی مالکی "کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"ومنع بيع الدين علي الغائب ولو قربت غيبته او ثبت ببينة وعلم ملاءه بخلاف الحوالة عليه فا نها جائزة----ومنع بيع دين علي حاضر ولو ببينة الا ان يقر والدين مما يباع قبل قبضه وبيع غير جنسه وليس ذهبا بفضة ولا عكسه وليس بين مشتريه ومن عليه عداوة ولا قصد اعناته فلا بد من هذه الخمسة شروط لجواز بيعه زيادة علي قوله يقر"۔[1]

مندرجہ بالا عبارت کا حاصل بھی وہی شرائط ہیں جو اوپر بیان کی جاچکی ہیں۔

. اگر مالکی مذہب کا جائزہ تو ان کے نزدیک عقد دین کی مختلف صورتیں ہیں جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

ہر وہ معاملہ فسخ ہو جائے گا جو مدین کے ذمہ ہو اور اسکا قبضہ متاخر ہو، اسی طرح تاخیر کا سبب مالی اضافے ہو تو بھی یہ معاملہ ناجائز تصور کیا جائے گا اور یہ ربا الجاھلیۃ کی سخت ترین قسم محسوس کی جائے گی جس کو کتاب وسنت میں حرام کیا گیا ہے

بیع الدین لغیر من ھو علیہ الدین اگرچہ موجود ہو یہ سنت رسول ﷺ سے منع شدہ ہے۔ پس جس کا قرض ہو زید پر اور دوسرے کا قرض عمرو پر ہو اور دونوں قرض کی خرید و فروخت کریں تو یہ سنت رسول ﷺ میں حرام اور فاسد ہے اور اگر کسی خاص معین منافع کے ساتھ جیسا کہ زید نے عمرو کا ادھار دینا ہے پس زید نے یہ ادھار خالد کے ہاں بیچ دیا تو یہ جائز ہو گا۔ بیع الدین کی اقسام اور انکا حکم ہے تو مالکیہ فقہاء نے کچھ مزید بیان کیا ہے۔

ادھار کی بیع کا نقد کے ساتھ معاملہ ہے تو یہ جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ جب مدین زندہ اور شہر میں حاضر ہو، اور اگر وہ بیع کی مجلس میں حاضر نہیں ہے تو اسکے احکام مختلف ہوں گے۔

زر اعتباری حوالہ کے ضمن میں بیان کی جاتی ہے فقہائے مالکیہ کا حوالہ کے بارے میں موقف درج ذیل ہے۔

حوالہ؛ مالکی فقہاء کے نزدیک:

"حوالہ قرض کا ایک کے ذمہ سے دوسرے کی طرف منتقل کرنا ہے"۔[2]

حضرت عیاض اس بارے میں کہتے ہیں کہ اکثر مالکیہ کے ہاں یہ بیع الدین بالدین ہے، تاہم اس کی رخصت استثنائی ہے۔ اگر محیل عقد حوالہ میں شرط رکھے کہ وہ عقد حوالہ کے نتیجے میں قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا تو

---

(۱) شرح الزرقانی علی مختصر خلیل، عبدالباقی بن یوسف بن احمد ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، س ۱۴۲۲ھ، ج ۳، ص ۸۳

(۲) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر، شمس الدین بن عرفۃ، دسوقی، س ندارد ، ج ۳، ص ۳۹۴

اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ اگر محیل کے لئے محتال علیہ پر کوئی قرضہ واجب الاداء نہ تھا اور محتال کو اس کا علم تھا اور اس صورت میں محیل نے اپنی برات کو عقد حوالہ کی شرط رکھا تو یہ عقد صحیح ہو گا اور محیل بری الذمہ ہو گا۔[1]

ارکان حوالہ:

فقہاء مالکیہ نے عقد حوالہ کے ارکان کی تعداد پانچ قرار دی ہے۔

۱. محیل یعنی جس پر قرض ہو۔
۲. محتال یعنی قرض خواہ، قرض کا تقاضا کرنے والا۔
۳. محتال علیہ یعنی وہ شخص جس پر پہلے مقروض محیل کے مماثل قرضہ واجب الادا ہوتا ہے۔
۴. محتال بہ یعنی دین یا قرض کی رقم۔
۵. صیغہ یعنی عقد حوالہ کے الفاظ یا اشارات۔[2]

احکام حوالہ مالکی فقہاء کے نزدیک:

فقہاء مالکیہ کے نزدیک حوالہ کا معاملہ طے پانے کے بعد مقروض کا مطالبہ ذمہ داری قبول کرنے والے پر منتقل ہو جائے گی۔ اور مقروض اپنے قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ اب اگر ذمہ داری اپنے سر لینے والا مفلس ہو جائے تو یا پھر اس معاملے سے انکار کر دے تو قرض خواہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ محیل سے اپنے قرض کا مطابہ کرے۔

لیکن اگر حوالہ سے پہلے ہی محتال علیہ اس بات کا انکار کر دے کہ وہ محیل کا مقروض ہے اور اس قرض کے لئے کوئی گواہ نہ ہو تو محیل کا مقروض ہے اور اس قرض کے لئے کوئی گواہ نہ ہو تو محیل کے لئے درست نہیں کہ اپنا قرض اس پر ڈال دے۔ کیونکہ حولہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ قرض برقرار ہو۔

اگر محتال علیہ قرض کی ذمہ داری لینے سے پہلے ہی مفلس تھا تو تب بھی اس پر قرض کی منتقلی درست ہے لیکن قرض خواہ کا اس معاملہ کو قبول کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اور قرض خواہ کو محیل سے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

---

(۱) فقہ اسلامی میں عقود توثیق کے احکام، عابدہ فرحی، مقالہ نگار، شعبہ اسلامک لاء کلئیہ عربی وعلوم اسلامیہ س ۲۰۰۲ء، ص ۳۹

(۲) الشرح الصغیر، امام احمد بن محمد الدردیر، دار لمعارف مصر، س ۱۳۹۳ھ، ج ۳، ص ۴۲۴، نیز دیکھیے فقہ اسلامی میں عقود توثیق کے احکام، ص ۴۳

مقروض کو محتال علیہ کی مفلسی کا حال معلوم ہو یا نہ ہو، ہاں اگر قرض خواہ کو محتال علیہ کی مفلسی کا علم نہ ہو اور مقروض جانتا ہو تو قرض خواہ اپنے قرض کا مطالبہ اصلی قرض خواہ سے کر سکتا ہے۔[1]

اس صورت میں اگر محتال علیہ مر جائے یا مفلس ہو جائے تو بھی محتال اپنے مطالبات کے لئے محیل سے رجوع نہیں کر سکتا ہاں اگر عقد حوالہ میں محیل کی برات شرط نہیں تھی تو ان حالات میں محتال علیہ کے لئے حق ہوتا ہے کہ وہ محیل کی طرف رجوع کرے۔

کفالہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک :

ضمان کفالہ اور حمالہ یعنی کہ دوسروں پر بار ڈال دینا ان سب کے معنی ایک ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کوئی حق دار ضامن کو اس شے کا ذمہ دار قرار دے جس کی ضمانت اس نے کی ہے خواہ وہ ذمہ داری کسی شے پر موقوف ہو یا نہ ہو"۔[2]

اب ذیل میں زر اعتباری کے آلات کا الگ الگ شرعی حکم بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

بانڈز کے حوالے سے تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ یہ ناجائز اور خالصتا سودی معاملہ ہے جیسا کہ "**المعاملات المالیة المعاصرة فی الفقه الاسلامی**" میں مذکور ہے۔

"ذهب غالبية العلماء المعاصرين الي عدم جواز تعامل بالسندات وشهادات الاستثمار دون تفريق بين انواعها ومن هولاء الشيخ الشلتوت،والدكتور عبدالعزيز الخياط،والدكتورعلی السالوس والدكتور صالح المرزوقي،والدكتور يوسف القرضاوی،لان السند قرض علی الشركة والموسسة التي اصدرته لاجل فائدة مشروطة وثابته فهو من ربا النسئية الذى نزل بحرمته القرآن الكريم"۔

اکثر علمائے معاصرین کا موقف یہ ہے کہ بانڈز اور سرٹیفیکیٹ کے ساتھ لین دین ناجائز ہے، خواہ کسی بھی قسم کے ہوں، ان میں شیخ شلتوت، ڈاکٹر محمد یوسف موسی، ڈاکٹر یوسف قرضاوی، ڈاکٹر عبدالعزیز الخیاط، ڈاکٹر علی السالوس، ڈاکٹر صالح المرزوقی بھی ہیں، کیونکہ بانڈ کمپنی یا ادارے کے ذمہ قرض ہے جس نے اس کو جاری کیا ہے، اور اس پر مشروط منافع ملتا ہے، لہذا یہ ربا النسیئۃ میں سے ہے، جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے۔[3]

---

(۱) نہایۃ المحتاج، شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ، ناشر، دار الفکر بیروت، س ۱۳۵۷ھ، ج ۴، ص ۴۲۷

(۲) المدونۃ الکبری، امام، مالک بن انس، ناشر، مطبع، السعادہ مصر، س ۱۳۲۳ھ، ج ۵، ص ۲۵۲

(۳) المعاملات المالیۃ المعاصرۃ فی الفقہ الاسلامی، محمد شبیر عثمانی، اردن، دار النفائس، س ۱۴۱۹ھ، ص ۲۳۳

زر اعتباری فقہائے حنابلہ کے نزدیک:

مندرجہ بالا عبارات میں فقہائے مالکیہ کا موقف پیش کیا جا چکا ہے لہذا ذیل میں فقہائے حنابلہ کا موقف پیش کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو۔ بیع الدین کی تینوں اقسام کے متعلق فقہائے حنابلہ کا موقف درج ذیل الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) بیع الدین بالدین:

بیع الدین بالدین کے حوالہ سے فقہائے حنابلہ کا موقف بھی وہی ہے جو دوسرے فقہاء کا ہے فقہائے حنابلہ کے نزدیک بھی یہ قسم ناجائز ہے اور جمہور فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے۔ [۱]

(۲) بیع الدین ممن علیہ الدین:

بیع الدین ممن علیہ الدین فقہائے حنابلہ کے ہاں اس وقت معتبر ہے جب اس میں عام بیع کی سی تمام شرائط موجود ہوں اگر عام بیع کی شرائط نہ ہوں تو پھر یہ بھی ناجائز ہے۔ جس طرح عام بیع میں مبیع کا قبضہ میں ہونا لازمی ہے اسی طرح اس کا بھی قبضہ میں آئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہو گا۔

(۳) بیع الدین من غیر من علیہ الدین:

بیع الدین من غیر من علیہ الدین کے حکم کے متعلق فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرات حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے جس طرح کے "قاضی ابو یعلی حنبلی" فرماتے ہیں۔

"واختلف في بيع الدين ممن هو عليه فنقل ابو طالب المنع ونقل منه جواز ذالک ولا تختلف الرواية انه لا يجوز بيعه من غيرمن هو في ذمه"۔

دین کو فروخت کرنا ممن علیہ الدین میں اختلاف ہے، چنانچہ ابو طالب نے منع نقل فرمایا ہے، لیکن جواز بھی منقول ہے، اور دین کو ممن لیس علیہ الدین کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف روایت نہیں۔ [۲]

اس حوالے سے "علامہ مرداوی حنبلی" مزید فرماتے ہیں۔

"لا يجوز بيع الدين المستقر لغير من هو في ذمته وهو الصحيح من المذهب وعليه الاصحاب"۔

دین کو فروخت کرنا ممن لیس علیہ الدین کو جائز نہیں، یہی صحیح مذہب ہے، اور اسی کو اصحاب نے

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۵۰

(۲) کتاب الروایتین والوجہین ابویعلی الموصلی، کتاب الروایتین والوجہین مکتبہ مکہ المکرمہ، س ۱۴۲۸ھ، ج ۱، ص ۳۵۷

اختیار کیا ہے"۔ [1]

(عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ) [1]

چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روات میں آپ ﷺ نے بیع الکالی الکالی سے منع فرمایا لہذا حنابلہ کے نزدیک یہ ہر حالت میں باطل ہے۔

ومَذْهَبُ الْحَنَابِلَةِ بُطْلاَنُ بَيْعِ الدَّيْنِ بِدَيْنٍ مِمَّنْ هُوَ عَلَيْهِ ، أَوْ مِنْ غَيْرِهِ مُطْلَقًا۔

اور حنابلہ کے نزدیک بیع الدین کی دونوں صورتیں مطلق طور پر باطل قرار دی گئی ہیں

. "وَقَال فِي ابْنِ الْمُنْذِرِ : أَجْمَعَ أَهْل الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ بَيْعَ الدَّيْنِ بِالدَّيْنِ لاَ يَجُوزُ"

اس معاملے میں ابن منذر نے کہاہے تمام اھل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیع الدین جائز نہیں ہے

خلاصہ بحث یہ کہ بیع الدین کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے، دوسری صورت جائز ہے، اور تیسری صورت حنفیہ، حنابلہ اور اکثر شافعیہ کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ یہ صورت جائز ہے، لیکن ان تمام شرائط کو پورا کرنا آسان کام نہیں، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ان کے مذہب کی حاصل بھی عدم جواز ہی نکلتا ہے۔ [2]

زراعتباری کے حوالے سے دوسری بحث حوالہ کی آتی ہے حوالہ کے متعلق فقہائے حنابلہ کا موقف درج ذیل ہے:

"بعض حنبلی مسلک کے علماء کے ہاں حوالہ بیع کی قسم سے ہے، یعنی اصل مقروض محتال (قرض خواہ) کا ذمہ محتال علیہ پر ڈالنا ہے حنبلی مسلک کے علماء نے اسے نقل دین یعنی محیل سے محتال علیہ کے ذمہ قرض کی منتقلی قرار دیا ہے"۔ [3]

حوالہ؛ حنبلی فقہاء کے نزدیک:

"حوالہ بیع کی ایک قسم ہے جس میں اصل مقروض محتال یعنی قرض دینے والا قارض محتال علیہ یعنی ضامن پر ڈالتا ہے۔ حنبلی فقہاء نے اسے دین کی منتقلی یعنی نقل دین قرار دیاہے۔ یعنی محیل سے محتال علیہ کی طرف قرض کی منتقلی قرار دیا ہے" [4]

---

(۱) الانصاف، امام مرداوی، ج۵، ص ۱۱۱

(۲) زرکا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۵۸

(۳) المغنی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد، ابن قدامہ، ناشر، النصر الحدیثیہ، ریاض س ۱۳۶۶ھ، ج۵، ص ۵۵، ۵۴،

(۴) کشاف القناع من متن الاقناع، بہوتی منصور بن یونس بن ادریس، ناشر، النصر الحدیثیہ، ریاض، س ندارد، ج۳، ص ۱۸۶

حوالہ کا حکم حنابلہ کے نزدیک:

حنابلہ کے نزدیک اگر عقد حوالہ کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو محیل اپنا قرض حوالہ کرنے کے بعد بری الذمہ ہو جائے گا خواہ محتال علیہ مفلس ہو جائے وفات پا جائے یا پھر مقروض ہونے سے مکر جائے۔ لیکن اگر حوالہ کی شرائط پوری نہ ہو نگی تو حوالہ درست نہ ہو گا۔ (۱)

کفالہ کی تعریف:

"کفالہ کسی ایسی شے کی ذمہ داری کا اپنے اوپر لینا ہے جو دوسرے پر واجب ہے۔ اس صورت میں کہ وہ شے واجب دستیاب ہو جس کی ضمانت لی ہے، یا پھر اس شخص کے حاضر کرنے کی ذمہ داری لینا ہے جس پر کسی کا حق ہے"۔ (۲)

ہنڈی میں کٹوتی کے حوالہ سے حنابلہ کا موقف جو ان کی کتابوں میں تحریر ہے درج ذیل ہے۔

"ولا يصح بيع العطاء قبل قبضه مغيب فيكون من بيع الغرر وهو ان العطاء قسطه في الديوان،ولا يصح بيع رقعة به اى بالعطاء لان المقصود بيع العطاء لا هي"۔ (۳)

عطا کو قبض کرنے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ عطا حاضر نہیں، لہذا اس میں غرر ہے کیونکہ عطا کی قسط دیوان میں ہے، اور اس کی دستاویز بیچنا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہاں مقصود عطا ہی کو فروخت کرنا ہے، نہ کہ دستاویز۔

اس سلسلہ میں "**مجمع الفقه الاسلامی**" جدہ کی قرار داد کے الفاظ درج ذیل ہے۔

"ان حسم الاوراق التجارية غير جائز شرعا لانه يول الي ربا النسئية المحرم"۔ (۴)

مالیاتی دستاویزات کی کٹوتی بہر حال ناجائز ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ ربا النسئیۃ کی شکل میں نکلتا ہے، جو حرام ہے۔

---

(۱) کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، جزیری عبد الرحمن، ناشر، مکتبہ الحقیقیہ استنبول ترکی، س ۱۹۲۸ء، ج ۳، ص ۲۶۰

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ، وحبہ الزحیلی، ناشر، دار لاشاعت کراچی، ج ۶، ص ۴۱۴

(۳) کشاف القناع بہوتی، منصور بن یونس بن ادریس، مکتبہ النصر الحدیثیہ، ریاض، س ندارد ج ۳، ص ۱۵۶

(۴) مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد ۷، ج ۲، ص ۲۱۷

مندرجہ بالا تمام ابحاث میں انتہائی اختصار کے ساتھ فقہائے اربعہ کا زر اعتباری کے بارے میں موقف پیش کیا گیا ہے۔اور اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اس کا تصور قدیم و جدید دونوں فقہاء کے ہاں رہا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ فقہائے قدیم اسے پرانے ناموں اور قدیم عربی سے جانتے ہیں جبکہ جدید فقہاء کے ہاں ان کے نام اور عربی میں اتنی ہی جدت آئی ہے کہ جتنی باقی تمام اشیاء میں آئی ہے۔ زر اعتباری کا تعلق چونکہ فقہی مسائل کے ساتھ لہذا فقہاء کے درمیان اس کی تفہیم میں اختلاف بھی رہا ہے اور بعض باتوں میں بعض فقہاء کا اتفاق بھی سامنے آیا ہے۔

حاصل بحث:

مندرجہ بالا سطور میں فقائے مالکیہ اور فقہائے حنابلہ کا زر اعتباری کے متعلق موقف بیان کیا گیا ہے۔فقہائے مالکیہ اور حنابلہ کا اختلاف بھی اس کے اطلاقی پہلو کے حوالہ سے ہے چونکہ نظریاتی اختلاف ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔بنیادی اختلاف زر اعتباری کو حوالہ و کفالہ کے ضمن میں بیان کرنے کی جزئیات میں ہے۔

باب سوم

پاکستان میں زرِ اعتباری کے ادارے

فصل اول: زرِ اعتباری کے ادارے

فصل دوم: زرِ اعتباری کا تناسب

فصل سوم: زرِ اعتباری کی مصنوعات

فصل اول:

زر اعتباری کے ادارے

فصل اول: زر اعتباری کے ادارے:

دنیا کے مختلف ممالک میں زر کی تخلیق کے فرائض عموماً بینک ہی ادا کرتے ہیں پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس میں زر کی تخلیق سنٹرل بینک آف پاکستان کرتا ہے جو "اسٹیٹ بینک آف پاکستان" کے نام سے جانا جاتا ہے۔[1] لہذا ذیل میں زر اور زر اعتباری کے تخلیق کار اداروں کے حوالہ سے خصوصی بحث پیش خدمت ہے۔ زر اعتباری کے تخلیق کار اداروں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) نان بینکنگ سیکٹر

(۲) بینکنگ سیکٹر

(۱) نان بینکنگ سیکٹر:

مجموعی طور پر زر کی تخلیق اور زر اعتباری کی تخلیق کا مرکز بینکنگ سیکٹر ہے لیکن اس پر بحث کرنے سے پہلے نان بینکنگ سیکٹر میں کچھ ایسے ادارے ہیں جو زر اعتباری اور زر کا کاروبار کرتے ہیں اور کسی نہ کسی صورت میں زر کی تخلیق اور ترسیل و تقسیم میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں جن میں چند ایک ادارے درج ذیل ہیں۔

(۱) پاکستانی سرمایہ کاری کی کارپوریشن:

یہ کارپوریشن ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء کو ملک میں سرمایہ کاری کے فروغ کے لئے قائم کی گئی جس کے بارے میں آغا طاہر اعجاز نے اپنی کتاب "Money Banking and Finance" میں یہ لکھا ہے:

> "It's registered capital is Rs.20 Crore consists of 20 Lack shares of Rs.100 each. It's paid up capital is Rs.10 Crore which 70% contributed by nationalized banks and balance 30% by foreign banks,state life insurance and Pakistan insurance corporation ." [2]

کارپوریشن کا منظور شدہ سرمایہ ۲۰ کروڑ روپے ہے جو ۱۰۰، ۱۰۰ کے ۲۰ لاکھ حصص میں منقسم ہے جبکہ ادا شدہ سرمایہ ۱۰ کروڑ روپے ہے جس کا ستر فیصد قومی بینکوں اور باقی تیس فیصد غیر ملکی بینکوں اسٹیٹ لائف انشورنس اور پاکستان انشورنس کارپوریشن نے لگایا ہے۔

---

(۱) بنکاری، عبد الحمید اٹھور، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ص ۴۷

(2) *Money Banking and Finance* , Agha Tahir Ijaz(Publisher,Azeem Academy,Urdu Bazar Lahore,2017) ,355

اس کارپوریشن کے انتظام کے بارے میں پروفیسر ریاض احمد میاں اپنی کتاب "Money Banking and Finance" میں یوں رقمطراز ہیں۔

"اس کارپوریشن کا انتظام ۱۳ ارکان (اب ۱۱) ارکان پر مشتمل ایک بورڈ کے ذمہ ہے جس کے چیئرمین اور مینجنگ ڈائریکٹر سمیت آٹھ ڈائریکٹرز کو وفاقی حکومت نامزد کرتی ہے باقی پانچ ڈائریکٹرز کا انتخاب حصص داران کرتے ہیں"۔ (۱)

اس کارپوریشن کا صدر دفتر کراچی میں ہے اس کے علاوہ ملک کے دوسرے شہروں میں بھی اس کی مزید شاخیں کام کر رہی تھیں۔ پیچھے ہونے والے نقصان کی وجہ سے کارپوریشن نے اپنی سات شاخیں بند کر دی اب صرف تین شاخوں کے ساتھ لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں کام کر رہی ہے۔ (۲)

اگر کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ کارپوریشن ملک میں بازار زر کی ترقی اور ایکویٹی سرمایہ کاری کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے اس نے ایک سرمایہ کاری سکیم کے ذریعے لوگوں میں حصص میں روپیہ لگانے کا شعور پیدا کیا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں اس سرمایہ کاری اسکیم کو اسلامی رنگ دینے کے لئے اس کی بنیاد نفع و نقصان میں شرکت کے تصور پر رکھی گئی تھی بعد ازاں جس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ کارپوریشن نے سرمایہ کاروں کے لئے ۲۳ میوچل فنڈز قائم کر رکھے ہیں جن پر حصہ داروں کو معقول منافع بھی دیا جاتا ہے۔ حصص کی خرید و فروخت کرنے والے سرمایہ کاروں کو نئی صنعتیں لگانے کے لئے فنی مشورے دینے کے ساتھ ساتھ زر کا اجراء کر کے ملکی معیشت کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

(۲) پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کارپوریشن:

یہ کارپوریشن ۱۹۵۷ء میں پبلک لمیٹڈ کمپنی کی صورت میں قائم ہوئی جس کا ہیڈ آفس کراچی میں ہے اس کے علاوہ لاہور، پشاور، اسلام آباد اور میرپور میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں اس کے بارے میں کچھ معلومات بینکنگ کی کتابوں میں بھی ملتی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

"پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کی کارپوریشن کا ادا شدہ سرمایہ ۲۰۰، ۵،۷۷، ۳ ملین روپے ہے ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء میں کارپوریشن کے فنڈز میں ادا شدہ فنڈز کے علاوہ ملکی و غیر ملکی قرضے بھی شامل ہیں ملکی قرضے پاکستان اسٹیٹ بینک آف پاکستان سے حاصل کیے گئے جو کہ پاکستانی مشینری خریدنے کے لئے جاری کیے جاتے

---

(1) *Money Banking and Finance,* Riaz Ahmad,Mian, (Azeem Academy,urdu Bazar Lahore 2016),355

(2) *Money Banking and Finance*, P348

ہیں۔ حکومت پاکستان کا دیا ہوا قرضہ کارپوریشن کے اداشدہ سرمایہ کے علاوہ اس کے فنڈز کا اہم ذریعہ ہے جو اس کے قرض دینے کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے۔ [۱]

اس کارپوریشن کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات سامنے آئی ہیں:

"اس کارپوریشن نے نجی شعبہ میں صنعتوں کو طول دینے کے لئے درمیانی مدت کے قرضے فراہم کیے جس سے ملکی سرمایہ کی منڈی کو فروغ ملا اس کے علاوہ مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کے حصص کی خرید وفروخت میں بھی شامل رہی ہیں اس کے علاوہ مختلف صنعتوں کے حصص اور تمسکات میں سرمایہ کاری اور اجراء کی ضمانت بھی اس کارپوریشن کے فرائض میں شامل رہی ہے۔ جس کی وجہ سے پاکستانی معیشت میں صنعتی پروجیکٹ قائم میں خاطر خواہ مدد ملی ہے۔ یہ کارپوریشن عام طور پر معینہ اثاثوں کے حصول کے لئے قرض فراہم کرتی اور جن صنعتوں کو یہ کارپوریشن سرمایہ فراہم کرتی رہی ہے ان کو تکنیکی اور انتظامی نوعیت کے مشورے بھی دیتی رہی ہے۔ اس کارپوریشن نے پانچ سال سے پندرہ سال تک کی مدت کے لئے قرضے دیے کاص طور پر یہ قرضہ زیادہ تر کپڑے کی صنعت اور اس کے بعد غذائی پیداوار کی صنعت اور پھر توانائی کی صنعت کو دیا جاتا ہے جو پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ [۲]

(۳) بینکنگ سیکٹر:

زراعتباری کے اداروں میں بینکنگ سسٹم سرفہرست ہے جس کا تعارف حسب ذیل ہے۔

لفظ بینک کا تاریخی پس منظر:

لفظ بینک کے بارے میں مختلف ماہرین معاشیات کی رائے مختلف ہے بعض کا خیال ہے کہ لفظ بینک اطالوی زبان کے لفظ "banco"، "bancus" یا پھر فرانسیسی زبان کے لفظ "banque" سے اخذ کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بینک جرمن زبان کے لفظ "back" سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی مشترکہ سرمایہ کے ہیں۔ [۳]

زمانہ قدیم میں سوداگر اور زرگر بنچ پر بیٹھ کر زر کا لین دین کرتے تھے اور بینکاری اپنے ابتدائی ایام میں روپے پیسے کے لین دین تک ہی محدود تھی اگر کوئی زرگر یا سوداگر اپنے واجبات ادا نہ کر سکتا تو قارض اس کا بنچ توڑ دیتے اس

---

(۱) اصول بنکاری، قاضی شہزاد احتشام، قاضی، ص ۴۸۴

(2) Money Banking and Finance, Agha Tahir Ijaz , 356

(۳) اسلامی معاشیات اور بنکاری، اوصاف احمد، پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف اوبجیکٹو اسٹڈیز نئی دہلی، ندارد، ص ۸۱

طرح لفظ بنک رپٹ(bankrupt)(دیوالیہ) اخذ کیا گیا ہے۔جب جرمن کا اٹلی پر قبضہ تھا تو لفظ "back"بنکو(banco)میں تبدیل ہو گیا(۱)

مندرجہ بالا تاریخی پس منظر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لفظ بینک اطالوی زبان کے لفظ "بنکو" سے اخذ کیا گیا ہے۔لفظ بنک رپٹ بھی اطالوی زبان کے الفاظ "banko"اور"rapta"سے مل کر بنا ہے.(۲)

بینک کی تعریف:

بینک کی چند ایک تعریفات درج ذیل ہیں:

According to Cairncross:"Bank is a financial intermediary in loans and debts"

بینک مالی طور پر قرض کے لین دین میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔(۳)

سر جان پیاجے نے بینک کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

Bank is an institution who perfprms the following functions:
(a)Acceptance of deposits
(b)Advancement of loan
(c)Issues and pays cheques
(d)Transferring money from one place to another".

بینک وہ ادارہ ہے جو درج ذیل کام سر انجام دیتا ہو۔

(۱)امانتیں وصول کرتا ہو۔

(۲)قرض کا جاری کرتا ہو۔

(۳)گاہکوں کے چیک ادا کرتا ہو۔

(۴)رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا ہو۔(۴)

سر کنلے نے بھی دوسرے مفکرین کی طرح بینک کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔

"A bank is an institution ,which receives deposits and advances loans"

---

(1) *Money Banking and Finance,* Riaz Ahmad Mian, 164

(۲)معاشیات، ص۶۱۱

(۳)اسلامی معاشیات اور بنکاری، ص۸۵

(4) *Money Banking and Finance,* Agha Tahir Ijaz, 162

بینک ایک ایسا ادارہ ہے جو رقم بطور امانت وصول کرتا ہے اور اسے آگے بطور قرض دیتا ہے۔[۱]

بینک کی ایک جامع تعریف ان الفاظ میں موجود ہے۔

"بینک ایک ایسا ادارہ ہے جو زر اعتبار کا کاروبار کرتا ہے یہ ادارہ عوام کی بچت کی گئی رقم کو اپنے پاس بطور امانت جمع رکھتا ہے اور پھر اس جمع شدہ رقم سے ضرورت مند لوگوں کو پیداواری اور غیر پیداواری کاموں کے لئے قرضے دیتا ہے یہ کم شرح سود پر امانتیں وصول کرتا ہے اور زیادہ شرح سود پر قرضے دے کر منافع کماتا ہے"۔[۲]

بینک کا ارتقاء:

بینکاری کے ارتقاء کے حوالہ سے مختلف کتب معاشیات میں سیر حاصل بحث موجود ہے لیکن یہاں پر انتہائی اختصار کے اس بینک کے ارتقاء پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بینک کے تاریخی پس منظر کے حوالہ سے کچھ باتیں درج ذیل ہیں:

"بینکاری، تہذیب انسانی کی ابتداء سے آج تک کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ آج سے تین ہزار سال قبل سمیریوں نے قرضے دینے کے نظام کو فروغ دیا، قرض دار اس قرض کو نقد یا جنس کی شکل میں واپس کرتا تھا۔[۳] سمیری سونے اور چاندی کے ڈھیلوں کو کرنسی کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔ بارہویں اور چودھویں صدی عیسوی میں پہلی بار وینس اور جنیوا میں بینک قائم ہوئے۔ چودھویں صدی عیسوی میں فلورنس میں جدید بینک کی بنیاد رکھی گئی جہاں بینک لوگوں کی رقوم جمع کرتے اور ضرورت مندوں کو ادھار دیتے تھے۔[۴]

مزید اس حوالے سے وضاحت کچھ یوں ہے۔

"بینک کا کاروبار بظاہر عراق سے شروع ہوا اور پھر یونان اور روم منتقل ہوا لیکن روم کے زوال کے بعد یہ کاروبار روم سے ختم ہو گیا، پھر دوبارہ اٹلی اور یورپ کے دوسرے ممالک میں شروع ہوا اور پھر امریکہ، ایشیا اور دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں پھیل گیا"۔[۵]

---

(1) *Money Banking and Finance* , Agha Tahir Ijaz, 122

(2)*Money Banking and Finance*, Agha Tahir Ijaz,123

(۳)اصول بنکاری، ص ۱۰

(۴)غیر سودی بینکاری، نجات اللہ، صدیقی، ناشر، اسلامک پبلیکیشنز، س ۱۹۹۴ء ص ۲۲

(5) *Practice and Law of Banking in Pakistan*, Israr H Siddiqui,14

پاکستان میں بینکاری کی ابتداء:

پاکستان میں نظام بینکاری کی ابتداء اور نظام بینکاری کو درپیش مسائل کے حوالہ سے ذیل میں مختصر اروشنی ڈالی جاتی ہے۔

"قیام پاکستان کے وقت یہاں پر بنکوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی اور اس کے پاس اپنا کوئی مرکزی بنک بھی موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے پاکستان کو ابتداء ہی سے مالی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ [۱]

یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ اس طرح پاکستان میں نظام بنکاری کی بنیاد رکھی گئی، سٹیٹ بنک نے ابتداء ہی سے اپنی ذمہ داریوں کو پہچانتے ہوئے اس نظام کی ترقی اور استحکام کے لئے بھرپور جدوجہد شروع کر دی، آج الحمد للہ پاکستان میں ایک جدید اور مضبوط نظام بنکاری موجود ہے جو دور جدید میں معاشی ترقی کے تمام تقاضوں کو پورا کر رہا ہے"۔ [۲]

پاکستان میں زر اعتباری کے خالق اور پیدائشی ادارے چونکہ بینک ہیں لہذا آئندہ سطور میں پاکستان کے نظام بنکاری پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی اور پاکستان کے بنکوں کے وظائف بیان کئے جائیں گے کہ زر اعتباری کی تخلیق کے علاوہ پاکستان میں موجودہ بینکنگ نظام کیا کچھ کردار ادا کر رہا ہے۔ پاکستان کے نظام بنکاری میں بنیادی کردار کی وضاحت کرنے سے پہلے بینک کا مختصر تعارف اور اس کے ارتقاء پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

پاکستان میں بینک کی اقسام:

پاکستان کی معاشی ترقی میں درج ذیل بینک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

۱۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان

۲۔ نیشنل بنک آف پاکستان

۳۔ زرعی ترقیاتی بنک لمیٹڈ

۴۔ صنعتی ترقیاتی بنک آف پاکستان

۵۔ پاکستان سرمایہ کاری کی کارپوریشن

۶۔ پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کی کارپوریشن [۳]

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۴

(۲) غیر سودی بینکاری، ص ۵۵

(3) *Practice and Law of Banking in Pakistan,* Israr H Siddiqui ,19.20

اسٹیٹ بینک آف پاکستان:

زراعتباری کی تخلیق میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کی خدمات بھی پیش خدمت ہیں ملاحظہ ہوں:

"بینک دولت پاکستان یا اسٹیٹ بینک آف پاکستان پاکستان کا مرکزی بینک ہے۔ اس کا قیام ۱۹۴۸ء میں عمل میں آیا۔ اس کے صدر دفاتی کراچی اور اسلام آباد میں قائم ہیں۔ پاکستان کی آزادی سے پہلے ریزرو بینک آف انڈیا اس علاقے کا مرکزی بینک تھا۔ پاکستان کی آزادی کے فوراً بعد یہی بینک ہندوستان اور پاکستان دونوں ممالک کا مرکزی بینک تھا۔ [1]

یکم جولائی ۱۹۴۸ ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۸ ء کو برطانوی حکومت نے برصغیر کے ریزروبینک آف انڈیا کے اثاثوں کا ۷۰ فیصد ہندوستان کو دیا جبکہ پاکستان کو ۳۰ فیصد ملا۔ اُس وقت ریزروبینک آف انڈیا کی طرح اسٹیٹ بینک آف پاکستان بھی ایک پرائیوٹ یا نجی بینک تھا۔ یکم جنوری ۱۹۷۴ء کو بھٹو نے اسے قومی ملکیت میں لے لیا جس کی وجہ سے عالمی بینکار بھٹو کے دشمن بن گئے۔ [2]

فروری ۱۹۹۴ میں بینظیر بھٹو کی حکومت نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کو فائننشیئل سیکٹر ری فورم کے نام پر خود مختاری دے دی۔ ۲۱ جنوری ۱۹۹۷ میں ملک معراج خالد کی نگراں حکومت نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کو مزید آزادی دے کر مکمل خود مختار کر دی۔ اب یہ پاکستان کی حکومت کے ماتحت نہیں رہا۔ ۲۰۰۵ میں منی چینجروں کو قانونی درجہ دے کر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ماتحت کر دیا گیا۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا گورنر ہر سال وزیر خزانہ کے ہمراہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی سالانہ میٹینگ میں شرکت کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ [3]

روزنامہ جنگ کراچی، ۳ دسمبر ۲۰۱۶ء کی شہ سرخی کے مطابق اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے پارلیمنٹ کو قرضوں کی تفصیل دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا ہے کہ وہ معلومات دینے کا پابند نہیں ہے۔

سٹیٹ بنک آف پاکستان کے دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ نوٹ جاری کرے کیونکہ ملک میں کرنسی نوٹوں کا اجراء صرف سٹیٹ بنک ہی کرتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ ملک میں زر کی ضروریات اور زر کی مقدار میں کمی بیشی کا جائزہ بھی لیتا رہتا ہے۔ پھر اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ بنک حکومت کا اپنا بنک ہے لہذا حکومت کا اپنا بنک ہونے کی حیثیت سے سٹیٹ بنک آف پاکستان درج ذیل فرائض سرانجام دیتا ہے۔

---

(۱) بلاسود بنکاری، ارشاد احمد، شیخ، مکتبہ تحریک مساوات، س ۱۹۶۴ء، ص ۵۶

(۲) بنکاری، ص ۲۴

(3) *Principal of Banking*, Shahzad Ehtisham , 7

۱۔ حکومت کی امانتیں وصول کرتا ہے۔

۲۔ ضرورت پڑنے پر حکومت کو قرضے فراہم کرتا ہے۔[1]

۳۔ حکومت کے لئے مشکل حالات میں غیر ملکی قرضے حاصل کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

۴۔ مرکزی بنک اور صوبائی حکومتوں کے سرمایہ جات بھی منتقل کرتا ہے۔

۵۔ حکومت کو مفید مالی مشورے بھی دیتا ہے۔[۲]

۶۔ حکومت کے لئے مختلف قسم کی کفالتوں کی حفاظت اور ان کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہے۔

۷۔ تمام سرکاری محکموں کے حسابات رکھتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے۔[۳]

سٹیٹ بنک آف پاکستان کو تمام بینکوں کا مرکزی بینک ہونے کی حیثیت حاصل ہے اور یہ تمام تجارتی و غیر تجارتی بنکوں کا بنک ہونے کی حیثیت سے درج ذیل خدمات سرانجام دیتا ہے۔

۱۔ بنکوں کے محفوظ زر نقد کی حفاظت کرتا ہے۔

۲۔ تمام فہرستی بنکوں کے لئے حساب گھر کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

۳۔ مشکل حالات میں بنکوں کو قرضے جاری کرتا ہے اس لئے اسے بنکوں کی آخری پناہ گاہ بھی کہا جاتا ہے۔

۴۔ تجارتی بنکوں کی ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ لگاتا ہے۔

۵۔ مختلف شعبوں کی مالی ضروریات کے پیش نظر نئے بنک قائم کرنے کے لئے اقدامات کرتا ہے۔

۶۔ ملک میں موجود تمام نظام بنکاری کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے۔[۴]

سٹیٹ بنک آف پاکستان کچھ اضافی اور ترقیاتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ پاکستان میں بنکاری کے عملے کی جدید تقاضوں کے مطابق تربیت کرتا ہے۔

۲۔ ملک میں بچت کو فروغ دینے کے لئے مختلف اقدامات کرتا ہے۔

۳۔ ملک میں زرعی اور صنعتی ترقی کے لئے پالیسیاں مرتب کرتا ہے اور پھر ان کے نتائج کا جائزہ بھی لیتا ہے۔

---

(1) *Practice and Law of Banking in Pakistan,* Israr H Siddiqui, 249

(۲) اصول بنکاری، ص ۴۶۲

(۳) بلاسود بنکاری، ارشاد احمد، ص ۱۵۶

(۴) غیر سودی بینکاری، ص ۹۸

۴۔ حکومت پاکستان کی طرف سے مختلف بین الاقوامی اداروں میں نمائندگی کرتا ہے۔[۱]

۵۔ پاکستان کی عالمی اداروں میں رکنیت فیس بھی سٹیٹ بنک ہی ادا کرتا ہے۔

۶۔ معاشی ترقی کی رفتار بہتر بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً تجزیاتی رپورٹیں جاری کرتا ہے۔

۷۔ ملک میں زر کے استحکام اور زری منڈی کے فروغ کے لئے کام کرتا ہے۔

۸۔ غیر ملکی قرضوں کا حصول، واپسی اور سود وغیرہ کی ادائیگی بھی سٹیٹ بنک کے فرائض میں شامل ہے۔[۲]

مندرجہ بالا بحث میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کا مختصر تعارف اور اس کے فرائض پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ ذیل میں مختصر نیشنل بنک آف پاکستان کا تعارف اور اس کے فرائض پر روشنی ڈالی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

نیشنل بینک آف پاکستان:

نیشنل بنک آف پاکستان کے پس منظر میں درج ذیل بحث پیش نظر ہے:

قیام پاکستان کے فوراً بعد بھارت نے پاکستان کو مالی بحران میں مبتلا کرنے کی کوششیں کیں۔ اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ریزرو بنک آف انڈیا نے ۵۵ کروڑ روپے کا منافع دینے سے انکار کر دیا۔ ان مشکل حالات میں پاکستان نے جولائی ۱۹۴۸ میں اپنا مرکزی بنک سٹیٹ بنک آف پاکستان قائم کیا۔[۳]

ستمبر ۱۹۴۹ میں جب برطانیہ نے ادائیگی کے توازن کی اصلاح کے لئے اپنی کرنسی کی قدر میں کمی کی تو اس نے ہندوستان اور پاکستان کی بھی اپنی کرنسیوں کی قدر کم کرنے کو کہا جس کے نتیجے میں ہندوستان نے اپنی کرنسی کی قدر میں کمی کر دی لیکن پاکستان اس کے حق میں نہ تھا۔ اس طرح دونوں ہمسایہ ممالک کا تجارتی لین دین بند ہو گیا۔ اس مشکل اقتصادی بحران سے بچاؤ کی خاطر سٹیٹ بنک نے ایک بڑے تجارتی بنک کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے نیشنل بنک کے قیام پر خصوصی توجہ دی۔[۴]

نیشنل بنک آف پاکستان بہت سی ذمہ داریاں سرانجام دے رہا ہے جن میں اس کے کچھ فرائض درج ذیل ہیں۔

۱۔ امانتوں کی وصولی نیشنل بنک آف پاکستان کے اولین فرائض میں شامل ہے جس میں درج ذیل کھاتوں میں وہ لوگوں کی امانتیں وصول کرتا ہے جن میں چلت کھاتہ، بچت کا کھاتہ، معیادی کھاتہ وغیرہ شامل ہیں۔ چلت کھاتہ سے مراد یہ ہے کہ اس کھاتہ میں

---

(۱) بنکاری، ص ۱۰۹

(2) *Money Banking and Finance*, Tahir Ijaz,Agha, 161

(3) *Money Banking and Finance*,Riaz Ahmad Mian, 351

(۴) اصول بنکاری، ص ۴۶۵

بنکاری کے اوقات میں کسی بھی وقت رقم جمع یا نکلوائی جاسکتی ہے۔عام طور پر بنک اس کھاتہ پر کوئی نفع یا سود ادا نہیں کرتا۔بچت کھاتہ یہ کھاتہ کم آمدنی والے اور تنخواہ دار لوگوں کے لئے زیادہ موزوں ہوتا ہے۔اس کھاتے پر بنک نسبتا کم شرح سے سود ادا کرتا ہے۔

معیادی کھاتہ میں ایک خاص رقم مقررہ مدت کے لئے جمع کروائی جاتی ہے۔اس کھاتے پر سب سے زیادہ شرح سے سود ادا کیا جاتا ہے۔غیر ملکی کرنسی کے کھاتے سے مراد ہے کہ کسی دوسرے ملک کی کرنسی میں کھاتے کا کھولا جانا غیر ملکی کرنسی کا یہ کھاتہ چلت، بچت اور معیادی کھاتوں کی صورت میں کھولا جاتا ہے۔[۱]

۲۔ قرضوں کا اجراء کرنا بھی نیشنل بنک آف پاکستان کے فرائض میں شامل ہے۔نیشنل بنک لوگوں کی جمع شدہ امانتوں کو ضرورت مند افراد کو قرض دینے کے لئے بھی استعمال کرتا ہے۔قرضوں کی تمام اقسام کے متعلق معاملات نیشنل بنک آف پاکستان ہی نبٹاتا ہے جس میں مدت کے لحاظ سے قرضوں کی جو اقسام ہیں جن میں طلبی قرضے، قلیل مدت کے قرضے، درمیانی مدت کے قرضے، طویل مدت کے قرضے وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اجراء کے اعتبار سے بھی قرضوں کی متعدد اقسام ہیں جن میں نقد قرض، قرض کا کھاتہ کھول کر، اوور ڈرافٹ کے ذریعے، رہن رکھ کر، ہنڈیوں کو بٹہ لگا کر وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔[۲]

۳۔ نیشنل بنک آف پاکستان اپنے گاہکوں اور عوام کو مندرجہ ذیل ایجنسی کی خدمات بھی فراہم کرتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

بنک اپنے گاہکوں کے چیک اور ہنڈیوں کی وصولی اور ادائیگی کا فرض بھی انجام دیتا ہے۔بنک گاہکوں کے خریدے ہوئے حصص اور سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع جات کو وصول کر کے ان کے کھاتوں میں جمع کر دیا جاتا ہے۔نیشنل بنک زر کی منڈی (سٹاک ایکسچینج) میں اپنے نمائندے بھیجتا ہے جو گاہکوں کے لئے مختلف حصص اور کفالتوں کی خرید و فروخت کرتی ہیں۔اس کے علاوہ اگر گاہک کی طرف سے کھاتے کے بارے میں کوئی خصوصی ہدایات یا احکامات جاری کیے گئے ہوں تو بنک باقاعدہ ان کی تعمیل کرتا ہے۔مثلاً اگر ایک شخص نے ہر ماہ چھ سو روپے بیمہ کمپنی کو اور دو سو روپے کرایہ ادا کرنا ہو تو بنک اس کے تحریری حکم پر یہ ماہانہ ادائیگی کر دے گا۔

اگر کسی گاہک کی طرف سے بنک کو کسی خاص معاملے میں متولی کی ذمہ داری سونپی گئی ہو تو وہ مناسب فیس وصول کر کے یہ ذمہ داری اچھے طریقے سے پوری کرتا ہے۔نیشنل بنک گاہکوں کی سہولت کے لئے زر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔جس کے لئے مناسب فیس اور چارجز وصول کیے جاتے ہیں۔

---

(۱)اصول بنکاری، ص ۴۶۳

(۲)بنکاری، ص ۱۰۹

۴۔ نیشنل بنک آف پاکستان اپنے گاہکوں کو مندرجہ ذیل اضافی خدمات بھی فراہم کرتا ہے جس کے لئے مناسب فیس یا چارجز وصول کرتا ہے۔ نیشنل بنک ملکی اور غیر ملکی سطح پر زر مبادلہ کی لین دین بھی کرتا ہے۔ جس جگہ سٹیٹ بنک کی کوئی شاخ نہیں ہوتی وہاں نیشنل بنک سٹیٹ بنک کے ایجنٹ کی حیثیت سے فرائض سر انجام دیتا ہے۔ بعض اوقات کاروباری لین دین اور مالی معاملات میں جھگڑا ہو جانے کی صورت میں بنک ثالث کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔ (۱)

نیشنل بنک اپنے گاہکوں کی مالی اعانت کے لئے ان کی تحریر کردہ ہنڈیوں کو قبول کرتے ہیں جنہیں بعد میں بٹہ لگوایا جاتا ہے۔ نیشنل بنک اپنے گاہکوں کو مالی سہولت فروہم کرنے کے لئے آلات اعتبار مثلاً چیک، ہنڈی، سفری چیک اور تجارتی اعتباری خطوط وغیرہ جاری کرتا ہے۔ یہ آلات اعتبار اندرون اور بیرون ملک قبول کیے جاتے ہیں۔ (۲)

زرعی ترقیاتی بینک:

۱۸ فروری ۱۹۶۱ء کو ان دونوں مالیاتی اداروں کو ضم کر کے ایک نیا مالیاتی ادارہ زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان قائم کیا گیا تاکہ زیادہ موثر طریقے سے زراعت کے مختلف شعبوں کی مالی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔

اس کے علاوہ ایک زرعی ترقیاتی بنک ہے کیونکہ پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ لہذا قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی یہ بات شدت سے محسوس کی گئی کہ زراعت کے شعبہ میں پیداوار بڑھانے اور اسے جدید خطوط پر استوار کرنے کے لئے خصوصی مالیاتی اداروں کا قیام ناگزیر ہے۔ لہذا ۱۹۵۱ میں زرعی ترقیاتی مالیاتی کارپوریشن اور ۱۹۵۷ میں زرعی بنک آف پاکستان قائم کیا گیا لیکن زرعی ترقیاتی بینک کے کچھ اہم فرائض درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ بنک ان افراد کو قرضے جاری کرتا ہے جو زراعت اور زراعت کے ترقیاتی کاموں میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بنک دیہی علاقوں میں واقع گھریلو صنعتوں کو بھی قرضے فراہم کرتا ہے۔ زرعی بنک زراعت کے مختلف شعبوں میں مختلف مقاصد کے لئے چھوٹی مدت، درمیانی مدت، اور طویل مدت کے لئے قرضے فراہم کرتا ہے۔ (۳)

۲۔ زرعی بنک ملک میں مشینی کاشت کاری کو فروغ دینے کے لئے زرعی آلات مثلاً ٹریکٹر، تھریشر اور دھان لگانے کی مشینیں درآمد کر کے کسانوں کو مناسب قیمت پر فروخت کرتا ہے۔

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۴۶۳

(2) *Principal of Banking* , Shahzad Ehtisham, 155

(۳) اصول بنکاری، ص ۴۶۸

۳۔امانتوں کی وصولی، قیمتی اشیاء اور دستاویزات کی حفاظت، قرض کے حصول اور استعمال کے سلسلے میں مشورے اور بنکوں کے عملے کی تربیت اس کے عمومی فرائض میں شامل ہے۔ [۱]

صنعتی و تجارتی بینک:

پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کارپوریشن بھی بینکنگ سیکٹر میں بنیادی کردار ادا کر رہی ہے جو پاکستان میں ۱۹۵۷ء میں پبلک لمیٹڈ کمپنی کی صورت میں قائم کی گئی۔ پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کی کارپوریشن کا اداشدہ سرمایہ ۲۰۰،۵،۷۷،۳ملین روپے ہے۔ کارپوریشن کے فنڈز میں اداشدہ سرمائے کے علاوہ ملکی و غیر ملکی قرضے بھی شامل ہیں۔ ملکی قرضے حکومت اور سٹیٹ بنک آف پاکستان سے حاصل کیے گئے ہیں، جو کہ پاکستانی مشینری خریدنے کے لئے جاری کئے جاتے ہیں۔ حکومت پاکستان کا دیا ہوا قرضہ کارپوریشن کے اداشدہ سرمایہ کے علاوہ اس کے فنڈز کا اہم ذریعہ ہے، جو اس کی قرض دینے کی صلاحیت کو بڑھاتا ہے۔ [۲] کارپوریشن کو غیر ملکی قرضہ دینے والے بین الاقوامی اداروں میں عالمی بنک، ایشیائی ترقیاتی بنک اور اسلامی ترقیاتی بنک سرفہرست ہیں۔

صنعتی بنک آف پاکستان بھی دیگر بنکوں کی طرح اہم فرائض سرانجام دے رہا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

صنعتی بنک آف پاکستان صنعتوں کے قیام اور توسیع کے لئے قرض جاری کرتا ہے۔ جن میں درج ذیل صنعتیں شامل ہیں۔

۱۔زرعی خام مال سے مختلف اشیاء بنانے والی صنعتیں

۲۔انجینئرنگ مشینری اور بجلی کا سامان بنانے والی صنعتیں

۳۔کیمیاوی اشیاء کی صنعتیں

۴۔کان کنی اور قدرتی گیس وغیرہ کی صنعتیں

۵۔کاغذ، ربڑ، سٹیشنری اور لکڑی کی اشیاء تیار کرنے والی صنعتیں

۶۔ٹیکسٹائل، ٹرانسپورٹ اور فلمسازی کی صنعتیں. [۳]

یہ بنک پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے نسبتاً نرم شرائط اور کم شرح سود پر قرضے فراہم کرتا ہے تاکہ وہاں بھی کارخانوں کے قیام سے روزگار کے مواقع پیدا ہوں۔

---

(۱)اصول بنکاری، ص ۱۱۳

(۲)معاشیات، ص ۳۲۴، ۳۳۲

(3) *Moey Banking and Finance*, Riaz Ahmad,Mian , 175

یہ بنک صنعتی اداروں کو مالیات کی فراہمی کی غرض سے ان کے حصص اور تمسکات وغیرہ خرید لیتا ہے اور بعض اوقات حصص اور تمسکات کی خریداری کے لئے قرض بھی فراہم کرتا ہے۔ یہ بنک ۱۹۶۶ سے لوگوں سے امانتیں وصول کر رہا ہے جس کے لئے عوام کو مندرجہ ذیل ڈیپازٹ سکیموں اور کھاتوں کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

صنعتی بنک معاشی ترقی کے اعتبار سے مختلف علاقوں کو منتخب کر کے وہاں پر اپنی نگرانی میں صنعتی ادارے قائم کرتا ہے۔ اس سلسلے میں بعض اوقات دوسرے مالیاتی اداروں کا تعاون بھی حاصل کیا جاتا ہے۔

اب صنعتی ترقیاتی بنک پاکستان کے مالی نظام کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے اور ملک کے بازار زر میں اپنا کردار بخوبی ادا کر رہا ہے۔ اپنے قیام کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے بنک نئے صنعتی اداروں کو معینہ اثاثہ خریدنے، پرانے اداروں کی منصب، تبدیلی اور جدید بنیادوں پر چلانے کے لئے ملکی اور غیر ملکی کرنسی میں قرض دیتا ہے، اس کے علاوہ ترقی یافتہ ممالک سے ٹیکنالوجی درآمد کرنا، اپنے گاہکوں کو نئے اداروں کے قیام کے لئے تکنیکی، مالی اور انتظامی مشورے دینے کے ساتھ ساتھ ان کی کامیابی کے لئے منصوبہ بندی کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔

تخلیق زر میں بینک کا کردار:

زر کی تخلیق میں بینک کیا کردار ادا کرتا ہے اور کس طرح بینک زر سے زر تخلیق کرتا ہے اس کے متعلق مختصر بحث حسب ذیل ہے۔

> "جب کوئی شخص بینک سے قرض مانگے اور بینک ضمانت وغیرہ لے کر قرضہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو بینک یہ نہیں کرتا کہ اس شخص کو نقد روپیہ دے دے، بلکہ اپنے ہی کھاتوں میں اس کے نام کے آگے فرضی طور پر یہ درج کر لیتا ہے کہ تمھارا اتنا روپیہ بینک میں امانت کے طور پر جمع ہے اور اسے چیک بک دے کر یہ ہدایت کرتا ہے کہ چیکوں کے ذریعے جب اور جتنی رقم چاہو نکلوا لو۔ اب ضروری نہیں کہ وہ شخص اسی وقت نقد روپیہ نکلوا لے، بلکہ اس نے جس کو ادائیگی کرنی ہوتی ہے اسے مخصوص رقم کا چیک دے دیتا ہے چیک وصول کرنے والا اس چیک کو اسی بینک میں اپنے حساب میں جمع کرا دیتا ہے۔ گویا وہ چیک دوبارہ اسی بینک کے پاس آ جاتا ہے اور بینک کو نقد روپیہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، اسے زر پیدا کرنا کہتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) بنکاری، ص ۱۱۲

کیونکہ بینک نے نقد روپیہ جاری کرنے کی بجائے اپنے پاس ایک فرضی "امانت" پیدا کرلی جو گاہک کے لئے بالکل نقد روپیہ کے برابر ہی ہے، اسی امانت کی تخلیق "زر کی تخلیق" کہلاتی ہے۔

زر اعتباری کی تخلیق میں بینک کا کردار:

پروفیسر رینالڈز کے مطابق۔

"بینک زر اعتبار کی تخلیق کا کارخانہ ہوتا ہے"۔ (۱)

پروفیسر کراوتھر کے مطابق۔

"بینک کا اہم کام ادائیگیوں اور وصولیوں کے لئے آسان آلہ مبادلہ فراہم کرنا ہے۔ بینکوں کو اعتبار کا خالق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ صرف زر کا کاروبار ہی نہیں کرتے بلکہ زر پیدا بھی کرتے ہیں"۔ (۲)

موجودہ دور میں زر اعتباری کی اہمیت "آغا طاہر اعجاز" اپنی کتاب میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"To carry on business at a large scale a buisnessmai requires a huge amount of capital.But he may not have the required amount of capital .In this situation should be sit down and carry on a buisness with his small fund? No, he can carry on his buisness on credit"[3]

کسی بھی کاروبار کو بڑے پیمانے پر چلانے کے لئے کثیر سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی بھی تاجر کے لئے کاروبار کی یہ ضرورت پوری کرنا تقریباناممکن ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی اس ضرورت کو کریڈٹ سے پورا کرسکتا ہے۔

موجودہ دور میں زر کے طور پر بڑے چھوٹے سکے اور نوٹ استعمال ہوتے ہیں۔ جب کہ سونے چاندی کے سکے انیسویں صدی کے بڑے بڑے لین دین اسی اعتبار پر کئے جاتے ہیں، اس لئے یہ اعتباری زر کہلاتے ہیں۔ حقیقت میں موجودہ زر یانوٹوں کی ابتدا ان ہی اعتباری زر سے ہوئی تھی۔

اعتباری زر کو عام بینک جاری کرتا ہے۔ اس کی قانونی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ اعتبار پر قبول کئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ کرنسی نوٹوں سے کہیں بڑی تعداد میں گردش کرتے ہیں، اور اس کی وجہ سے بینکوں اور لین دین کرنے والوں کو بڑی سہولت ہوتی ہے۔

---

(۱) معاشیات، ص ۶۲۰

(۲) اصول بنکاری، ص ۵۹

(3) *Money Banking and Finance,* Tahir Ijaz , Agha, 145

اس کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً کوئی چیز خرید کر اس کی قیمت کا مستقبل میں تحریری ادائیگی کا وعدہ کرنا اور یہ تحریری وعدے ادائیگی سے پہلے کاروباری اور ذاتی لین دین میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان تحریری وعدوں میں مختلف طرح کے چیک ،بینک ڈرافٹ اور کفالتیں شامل ہیں، جن پر سود یا مقررہ فیس کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔ (۱)

اعتباری زر دراصل بینک کے خلاف ایک مطالبہ ہوتا ہے۔ ایک عام کرنسی نوٹ بھی اعتباری زر ہوتا ہے۔ مگر اس کی حیثیت قانونی ہوتی ہے اور یہ حکومت کے خلاف مطالبہ ہوتا ہے۔ اعتباری زر کی قانونی حیثیت کے متعلق "پروفیسر ریاض احمد میاں "اپنی کتاب میں کچھ یوں رقمطراز ہیں۔

"اعتباری زر عام قانونی زر کی طرح آج کی دنیا میں کاروبار کے لئے استعمال کئے جارہے ہیں، بلکہ یہ قانونی زر سے زیادہ استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کی بدولت صنعت و تجارت نے بہت ترقی کرلی ہے کیوں کہ اس سے ادائیگیوں میں بہت سہولتیں ہو گئی ہیں۔ اندرون اور بیرون ملک اس کے ذریعے ادائیگیاں کی جاتی ہیں جو نہ صرف محفوظ بلکہ سہل طریقہ ہے۔ (۲)

اور جہاں تک اس کے نقصانات کا تعلق ہے اس کے نقصانات میں اعتباری زر کا بڑی تعداد میں جاری ہونا ہے۔ اس طرح ملک میں افراط زر پیدا ہو جاتا ہے اور قیمتوں میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اعتباری زر کی بدولت غیر کاروباری افراد کاروبار کے نام سے قرضہ لے کر فضول کاموں میں اڑا دیتے ہیں۔ اس طرح بینک کے قرضوں کی آسان دستیابی کی بدولت کاروباری لوگ مختلف اقسام کے کاروبار میں اجارہ داری حاصل کر لیتے ہیں اور قیمتوں میں من مانا اضافہ کر دیتے ہیں۔ گو کاغذی زر کی طرح اس کے بھی نقصانات ہیں اور کاغذی زر کی طرح اس میں نقصانات سے زیادہ خوبیاں ہیں۔ اس لئے کاغذی زر کسی ملک کی معیشت کو مستحکم بنانے میں اہم کردار کرتا ہے۔ تاہم کسی بھی کرنسی کے اعتباری زر بین الاقوامی لین دین میں استعمال ہوتے ہیں تو ان کی گردش اس ملک کی کرنسی میں استحکام پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طاقت ور معیشت کی کرنسیوں کے اعتباری زر بین الاقوامی طور پر قبول کئے جاتے ہیں۔ بینک جو اعتباری زر پیدا کرتا ہے اس کے لئے اتنی رقم بینک کے پاس ہونا ضروری نہیں ہے۔ (۳)

اس حوالہ سے پروفیسر منظور علی شیخ اپنی کتاب "کتاب معاشیات" میں یو رقمطراز ہیں۔

"کسی بینک کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اعتباری زر جاری رکھنے کے لئے صد فیصد رقم محفوظ رکھے۔ بلکہ وہ محفوظ

---

(1) *Money Banking and Finance*, Tahir Ijaz,Agha ,146

(2) *Money Banking and Finance*, Riaz Ahmad , 167

(۳) بنیادی معاشیات، ص ۴۵

رقم کا کچھ فیصد رکھ کر اعتباری زر جاری کر سکتا ہے۔ مثلاً دس فیصد، بیس فیصد۔ دراصل کوئی اعتباری زر اپنے پاس رکھے تو وہ دراصل بینک کو قرض دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے لوگوں کی عادتوں کی وجہ سے اعتباری زر میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ نقد رقوم ملک میں با آسانی سے نہیں بڑھ سکتی ہیں۔ لہذا ملک میں گردش کردہ نوٹوں میں جس نسبت سے نقد رقوم بینک میں جمع ہوں گی اعتباری زر اسی نسبت سے ملک میں گردش کرے گا۔[1]

کسی فرد کو بینک قرضہ دیتا ہے تو واقعی اس کو بینک قرض نہیں دیتا ہے۔ بلکہ اس کے حساب میں رقوم بینک میں جمع کر دیتا ہے۔ قرض دار جو اشیاء یا خدمات خرید تا ہے تو اس کی ادائیگی بذریعہ چیک کر تا ہے۔ ہو سکتا ہے چیک لینے والا یہ رقم لینے کے بجائے بینک میں اپنے حسابات میں جمع کرلے۔ اس طرح بینکوں کی امانتوں میں اضافہ ہو تا رہتا ہے اور کسی کی امانت میں کمی نہیں ہوتی ہے۔

ترقی یافتہ ملکوں میں جہاں چیک کے ذریعے لین دین عام ہے اور معمولی رقوم کے علاوہ تمام ادائیگیاں چیک کے ذریعے ہوتی ہیں۔ وہاں نقد رقوم بینکوں میں محفوظ رہتی ہیں اور اس تناسب سے اعتباری زر کی مقدار میں اضافہ ہو تا ہے اور سر گرمی کاروبار کے لئے رقوم با آسانی میسر آجاتی ہیں۔ اس لیے وہاں کی معیشت مستحکم ہوتی ہے اور وہاں کے اعتباری زر بین الاقوامی لین دین میں بھی قبول کئے جاتے ہیں۔

اگرچہ بینک اعتباری زر تخلیق کر سکتا ہے لیکن اس کی تخلیق کی طاقت محدود ہوتی ہے۔ اگرچہ بینک اپنی محفوظ رقم میں اضافہ کر کے اعتباری زر میں اضافہ کر سکتا ہے۔ لیکن ترقی پزیر ملکوں میں حالات اس طرح کے نہیں ہوتے ہیں۔ وہاں عموماً مرکزی بینک کی پابندیاں ہوتی ہیں۔ جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں اس طرح کی کوئی پابندی نہیں ہوتی ہے، وہاں تناسب نقد عام معاشی حالات سے متاثر ہوتے ہیں۔ عام طور پر سر گرمی کاروبار کے امکانات کے مطابق بینک محسوس کر تا ہے کہ کس قدر معمولی تناسب کافی رہے گا۔ کوئی بینک متوازن حالات میں کسی خاص عرصہ میں نہ تو زر نقد حاصل کر تا ہے اور نہ ہی ہاتھ سے جانے دیتا ہے۔ اس لئے کسی ایک ملک میں کوئی ایک بینک تنہا اعتباری زر کے پھیلاؤ میں اضافہ کرے تو اسے تصفیے کے حساب کے لئے دوسرے بینکوں کو زر نقد ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن تمام ملکی بینک اعتباری زر کے پھیلاؤ میں اضافہ کریں تو ایسی صورت در پیش نہیں آتی ہے۔ اعتباری زر ۱۹۵۰ء سے دنیا بھر میں نہایت پر اسرار طریقہ سے چھا گئی ہے۔ چونکہ یہ بہت وسیع ہیں۔ جہاں حکومتیں یا IMF اور کاروباری افراد کسی وقت بھی قرض لے سکتے ہیں۔ اس طرح اعتباری زر کا تعلق دولت کی ایک کشادہ ترسیل سے ہے۔ جہاں اس کے مطالبے کو

---

(۱) کتاب معاشیات، منظور علی، شیخ، ص ۲۷

حکومتیں اور بڑے تاجر استعمال کرتے ہیں۔ اعتباری زر اگرچہ دولت سے مضبوط نہیں ہے، لیکن دنیا بھر کی تھوک مارکیٹوں پر بری طرح چھائی ہوئی ہے

دنیا کے موجودہ نظام میں چونکہ زر اعتباری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے تمام ترقی یافتہ ممالک نے کرنسی کو گردش کو ختم کرنے کے لئے زر اعتباری کا سہارا لیا ہے۔ لہذا پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بھی زر اعتباری اعلی پیمانے پر فروغ پارہی ہے اور کافی حد تک کرنسی کی بے جا گردش سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ سرگرمی کافی حد تک کامیاب ہوتی ہوئی بھی نظر آرہی ہے اگر حکومت پاکستان اس کو ہر حوالے سے لازمی قرار دے دے جس طرح کہ دیگر ممالک نے اس کو لازمی قرار دیا ہوا ہے تو کافی حد تک اس میں مزید کامیابی بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔[۱]

تجارتی بنک مختلف آلات اعتبار جاری کرتے ہیں۔ جو دراصل زر تو نہیں ہوتے لیکن زر کے تمام فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان آلات کے اجراء کی وجہ سے عمومی لین دین میں زر نقد کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ بنکاری میں اعتبار اور قرضے کی اصطلاح کو ایک ہی مفہوم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح اصل زر کی بجائے محض اعتباری لین دین کیا جاتا ہے۔ بنک ایک طرف تو لوگوں کی امانتیں وصول کرتے ہیں تو دوسری طرف قرض جاری کر کے یا ہنڈیوں پر بٹہ لگا کر زر اعتباری کی تخلیق کر رہے ہوتے ہیں، جس سے زر کی منڈی میں زیر گردش زر کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی لئے بنک زر اعتبار کے خالق کہلاتے ہیں۔[۲]

مندرجہ بالا عبارات میں زر اعتباری کے حوالہ سے مختلف مفکرین کی آراء پیش کی گئی ہیں کہ جن میں ان کا نقطہ ہائے نظر بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے کس طرح بنک کو زر اعتباری کا خالق قرار دیا ہے۔

زر اعتباری کی تخلیق کا عمل:

ذیل میں اس عمل کو بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس میں زر اعتباری کی تخلیق ہوتی ہے وہ طریقہ کار درج ذیل ہے۔

بنک میں جمع شدہ امانتیں جتنی زیادہ ہوں گی بنک اتنے ہی زیادہ قرض جاری کر سکتا ہے۔ اس طرح قرضے امانتوں کو اور امانتیں پھر نئے قرضوں کو جنم دیتی ہیں۔ کیونکہ حاصل کیے گئے قرضے دوبارہ امانتوں کی شکل میں بنکوں میں جمع کروا دیئے جاتے ہیں۔ بنک ان مانتوں کا ایک خاص حصہ بطور محفوظ سرمایہ رکھ کر بقایا قرض جاری کر دیتے ہیں اور ان پر نفع کماتے ہیں۔ اس طرح زر اعتباری کی تخلیق کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔[۳]

---

(۱) بنیادی معاشیات، ص ۸۲

(۲) معاشیات، ص ۶۲۵

(۳) *Money Banking and Finance*, Riaz Ahmad Mian , 146

تجارتی بنک مندرجہ ذیل طریقوں سے اعتباری زر کی تخلیق کرتے ہیں۔

ا۔ہنڈیوں پر بٹہ لگا کر:

ایک بنک اپنے گاہکوں کی ہنڈیوں پر بٹہ لگا کر بھی زر کی تخلیق کرتا ہے۔اس طریقے میں بنک اپنے گاہکوں کی ہنڈیوں پر بٹہ لگا کر ان کی رقم ان کے کھاتوں میں منتقل کر دیتا ہے جس سے زر نقد کو استعمال میں لائے بغیر ہی بنک کے پاس جمع شدہ امانتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اس طرح زر اعتبار کی تخلیق عمل میں آجاتی ہے۔(۱)

۲۔ قرضے جاری کر کے:

زر اعتباری کی تخلیق کا ایک طریقہ قرضوں کی فراہمی ہے۔بنک جب کسی شخص کی درخواست پر اسے قرض فراہم کرنے کی منظوری دیتا ہے تو بنک مطلوبہ رقم نقد دینے کی بجائے قرض کا کھاتہ کھول کر ساری رقم اس میں جمع کر لیتا ہے اور مقروض کو چیک بک جاری کر دیتا ہے۔اگر مقروض چیک کے ذریعے کسی کو ادائیگی کرے تو وہ چیک دوبارہ کسی بنک میں جمع ہو جاتا ہے اور اس طرح زر اعتباری کی تخلیق کا یہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔(۲)

۳۔ سرمایہ کاری کر کے:

ایک بنک کفالتوں میں سرمایہ کاری کر کے بھی زر تخلیق کرتا ہے۔یہ سٹاک ایکسچینج سے کفالتیں خرید کر فروخت کار کے کھاتے میں رقم جمع کروا دیتا ہے یا اسے کراس چیک کے ذریعے ادائیگی کرتا ہے جس کی رقم فروخت کار چیک کو اپنے کھاتے میں جمع کروا کر حاصل کر سکتا ہے۔(۳)

زر اعتباری کی تخلیق میں رکاوٹیں:

بینک لامحدود طور پر زر اعتباری تخلیق نہیں کرسکتے ان کے اس عمل میں بہت سی اخلاقی، معاشی، سیاسی اور مذہبی رکاوٹیں دخل انداز ہوتی ہیں۔جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

---

(1) *A History of Money From Ancient Times to The Present Day*,(University of Wales Press,2011),150

(2) *Money Banking and Finance* ,Riaz Ahmad Mian , 147

(3)*Money Banking and Finance* Tahir Ijaz,Agha, 147

(۱) محفوظ زر نقد:

بینک تمام جمع شدہ کفالتوں اور امانتوں کو قرض دینے کے لئے استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ صارفین کی روزمرہ کی ضروریات کو بھی پورا کرنا ہوتا ہے۔لہذا امانتوں کا ایک معقول حصہ زر نقد کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا پڑتا ہے۔یعنی اگر گاہکوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے زیادہ زر نقد کی ضرورت ہو تو بینک کے قرض دینے کی صلاحیت کم ہو جائے گی کیونکہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ بینک زر اعتباری پیدا کرنے کے لئے قرض فراہم کرتا ہے۔جتنا قرض کم دے گا اتنا زر اعتباری کم پیدا ہو گا۔[۱]

(۲) مرکزی بینک کی پالیسی:

قرض دینے کے معاملے میں ممبر تجارتی بینک خود مختار نہیں ہوتے جس کی وجہ سے بعض اوقات مرکزی بینک ملک میں زر کو کنٹرول کرنے کے لئے زر اعتباری کی تخلیق پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر دیتا ہے۔

(۳) سیاسی حالات کا اثر:

اگر سیاسی طور پر ملک افراتفری کا شکار ہو تو لوگ قرض حاصل نہیں کر سکتے جس سے زر اعتباری کی تخلیق کا عمل رک جاتا ہے اس کے برعکس سیاسی استحکام کے زمانے میں بینک زیادہ زر اعتبار تخلیق کرتے ہیں۔[۲]

(۴) معاشی حالات۔

اگر ملک میں معاشی استحکام ہو تو تاجروں کے لئے منافع کمانے کے اقدامات زیادہ ہوتے ہیں وہ بینکوں سے زیادہ سے زیادہ قرض حاصل کرتے ہیں جس سے زر اعتبار تخلیق ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس معاشی عدم استحکام میں نہ تاجروں کو منافع ملتا ہے نہ وہ قرضے اجراء کراتے ہیں۔[۳]

(۵) مذہب کا اثر۔

ہمارے مذہب اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے جیسا ارشاد خداوندی ہے۔

"واحل الله البيع وحرم الربوا"

---

(1). *A history intrestes,* Sidney Homer and Richard Sylla(John wiley&Sons, London,2006), 25

(۲) اصول بنکاری، ص ۶۱

(۳) اصول بنکاری، ص ۶۵

اور اللہ نے تجارت کو حرام اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔[1]

بینکار چونکہ قرضوں پر سود کی وصولی کرتے ہیں لہذا پختہ مذہبی عقائد رکھنے والے بینکوں سے قرض لینے سے اجتناب کرتے ہیں جس سے زر اعتباری کی تخلیق میں خاطر خواہ کمی واقع ہوتی ہے۔

(٦) محفوظ سرمائے کے تناسب میں تبدیلی۔

اگر ملک کے معاشی اور سیاسی حالات افراتفری کا شکار ہو تو مرکزی بینک محفوظ سرمائے کی تناسب میں اضافہ کر دیتا ہے تجارتی بینکوں کے قرض دینے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے نتیجے کے طور پر زر اعتباری کی تخلیق میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا ابحاث میں حتی الوسع انتہائی اختصار کے ساتھ اس چیز کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان مین زر اعتباری کو فروغ دینے والے ادارے کونسے ہیں اور ان کا اس میں کیا کردار ہے ؟ اور پاکستان کی معیشت میں بینکوں کا بنیادی کردار ہے اگر بینکنگ سسٹم کو منہا کر دیا جائے تو نہ صرف ملک معاشی طور پر کمزور ہو گا بلکہ اس کی معیشت بھی زوال کا شکار ہو جائے گی۔

---

(١) البقرۃ ٢/ ٢٧٥

حاصل بحث:

پاکستان میں زر اعتباری کے ادارے دو طرح سے ہیں ایک وہ ہیں جن کا تعلق نان بینکنگ سیکٹر سے ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق بینکنگ سیکٹر سے ہے۔ نان بینکنگ سیکٹر میں سرمایہ کاری کی کارپوریشنز وغیرہ آجاتی ہیں جو ملک کے اندر اور باہر سرمایہ کاری کرتی ہیں۔ بینکنگ سیکٹرز میں پاکستان کے اعلی، اوسط اور ادنی درجے کے بینک آجاتے ہیں جو کسی نہ کسی صورت میں زر کا لین دین بھی کر رہے ہیں اور زر اعتباری کے حوالے سے بھی کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔

ملک پاکستان میں چونکہ زر اعتباری کا بہت بڑا ادارہ بینک ہوتا ہے اس لئے مندرجہ بالا سطور میں بینک کی تعریفات قدیم وجدید اور اس کے ارتقائی مراحل پر کھل کر بحث کی گئی ہے۔ پاکستان میں بڑے بڑے بینکوں میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان، نیشنل بینک آف پاکستان، حبیب بینک پرائیویٹ کارپوریشن اور ان کے علاوہ بہت سے بینک زر اعتباری کے استعمال، پھیلاو اور لین دین میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔

فصل دوم:

زر اعتباری کا تناسب

فصل دوم: زر اعتباری کا تناسب

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس کے اکثر و بیشتر معاملات بنکوں کے ذریعے طے پاتے ہیں۔ پاکستان میں زر اعتباری کا تناسب ان ممالک کی نسبت کہ جو ترقی یافتہ ممالک ہیں بہت کم ہے اس کی وجہ یہ ہے پاکستان کا بینکنگ سسٹم اتنا مضبوط نہیں جتنا دیگر ممالک کا ہے۔ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بینکینگ سسٹم کے مضبوط ہونے کی وجہ سے ان ممالک میں زر اعتباری کا تناسب بہت زیادہ ہے اور پاکستان مین ان ممالک کی نسبت بہت کم ہے۔

موجودہ دور میں پاکستان کے اندر بینکوں کے نظام کی جڑیں کافی مضبوط ہو چکیں ہیں جن میں بڑے بڑے بینک اسٹیٹ بینک آف پاکستان، نیشنل بینک آف پاکستان، کمرشل بینک آف پاکستان اور زرعی ترقیاتی بینک قابل ذکر ہیں۔ اس کے باوجود بھی پورے وثوق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پاکستان میں زر اعتباری کے پھیلاو کا تناسب کیا ہے؟ کیونکہ اس کی مقدار بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے۔[1]

پاکستان میں بڑے بڑے ادارے جن میں پاکستان کے مرکزی بینک سر فہرست ہیں زر اعتباری کی تخلیق کو مزید بڑھانے کے لئے مزید اقدامات کر رہے ہیں۔ کرنسی نوٹوں کی بجائے عوام الناس کو چیک، بانڈز، پرامیسری نوٹ اور ہنڈی کا تعارف کروا رہے ہیں کیونکہ زر اعتباری کے فروغ میں بہت سے فوائد ہیں جو کرنسی نوٹوں کے چلنے کے ساتھ کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

زر اعتباری کی تخلیق کا عمل:

زر اعتباری کے تخلیقی عمل کے مراحل کو ماہرین معاشیات نے مندرجہ ذیل مفروضات کی بنیاد پر بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) ابتداء میں جمع کروائی گئی امانت ۲۰۰۰ روپے

(۲) تمام ادائیگیاں اور وصولیاں بینکوں کے ذریعے ہوتی ہیں۔[2]

(۳) محفوظ سرمائے کا تناسب ۲۰ فیصد ہے۔

(۴) مرکزی بینک کی طرف سے زر اعتبار کی تخلیق پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

جب کوئی شخص بینک (A) میں ۲۰۰۰ روپے جمع کرواتا ہے تو یہ بینک ۲۰ فیصد یعنی ۴۰۰ روپے زر محفوظ رکھ لیتا ہے۔ ۱۶۰۰ روپے قرض جاری کر دیتا ہے جو کہ مقروض دوبارہ بینک (B) میں جمع کروا دیتا ہے پھر بینک (B) ۲۰ فیصد یعنی ۳۲۰ روپے زر محفوظ رکھ کر

---

(۱) بنکاری، ص ۷۰

(۲) بنیادی معاشیات، ص ۸۲

باقی ۱۲۸۰ روپے قرض جاری کر دیتا ہے اس طرح زر اعتباری کی تخلیق کا یہ سلسلہ وار عمل شروع ہو جاتا ہے اس کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل گوشوارے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

بنک	کل امانتیں	زر محفوظ (۲۰٪)	پیدائش اعتبار
A	۲۰۰۰ روپے	۴۰۰ روپے	۱۶۰۰ روپے
B	۱۶۰۰ روپے	۳۲۰ روپے	۱۲۸۰ روپے
C	۱۲۸۰ روپے	۲۵۶ روپے	۱۰۲۴ روپے
---	----	----	----
---	----	----	----
ٹوٹل	۱۰۰۰۰ روپے	۲۰۰۰ روپے	۸۰۰۰ روپے

بینک کے زر اعتباری کی تخلیق کے عمل کے توازن چٹھہ یعنی بیلنس شیٹ پر اثرات کی وضاحت مندرجہ ذیل طریقے سے کی جا سکتی ہے۔

بینک (A) کا ابتدائی توازن چٹھہ

اثاثہ جات	واجبات	
زرِ نقد ۲۰۰۰ روپے	امانت (کھاتہ)	۲۰۰۰ روپے

اگر بینک (A) اپنے گاہک کو ۲۰ فیصد زر محفوظ (۴۰۰) روپے رکھنے کے بعد ۱۶۰۰ روپے بطور قرض دیتا ہے تو بینک کا حتمی توازن چٹھہ اس طرح ہو گا۔

بینک (A) کا حتمی توازن چٹھہ

اثاثہ جات	واجبات
زرِ نقد ۴۰۰ روپے دیا گیا قرض ۱۶۰۰ روپے ________ ۲۰۰۰ روپے	امانت (کھاتہ) ۲۰۰۰ روپے ________ ۲۰۰۰ روپے

اگر بینک (A) کا گاہک ۱۶۰۰ روپے قرض لینے کے بعد اسے دوسرے بینک (B) میں جمع کرواتا ہے تو بینک (B) کا توازن چٹھہ اس طرح ہو گا۔

بینک (B) کا توازن چٹھہ

اثاثہ جات	واجبات
زرِ نقد ۱۶۰۰ روپے	امانت (کھاتہ) ۱۶۰۰ روپے

اگر بینک (B) اپنے گاہک کو ۲۰ فیصد زر محفوظ (۳۲۰ روپے) رکھنے کے بعد ۱۲۸۰ روپے قرض دیتا ہے تو بینک کا حتمی توازن چٹھہ اس طرح ہو گا۔

بینک (B) کا حتمی توازن چٹھہ

اثاثہ جات	واجبات
زرِ نقد ۳۲۰ روپے دیا گیا قرض ۱۲۸۰ روپے ________ ۲۰۰۰ روپے	امانت (کھاتہ) ۱۶۰۰ روپے ________ ۱۶۰۰ روپے

اگر بینک (B) کا گاہک ۱۲۸۰ روپے قرض لینے کے بعد اسے دوسرے بینک (C) میں جمع کرواتا ہے تو بینک (C) کا توازن چٹھہ اس طرح ہو گا۔

بینک (C) کا توازن چٹھہ

اثاثہ جات	واجبات
زرِ نقد ۱۲۸۰ روپے	امانت (کھاتہ) ۱۲۸۰ روپے

اگر بینک (C) اپنے گاہک کو ۲۰ فیصد زر محفوظ (۲۵۶ روپے) رکھنے کے بعد ۱۰۲۴ روپے بطور قرض دے تو بینک (C) کا حتمی توازن چٹھہ اس طرح ہو گا۔

بینک (C) کا حتمی توازن چٹھہ

اثاثہ جات	واجبات
زرِ نقد ۲۵۶ روپے	امانت (کھاتہ) ۱۲۸۰ روپے
دیا گیا قرض ۱۰۲۴ روپے	
۱۲۸۰ روپے	۱۲۸۰ روپے

زر اعتبار کے پھیلاو کو مندرجہ ذیل فارمولے سے ماپا جا سکتا ہے۔

کل امانتیں = ابتدائی یا نئی امانت x ۱ / زر محفوظ کا تناسب

۲۰X2000 ۰۰یا 20٪ /۱ = 10000 روپے

تخلیق شدہ امانتیں (پیدائش اعتبار) = کل امانتیں - ابتدائی امانت

= ۱۰۰۰۰ روپے - ۲۰۰۰ روپے

= ۸۰۰۰ روپے

(نوٹ) کراوتھر نے اپنی کتاب "An Outline of Money" میں لکھا ہے کہ زر اعتباری کی تخلیق ایک باقاعدہ نظام بینکاری کا عمل ہے اور یہ کوئی بھی بینک تنہا عمل نہیں کر سکتا۔

<u>زر اعتبار کی تخلیق کا سلسلہ دار عمل</u>

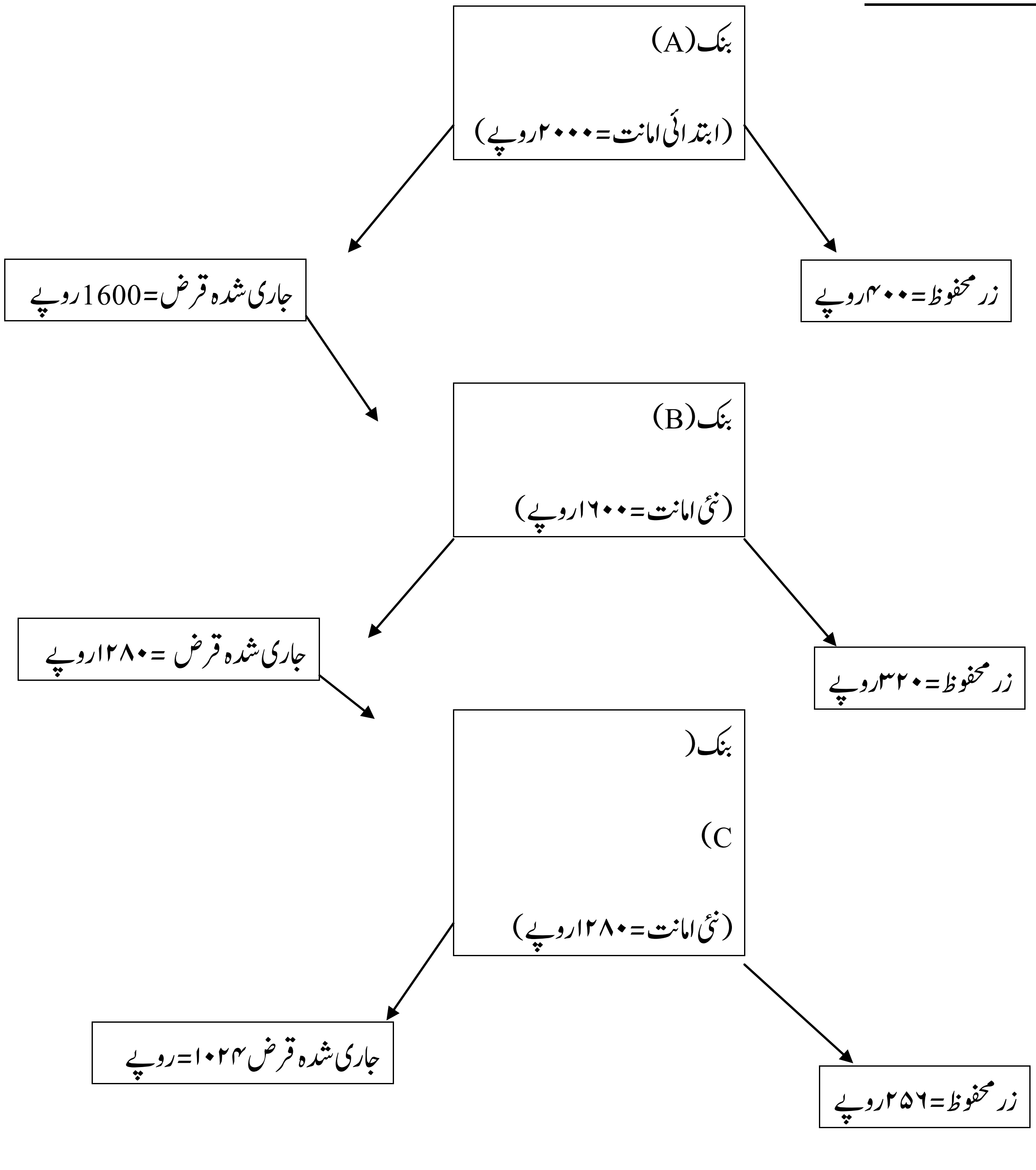

زر اعتباری کی تخلیق کی چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(۱) تحریری شکل میں۔

آلات اعتبار صرف تحریری صورت میں ہی قابل قبول ہوتے ہیں۔ غیر تحریری دستاویزات کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی

(۲) غیر مشروط۔

آلات اعتبار عمومی طور پر غیر مشروط طور پر رقم کی ادائیگی اور وصولی کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ ان آلات اعتبار میں رقم اور تاریخ کے علاوہ کوئی شرط عائد نہیں کی جاسکتی۔ [1]

(۳) زر کا متبادل۔

آلات اعتبار چونکہ زر ہی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ لہذا انھیں آسانی سے زر کی جگہ لین دین میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(۴) غیر ملکی تجارت کی ضرورت۔

بر آمدات و در آمدات کا انحصار آلات اعتبار کی فراہمی پر ہے مثلاً اگر تجارتی اعتباری خط نہ کھلوایا جاسکے تو دوسرے ممالک سے تجارتی رابطہ منقطع ہو جاتا ہے۔

(۵) قرض کا ثبوت۔

تمام آلات اعتبار قرض کے لئے قانونی ثبوت کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

(۶) نقصان سے بچاو۔

زر نقد کی ایک بڑی مقدار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا آسان نہیں ہو تا لیکن آلات اعتبار کے استعمال نے اس خطرہ کو ختم کر دیا ہے۔

(۷) وقت کی بچت۔

آلات اعتبار کے استعمال سے وقت کی بچت کے ساتھ ساتھ محنت کی بھی بچت کی جاتی ہے۔ یہ ملکی لین دین کے علاوہ غیر ملکی تجارت کے لئے بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔ [2]

---

(۱) بنیادی معاشیات، ص ۸۲

(۲) اصول بنکاری، ص ۲۶۹

(۸) تجارتی ترقی:

آلات اعتبار تجارتی لین دین میں آسانی پیدا کرتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت لوگ فوری ادائیگی اور وصولی کیے بغیر اشیاء کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں۔

زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے طریقے:

بدلتے ہوئے معاشی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زری پالیسی کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اسٹیٹ بینک آف پاکستان جو طریقے استعمال کرتا ہے ان کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مقداری طریقے　　　　(۲) عمومی یا وصفی طریقے

(۱) مقداری طریقے۔

مقداری طریقوں سے مراد ایسے طریقے جو زر کی مقدار میں کمی بیشی کرنے میں مدد دیتے ہیں اسٹیٹ بینک آف پاکستان زر کی مقدار کو کم یا زیادہ کر کے بازار زر کو انہی طریقوں کی مدد سے اپنے قابو میں رکھتا ہے یہ طریقہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اختیاری ہے اس طریقے میں زر کو کنٹرول کرنے کے لئے مختلف انداز اپنائے جاتے ہیں۔ [۱]

اگر ملک پاکستان کی معیشت میں افراط زر پیدا ہو جائے تو مرکزی بینک تجارتی بینکوں کو یا اپنے ممبر ان ملکوں کو شرح سود میں اضافہ کرنے کی تجویز دیتا ہے جس سے لوگ قرض لینا کم کر دیتے ہیں اور اگر ملک میں تفریط زر کی کیفیت پیدا ہو جائے تو مرکزی کی ہدایت کے مطابق شرح سود میں کمی کر دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں لوگ قرض لینا شروع کر دیتے ہیں اور نتیجے کے طور پر زر اعتباری کا حجم بڑھ جاتا ہے۔

جب ملکی معیشت افراط زر کا شکار ہو تو مرکزی بینک کفالتوں کو فروخت کر دیتا ہے اسی طرح اگر تفریط زر کی نوبت آجائے تو مرکزی بینک کفالتوں کو خرید لیتا اس کے علاوہ تمام تجارتی بینک اپنی جمع شدہ امانتوں کا ایک خاص تناسب مرکزی بینک کے پاس جمع کرواتے ہیں۔ افراط زر کی صورت میں مرکزی بینک اس تناسب میں اضافہ کر دیتا ہے جبکہ تفریط زر کی صورت میں اس تناسب کو کم کر دیتا ہے جس بینکوں کے قرضہ دینے کی صلاحیت زیادہ ہو جاتی ہے اور زر اعتباری کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ [۲]

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۲۶۹

(2) *Practice and Law of Banking in Pakistan*,Israr Ahmad, ,248.49

(۲)عمومی یا وصفی طریقے:

ماہرین معاشیات نے عمومی طریقوں سے مراد وہ طریقے بتائے ہیں جن کے تحت اسٹیٹ بینک آف پاکستان قرضوں کو صرف مخصوص مقاصد کے حصول کے لئے جاری کرنے کے احکامات دیتا ہے۔ بعض اوقات مرکزی بینک تجارتی بینکوں کو غلط طرز عمل سے باز رہنے کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات دیتا ہے۔

(۱) تجارتی بینکوں کو ملکی اور تجارتی مفاد کے خلاف معاشی سرگرمیوں سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔

(۲) تجارتی بینکوں کو ملکی معاشی صورت حال کے پیش نظر تعاون کی درخواست کرتا ہے تاکہ زر اعتبار کو کنٹرول کیا جاسکے۔

(۳) قرضوں کو صرف سرمایہ کاری اور پیداواری مقاصد کے لئے جاری کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

(۴) مرکزی بینک ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبار کے ذریعے ملکی معاشی صورت حال سے باخبر رکھنے کے لئے مختلف قسم کے اشتہار جاری کرتا ہے جس کے ذریعے لوگ کاروباری اداروں کی پالیسیاں اور پیداوار اور اہداف کے بارے میں جانتے ہیں اور ساتھ سرمایہ کے ذخائر قرضوں کی مقدار بینکوں کی شرح سود اور افراط زر کے بارے میں جانتے ہیں۔

(۵) مرکزی بینک جب یہ محسوس کرتا ہے کہ زر اعتباری کے متعلق اس کی پالیسیوں کی پیروی نہیں کی جارہی تو مرکزی بینک زر اعتبار کنٹرول کرنے کے لئے حساب گھر کی سہولت ختم کرنے کے ساتھ ساتھ فہرستی بینکوں کو غیر فہرستی قرار دیتا ہے۔ ان کے محفوظ زر کے تناسب میں اضافہ کر دیتا ہے اور فہرستی بینکوں کی ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ لگانے سے انکار کر دیتا ہے۔[۱]

زر اعتباری کو کنٹرول کرنے میں مشکلات:

کتب معاشیات میں زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے لئے مندرجہ ذیل مشکلات سامنے آئی ہیں۔

(۱)عدم تعاون:

مختلف تجارتی بینک اپنے مفاد کی خاطر مرکزی بینک کی بنائی ہوئی زری پالیسی سے تعاون نہیں کرتے جس سے مرکزی بینک اپنے اہداف و مقاصد حاصل کرنے اور زر اعتبار کنٹرول کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔

(۲)غیر فہرستی بینک:

غیر فہرستی بینک مرکزی بینک کے دائرہ اختیار سے باہر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مرکزی بینک کی پالیسیوں پر عمل درآمد نہیں کرتے نتیجے کے طور پر مرکزی بینک زر اعتباری کو کنٹرول میں ناکام ہو جاتا ہے۔[۲]

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۲۲۱، ۲۲۳

(۲) بنیادی معاشیات، ص ۸۲

(۳)خود ساختہ آلات اعتبار:

زر اعتبار صرف بینک ہی تخلیق نہیں کرتے بلکہ بعض کاروباری حضرات نجی آلات اعتبار تیار کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے کاروباری معاملات نبٹاتے ہیں جن کی وجہ سے زر اعتباری مرکزی بینک کی پالیسی کے مطابق کنٹرول نہیں ہو پاتے۔

(۴) قرضے کے مقاصد:

کاروباری لوگ پیداواری مقاصد کے علاوہ غیر پیداواری مقاصد کے لئے بھی قرضے لیتے ہیں ان قرضوں کے استعمال سے ملکی معاشی حالات میں بہتری واقع نہیں ہوتی جس کی وجہ سے زر اعتبار کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔[۱]

(۵)سیاسی حالات:

پاکستانی تاریخ پر نظر دوڑانے سے پتہ چلتا ہے ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۸ء تک ملک کے سیاسی حالات افراتفری کا شکار رہے ہیں جس کی وجہ سے کاروباری لوگ مایوس ہو کر قرضوں کی رقم بیرون ملک منتقل کرتے ہیں جس سے ملک کے زر اعتباری کی گردش پر برا اثر پڑتا ہے

(۶)غیر ملکی بینک:

غیر ملکی بینکوں پر اسٹیٹ بینک آف پاکستان اپنی پالیسی کے قواعد وضوابط سختی سے نافذ نہیں کروا سکتا کیونکہ یہ بینک بین الاقوامی بینکاری کی شرائط کے مطابق اپنا کاروبار کرتے ہیں نتیجے کے طور پر پاکستانی مرکزی بینک زر اعتبار کنٹرول کرنے میں مشکل کا شکار نظر آتا ہے۔

(۷)زر کی غیر منظم منڈی:

مرکزی بینک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے جو بھی طریقے اختیار کرتا ہے ان کی کامیابی کا انحصار ملک میں زر کی منظم منڈی پر ہوتا ہے اگر ملک میں زر کی منڈی غیر منظم ہو تو مرکزی بینک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے میں مشکلات سے دوچار ہوتا ہے۔[۲]

(۸) دیگر مالیاتی ادارے:

تجارتی بینکوں کے علاوہ دیگر مالیاتی ادارے مثلاً بیمہ کمپنیاں اور مالیاتی کارپوریشنز ملکی درآمدات وبرآمدات میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں اگر ملک کی درآمدات اور برآمدات میں کمی واقع ہو جائے تو دونوں صورتوں میں زر کا توازن خراب ہو جاتا ہے جس سے ملکی معیشت کو نقصان پہنچتا ہے نتیجے کے طور پر زر اعتبار کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

---

(1) *Practice and Law of Banking in Pakistan* ,Israr Ahmad, 251

(2) *Money Banking and Finance*, Agha Tahir Ijaz , 355

مندرجہ بالا نکات کو مد نظر رکھ کر یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ تجارتی بینک اور دوسرے مالیاتی ادارے اپنے معاشی مفادات کو پاکستان کے معاشی مفادات پر ترجیح دیتے ہوئے مرکزی بینک کی پالیسی سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں جس کا نتیجہ ملک پاکستان کی معیشت کی کمزوری کی صورت میں سامنے آتا ہے اگر ہمارے معاشی ادارے مرکزی بینک کی زری پالسی کے مطابق کام کرنا شروع کر دیں تو مرکزی بینک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے جس سے پاکستان کی معیشت میں خاطر خواہ بہتری آسکتی ہے۔

موجودہ حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے پاکستان میں اب زر اعتباری کے تناسب میں کافی حد تک اضافہ ہوا ہے اس کی وجہ پاکستان کے بینکنگ سسٹم میں بہتری کا آنا ہے اور زر اعتباری تو بینکنگ سسٹم کے ساتھ مشروط ہے جس ملک مین بنکوں کا نظام جتنا زیادہ مضبوط ہو گا اس ملک میں زر اعتباری کا نظام بھی اتنا ہی مضبوط ہو گا درج ذیل رپورٹ میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے ۔ بینکوں میں زر اعتباری کی رسد اور طلب کا میکانزم کیا ہے؟ اس حوالہ سے کچھ باتیں قابل غور ہیں۔ [1]

"آج کل زر کی اہم ترین شکل سکے اور کرنسی نوٹ نہیں، بلکہ بینک کریڈٹ ہے، یعنی ایسے بقایا جات جو لوگ بینکوں میں اپنی امانتوں اور کھاتوں کی شکل میں رکھتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ عام خرید و فروخت کے لئے سکے اور نوٹ بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن بینک کریڈٹ کی مقدار ان سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جو لوگ سکے اور نوٹ فروخت میں ان کا حصہ معمولی سا ہوتا ہے، زیادہ حصہ تو اس دولت مند اور کاروباری طبقہ کا ہوتا ہے جو اپنی تمام خرید و فروخت چیکوں کے ذریعے کرتا ہے۔ اس لئے زر کی رسد پر بحث کرتے ہوئے سکوں اور نوٹوں کی بجائے "بینک امانتوں" پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ کیونکہ دراصل ان بینک امانتوں میں کمی بیشی سے ہی "مقدار زر" میں کمی بیشی ہوتی ہے"۔ [2]

مندرجہ بالا بحث میں زر کی کمی بیشی کا معیار بینک امانتوں کو ہی قرار دیا گیا ہے جتنی زیادہ مقدار میں بینک میں امانتیں رکھوائی جائیں گی اتنی ہی مقدار میں بینک سے زر میں اضافہ ہو گا اور زر اعتباری کے فروغ میں اسی قدر اضافہ ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ بینک جس قدر زر اعتباری کا فروغ چاہتے ہیں وہ اسی قدر امانتیں اپنے پاس جمع رکھے گا۔ اب یہاں پہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بینک کو زر اعتباری کی مقدار بڑھانے میں اس قدر اقدامات کیوں کرنے پڑتے ہیں۔ یا بینک زر اعتباری کو اگر کنٹرول کرتا ہے تو اس کے کنٹرول کرنے کے مقاصد کیا ہیں؟ تو ذیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ مرکزی بینک کے زری پالیسی کے پیچھے مقاصد کونسے ہوتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

---

(۱) بنکاری، ص ۷۰

(۲) اصول بنکاری، ص ۱۲۴

(۱) ملک کے سونے اور زر مبادلہ کے ذخائر کو گھٹنے سے بچایا جائے۔

(۲) قیمتوں میں استحکام پیدا کیا جائے تاکہ قیمتوں میں اتار چڑھاو کے باعث تجارت اور روز گار پر برا اثر نہ پڑے۔

(۳) کرنسی کی بیرونی قیمت بر قرار رکھی جائے، تاکہ غیر ملکی تجارت کو دھچکا نہ لگے۔

(۴) ملک میں معاشی ترقی کی رفتار بر قرار رہے۔

(۵) بازار زر کو مستحکم بنایا جائے۔

(۶) ملک میں "کامل روز گار" بر قرار رکھا جائے "کامل روز گار سے مراد کسی معیشت کی ایسی کیفیت ہے جب ملک کے تمام ذرائع اور وسائل، خصوصا کام کرنے کے اہل اور خواہش مند افراد، بر سر روز گار ہو اور بس معمولی سی بیروز گاری موجود ہے۔

مرکزی بینک کے زری پالیسی یا کریڈٹ کو کنٹرول کرنے کے متعلق پروفیسر سیموئل اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"مرکزی بینک کی زری پالیسی کے بڑے بڑے تین مقاصد ہیں: قیمتوں کا استحکام، تیز رفتار حقیقی معاشی ترقی اور کم سے کم بے روز گاری"۔[1]

حاصل بحث:

ترقی یافتہ ممالک میں زر اعتباری کا تناسب تقریبا سو فیصد ہے لیکن پاکستان چونکہ ترقی پذیر ملک ہے لہذا اس میں زر اعتباری کا تناسب ترقی یافتہ ممالک کی نسبت بہت کم ہے۔ لیکن زر اعتباری کے استعمال کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بھر پور اقدامات کیے جا رہے ہیں اور اس کے فروغ کے لئے بینکنگ سسٹم کوشاں ہے۔

پاکستان میں بینکنگ سسٹم مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جا رہا ہے۔ زر اعتباری کا تعلق چونکہ بینکنگ سسٹم کے استحکام کے ساتھ ہے لہذا جیسے جیسے بینکنگ سسٹم مضبوط ہو رہا ہے یہ دعوی سے کہا جا سکتا ہے کہ آنے والے دنوں میں پاکستان میں زر اعتباری کا مصرف اور لین دین کا تناسب کافی حد تک بڑھ جائے گا جس سے ملکی معیشت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

---

(۱) کتاب معاشیات، ص ۴۸

فصل سوم:

زر اعتباری کی مصنوعات

فصل اول: زر اعتباری کی مصنوعات کا مفہوم:

زر اعتباری کی مصنوعات کا تعارف اور ان کے متعلقات کی بحث انتہائی اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ زر اعتباری کی مصنوعات میں ہنڈی، کریڈٹ کارڈ، ڈیبٹ کارڈ، پرامیسری نوٹ اور چیک وغیرہ سر فہرست ہیں۔ جن کے متعلق مختصرا بحث تعارف کے طور پر پیش خدمت ہے ملاحظہ ہو۔

آغا طاہر اعجاز اپنی کتاب "Money Banking and Finance" میں آلات زر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"With the expansion in business, the expansion in money system was essential.Because, the metallic money and currency notes were not enough to need the business requirements so such instruments were issued to meet the deficiency of money which were not money but had the characteristics of money because of there purchasing power"(1)

کاروبار میں وسعت کے ساتھ ساتھ نظام زر میں بھی وسعت لازمی تھی کیونکہ کاروباری ضرورت کے مقابلے میں دھاتی زر یا بینک نوٹ بالکل ناکافی تھے چنانچہ زر کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایسے آلات کا اجراء ہوا جو بظاہر زر تو نہ تھے لیکن قوت خرید کی وجہ سے زر جیسی اہمیت رکھتے تھے۔

اس سے پتہ چلا کہ آلات اعتبار دھاتی اور نوٹوں کی کرنسی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں لہذا بڑھتی ہوئی کاروباری پیداوار کے ساتھ پیدا ہونے والے کرنسی کے خلاء کو پر کرنے کے لئے آلات اعتبار کی ضرورت پیش آئی۔ آگے مزید آغا صاحب فرماتے ہیں۔

"Thus,such instruments,which are not actual money but serve as money and perform all its functions,are called credit instruments, cheques and bills of exchange etc.Inother words when a business man purchases goods from another person on credit then he gives his creditor a deed , which explains the transaction including the amount and the date of promised payment this deed are instrument is called credit instrument or credit money"(2)

چنانچہ ایسے آلات جو خود تو زر نہ ہوں مگر زر کی خدمات سر انجام دیتے ہو آلات اعتبار یا مصنوعات اعتبار کہلاتے ہیں مثلا چیک اور ہنڈی وغیرہ۔ آسان الفاظ میں اس بات کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے جب کوئی شخص کسی سے اعتبار (ادھار) پر

---

(1) *Money Banking and Finance,* Tahir Ijaz,Agha , 221

(2) *Money Banking and Finance*,Riaz Ahamad Mian, 223

مال خرید تا ہے تو وہ اسے ایک دستاویز دیتا ہے جس میں اس لین دین کی شرائط رقم اور ادائیگی کی تاریخ وغیرہ درج ہوتی ہے اس دستاویز یا معاہدہ کو آلہ اعتبار یا زر اعتباری کہا جاتا ہے۔

اگر مندرجہ بالا تعریفات پر غور کیا جائے تو آلات اعتبار یا مصنوعات اعتبار میں درج ذیل خصوصیات کا پایا جانا لازم ہے۔

(۱) آلات اعتبار صرف تحریری صورت میں ہی قابل قبول ہوتے ہیں غیر تحریری دستاویزات کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہو گی۔

(۲) آلات اعتبار عام طور پر غیر مشروط طور پر رقم کی ادائیگی اور وصولی کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں ان پر رقم اور تاریخ کے علاوہ کچھ درج نہیں ہوتا۔

(۳) آلات اعتبار چونکہ زر ہی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں لہذا انھیں آسانی سے زر کی جگہ خرید و فروخت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۴) برآمدات و درآمدات کا انحصار آلات اعتبار کی فراہمی پر ہے مثلاً اگر تجارتی اعتباری خط نہ کھلوایا جا سکے تو دوسرے ممالک سے تجارتی رابطہ منقطع ہو جاتا ہے۔

(۵) تمام آلات اعتبار قرض کے لئے قانونی دستاویز کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں زر نقد کی بڑی مقدار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جانا جان جوکھوں میں ڈالنے سے کم نہیں ہے لہذا آلات اعتبار اس خطرہ سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ قیمتی وقت بھی بچاتے ہیں۔

(۶) آلات اعتبار تجارتی لین دین میں آسانی پیدا کرتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت لوگ فوری ادائیگی اور وصولی کیے بغیر اشیاء کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں۔[۱]

آلات اعتبار کی اقسام:

پروفیسر ریاض احمد میاں نے اپنی کتاب "Money Banking and Finance" میں آلات اعتبار کی دو اقسام بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) تحویل پذیر آلات اعتبار (Negotiable credit instrument)

(۲) غیر تحویل پذیر آلات اعتبار (Non negotiable credit instrument)

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۲۶۷

(۱) تحویل پذیر آلات اعتبار:

"These are such credit instrument whose rights can be transferred to any other Person.The rights of these instruments maybe transferred by endorsement are delivery ,e,g,promissory, cheque note,bill of exchange and bank draft etc".

تحویل پذیر آلات اعتبار ایسے آلات اعتبار ہیں جن کے حقوق کسی دوسرے کو منتقل کیے جاسکتے ہین ان آلات کے حقوق کسی کے حوالے کر دینے یا تصدیق کر دینے سے منتقل ہو جاتے ہیں مثلا چیک، وعدے کا نوٹ، ہنڈی اور بینک ڈرافٹ وغیرہ۔ (۱)

(۲) غیر تحویل پذیر آلات:

"These are such instruments whose rights cannot be transferred to any other person,e.g bankers letter of credit,money order and postal order".(2)

غیر تحویل پذیر آلات اعتبار ایسے آلات اعتبار ہیں جن کے حقوق کسی دوسرے شخص کو منتقل نہیں کیے جاسکتے مثلا بینک کے اعتباری خطوط، منی آرڈر اور پوسٹل آرڈر وغیرہ۔

ہنڈی:

زر اعتباری کی دوسری بڑی آئٹم ہنڈی ہے جسے انگریزی میں "بل آف ایکسچینج" کہتے ہیں۔ ہنڈی سے مراد ایسی دستاویز ہے جسے ہنڈی قبول ہونے کے بعد قرض خواہ کو واپس کر دی جاتی ہے جو اسے مقررہ تاریخ پر مقروض کے سامنے پیش کر کے ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔

بل آف ایکسچینج ایکٹ ۱۸۸۲ء میں اس کی تعریف ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

"An unconditional order in writing,addressed by one person to another signed by the person giving it,requiring the person to whom it is addressed to pay on demand or at a fixed or determinable future time a sum certain in money or to the order of a specified person ,or to bearer"(3)

مبادلاتی بل ایک غیر مشروط تحریری حکم نامہ ہے جو حکم دینے والے شخص یا فریق کے دستخطوں سے کسی دوسرے شخص یا فریق کے نام جاری کیا جاتا ہے، جس میں ایک مخصوص رقم اس میں مذکورہ شخص کو یا اس کے حکم پر کسی دوسرے

---

(۱) تعارف زر و بنکاری، ص ۲۲۲

(۲) اصول بنکاری، ص ۲۷۱

(3) *Money Banking and Finance*, Tahir Ijaz,Agha, 246

شخص یا حامل بل کو اس کے مطالبے پر یا آئندہ کی کسی تاریخ کو یا کسی قابل تعین تاریخ کو ادا کرنے کے لئے کہا گیا ہوتا ہے۔

ہنڈی ایک اور تعریف درج ذیل الفاظ میں کچھ یوں بیان کی جاتی ہے۔

In other words,"Bills of exchangeis a document ,which contains the order of creditor or seller for debtor or buyer to pay a certain sum of money to or to a certain person"

ہنڈی ایک ایسی دستاویز ہے جس میں فروخت کنندہ یا قرض خواہ، خرید کنندہ یا مقروض کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک مخصوص رقم معینہ عرصہ کے بعد اسے یا جسے وہ کہے ادا کر دے۔[۱]

پرامیسری نوٹ:

زر اعتباری کی مصنوعات میں پرامیسری نوٹ بھی آتا ہے۔یہ ایسا آلہ اعتبار ہے جس میں مقروض اپنے قرض خواہ کو یا خریدار اپنے فروخت کار کو ایک مقررہ رقم عند الطلب یا ایک خاص عرصے بعد ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

پرامیسری نوٹ کی ایک تعریف یوں بھی کی جاتی ہے۔

"A promissory note is an instrument is writing containing an unconditional promise signed by the maker to pay a certain sum of money only to or to the bearer of the instrument,on demand or at a fixed future time"

تحریری وعدہ ایک غیر مشروط تحریری دستاویز ہے جس پر وعدہ کرنے والے کے دستخط ہوتے ہیں اور اس میں وہ ایک مقررہ رقم مقررہ مدت کے بعد یا عند الطلب ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔[۲]

چیک:

زر اعتباری کی مصنوعات میں چیک بھی شامل ہے چیک کے حوالہ سے مختلف لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں خامہ فرسائی کی ہے لیکن یہاں پہ چیک کے تعارف سے پہلے اس کی تاریخ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

"چیک (فرانسیسی زبان کا لفظ) پہلی صدی قبل مسیح میں وجود میں آیا اور اس کے بعد دنیا کے شاہی اور مستند مالی نظاموں میں جیسے پارسی، عرب، منگول اور چائنہ وغیرہ میں ارتقاء پذیر ہوا۔ دنیا کا پہلا مشہور ہاتھ سے لکھا ہوا چیک ایڈمنڈ ویئر اپ نے سیموئل ہاورڈ

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۳۲۲

(1) *Money Banking and Finance* ,Tahir Ijaz,Agha,255

کے حق میں تھامس لیفولڈز جو کہ ایک سنار تھا کے نام اگست ۱۶۷۵ء میں جاری کیا۔(1) تمام بینکاری کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ چھپی ہوئی فارم میں چیک پہلی بار ۱۷۴۹ء اور

۱۷۵۹ء کے درمیان جاری ہوا۔ چین میں چیک کا باقاعدہ آغاز ۱۸۰۷ء میں ہوا۔ اٹلی، اسپین، فرانس اور برطانیہ نے چیک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ آج کل دنیا کا ہر تجارتی بینک ایک مخصوص رنگ اور شکل کا چیک خود چھپواتا ہے اور چیک بک کی شکل میں کھاتہ دار کو جاری کرتا ہے، جس کی مدد سے وہ اپنے کھاتے سے رقم نکلوا سکتا ہے"۔(۲)

چیک کی تعریف آگرہ وال نے کچھ یوں کی ہے۔

" Acheque is an instrument containing an unconditional order,signed by the depositor,directing his banker to pay on demand a definite sum of money to the person named therein or the bearer of the cheque".(3)

چیک ایک ایسا آلہ ہے جو غیر مشروط حکم پر مشتمل ہو، اور اس پر ڈپازٹر کے دستخط ہوں، جس میں وہ اپنے بنکر کو ہدایت دیتا ہے کہ مطالبے پر ایک خاص رقم اس کو، یا جس کا اس میں نام ہو، یا حامل ہو ادا کرے۔

چیک کے اطراف:

الف۔ مرتب / ساحب

ب۔ مرتب الیہ / مسحوب علیہ جو عموما بنک ہی ہوتا ہے۔

ج۔ وصول کنندہ / مستفید

الف سے مراد وہ شخص ہے جو چیک جاری کرتا ہے اور اس پر دستخط جاری کرتا ہے۔ ب سے مراد وہ فریق ہے جس کو چیک پیش کیا جاتا ہے، جو عموما بنک ہی ہوتا ہے اور ج سے مراد وہ شخص ہے جس کو چیک میں درج شدہ رقم مل جائے۔

چیک کی ایک جامع تعریف کچھ یوں ہے۔

"A cheque is a written order by which the customer requires his bank to repay the money which has been deposited with him or in

---

(۱) احکام تداول الشیک فی الفقہ والنظام، سالم بن عایض الشمرانی، س ۱۴۲۱ھ، ص ۴۵

(2) *Money Banking and Finance,* Tahir Ijaz,Agha , 223

(3) *Money Banking and Finance* ,Raiz Ahamad Mian, 237

other words ,a cheque is a document which is used to withdraw money from the bank”. .[1]

چیک کھاتہ دار کی طرف سے بینک کے نام ایک غیر مشروط حکم نامہ ہے جس میں وہ بینک کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ چیک پر درج شدہ رقم اسے یا کسی مخصوص شخص یا حامل چیک کو ادا کرے یا دوسرے لفظوں میں چیک ایک ایسی دستاویز ہے جو بینک سے رقم نکلوانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

بینک ڈرافٹ:

زر اعتباری کی مصنوعات میں بینک ڈرافٹ بھی آتا ہے اس کا مختصر تعارف ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

“A bank draft is a cheque or an instrument in writing drawn by one bank upon another bank or by one branch of a bank upon its another branch for a certain sum of money payable on demand or to order of payee mentioned therein”.[2]

بینک ڈرافٹ ایک ایسی دستاویز ہے جو کسی نامزد شخص کے حکم کے مطابق ایک بینک دوسرے بینک یا اپنے کسی دوسرے دفتر کے نام جاری کرتا ہے جس مین عند الطلب ایک مخصوص رقم ادا کرنے کی ہدایت ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ باقی تمام مصنوعات کا تعارف پیش کیا جاچکا ہے لہذا دوبارہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حاصل بحث:

پاکستان میں دو طرح کا آلات اعتبار اس وقت رائج ہیں کچھ تو تحویل پذیر آلات ہیں اور کچھ غیر تحویل پذیر آلات ہیں۔ جن کی ملکی معیشت میں بنیادی کردار ہے جن میں بینک ڈرافٹ، ہنڈی، چیک، بانڈز وغیرہ شامل ہیں۔ یہ وہ آلات ہیں جن پر کسی بھی ملک کی معیشت کی ترقی کی بنیاد ہوتی ہیں کیونکہ ملکی معیشت میں سب سے زیادہ مصروف اور لین دین میں یہی آلات اعتبار استعمال ہوتے ہیں۔ یہ وہ آلات ہیں جو زر کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں بھی آسانی کے ساتھ لے جائے جاسکتے ہے۔

---

(1) *Money Banking and Finance*, Tahir Ijaz,Agha, 225

(2) *Money Banking and Finance*, Tahir Ijaz,Agha, 259

باب چہارم:

زر اعتباری اور پاکستان کی معیشت

فصل اول: ہنڈی، پر امیسری اور پاکستان کی معیشت

فصل دوم: چیک، ڈرافٹ اور بانڈز اور پاکستان کی معیشت

فصل سوم: کریڈٹ کارڈ، ڈیبٹ کارڈ اور پاکستان کی معیشت

فصل اول:

ہنڈی، پرامیسری اور پاکستان کی معیشت

فصل اول: ہنڈی، پرامیسری اور پاکستان کی معیشت

کسی بھی ملک کی ترقی اور تنزلی میں اس ملک کی معیشت بنیادی کردار ادا کرتی ہے جس ملک اور ریاست کی معیشت جتنی زیادہ مضبوط ہوگی وہ اتنی ہی زیادہ فرمان روا اور مستحکم ہوگی تاریخ عالم نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر دنیا میں حکومت کرنی ہے تو اس کے لئے معیشت کا استحکام انتہائی ضروری ہے دنیائے عالم میں جن ممالک اور خطوں نے بھی حکومت کی ہے وہ صرف اور صرف معیشت کے استحکام کے بل بوتے پر ہی کی ہے۔

پھر ریاست یا ملک چاہے قدیم یونان کا ہو یا اس کے بعد روم وایران کا ہو استبدادی قوت اسی کے پاس ہی ہوتی ہے جو معاشی حوالے سے مضبوط ہوگا عصر حاضر میں موجود اگر سپر پاورز کے دعویدار ممالک کا مطالعہ کیا جائے تو یہی بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان کی معاشی کیفیت ان کی احتیاجات سے انتہائی مضبوط ہے اور وہ ممالک معاشی لحاظ سے انتہائی طاقتور ترین ممالک ہیں اگر ہم امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس، جرمنی، آئس لینڈ اور دیگر ممالک کا تجزیہ کرے تو ان کی حکومت وسالمیت کے پیچھے جو نظریہ کار فرما ہے وہ ان کا معاشی اعتبار سے مستحکم ہونا ہے۔

کسی بھی ملک کی معیشت میں اس کی اندرونی اور بیرونی تجارت، درآمدات وبرآمدات، بینکنگ سسٹم، اور دیگر ذرائع انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ان تمام اداروں کے تعاون سے ہی کسی بھی ملک کی معیشت مستحکم ہو سکتی ہے اگر ان میں سے کوئی بھی ادارہ اپنا کردار ٹھیک سے ادا نہ کر رہا ہو تو پھر ملکی معیشت میں استحکام ممکن نہیں رہتا اسی طرح ملک کے بین الاقوامی سطح پر کیے گئے معاہدے اور تعلقات بھی اس میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ [1]

درآمدات وبرآمدات کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو ملک درآمدات وبرآمدات کے حوالے سے جتنا زیادہ مضبوط ہوگا اس کی اکانومی اتنی زیادہ مستحکم ہوگی درآمدات وبرآمدات میں بھی پھر خصوصی طور پر برآمدات بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور برآمدات ودرآمدات میں بنیادی کردار ہنڈی کا کاروبار ادا کرتا ہے جو اگر قانونی لحاظ سے چلے تو ملکی معیشت میں انقلاب برپا کر سکتا ہے اور اگر غیر قانونی طریقے سے کیا جائے تو پھر کسی بھی ملک کی معیشت کی تباہی میں بنیادی کردار بھی اسی کا ہی ہوتا ہے۔

> "ہنڈی کی تاریخ کا اگر مطالعہ کرے تو بعض ماہرین اقتصاد کا خیال ہے کہ ہنڈی بصورت موجودہ قرون وسطی میں متعارف ہوئی، ان میں سے بعض نے اس کی تحدید بھی کی ہے کہ ہنڈی اٹھارویں صدی عیسوی میں متعارف ہوئی ہے، اور اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ یہ عقد صرف کے لئے بطور آلہ استعمال ہوتی تھی، یعنی ایک ملک کے زر

---

(۱) اصول بنکاری، ص،۲۴۵

دوسرے ملک کے زر کے تبادلے کے لئے ہنڈی کا طریقہ کار بطور آلہ استعمال ہوتا تھا"۔ (۱)

موجودہ دور میں ہنڈی کا کاروبار کسی بھی ملک کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ اس سے اربوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے اگر وہ جائز طریقے سے ہوگا تو ملکی معیشت مستحکم اور مضبوط ہوگی اور اگر وہ ناجائز طریقے سے ہوگا تو ملکی معیشت خسارے کا شکار ہوگی۔ اور یہ بھی وضاحت اس سے ہوگی کہ کتنے اربوں ڈالرز کا کاروبار ہنڈی کے ذریعے ہوتا ہے اور اگر غیر قانونی کاروبار ہو تو اس سے ملکی معیشت کو کتنا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

ملکی سرمائے کا کتنا بڑا حصہ ہنڈی کے ذریعے ناجائز طریقے سے ملک سے باہر بھیج دیا جاتا ہے اور ملکی معیشت کا کتنا بڑا نقصان اسی مد میں ہو جاتا ہے حکومت پاکستان اس حوالے سے کافی اقدامات کر رہی ہے کہ اس کاروبار کو روکا جائے لیکن ابھی تک اس کی یہ محنت بارآور ثابت نہیں ہو رہی ہے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان کی ایک رپورٹ کے مطابق ہنڈی کے ذریعے مال کو باہر بھجوانے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے رپورٹ ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا سرکاری کمرشل بینک، ترسیلات زر کی بذریعہ ہنڈی یا حوالہ کی بجائے، قانونی ذرائع سے آمد کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے بینک صارفین کو مراعات کی پیشکش کر رہا ہے، جس میں رقم کی سرحد پار منتقلی دلالوں کے ذریعے انجام پاتی ہے، تاریخ میں اس کی جڑیں خاصی گہری ہیں اور ان افراد میں ہر دل عزیز ہیں جو کئی وجوہات کی بناء پر بینکوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ تاہم، ان پر سرکاری نگرانی کے فقدان اور ٹیکس سے ان کے اجتناب کے باعث ان حکام کو تشویش لاحق ہے، جو روپے کی قدر کو محفوظ بنانا چاہتے ہیں اور دہشت گردی کی مالی امداد کا گلا گھونٹنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ (۲)

یعنی کہ سرکاری سطح پر پاکستانی حکومت کو اس بات کا ادراک بھی ہے اور وہ اس کا پیچھا بھی کر رہی ہے کہ جو ناجائز کاروبار ذریعے ملکی سرمایہ باہر کے ممالک میں بھیجتے ہیں ان کا ناطقہ بند کیا جائے اور اس کو قانونی بنانے کے مکمل طور پر اقدامات کیے جائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہنڈی کے ناجائز کاروبار سے اس قدر نقصان اور خسارہ ہے تو پھر اگر اس کاروبار کو قانونی طریقے سے کیا جائے تو پھر ملکی معیشت کو کتنا فائدہ ہوگا تو ذیل میں ہم ہنڈی کے کاروبار کا ملکی معیشت کی ترقی میں کردار کو واضح کرتے ہیں تاکہ یہ بات بھی واضح ہو جائے ایک ملک کی معیشت میں ہنڈی کا جائز کاروبار کیا کردار ادا کرتا ہے۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۲۰۲

(۲) اصول بنکاری، قاضی شہزاد احتشام، ص ۱۳۷

نیشنل بینک آف پاکستان کی ہی ایک رپورٹ کے مطابق کہ ہنڈی کے جائز کاروبار سے ملکی معیشت کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ملاحظہ ہو قانونی ذرائع سے ترسیلاتِ زر کی آمد میں سہولت کے لئے، اسٹیٹ بینک آف پاکستان (ایس بی پی)، منسٹری آف اوور سیز پاکستانیز اوروزارتِ خزانہ نے ایک مشترکہ پاکستان ریمیٹنس انیشیئیٹیو (پی آر آئی) نامی افتتاحی اقدام کا آغاز کیا ہے۔

"ہم اسٹیٹ بینک آف پاکستان پی آر آئی، غیر ملکی سفارت خانوں اور متعلقہ وزارتوں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں تاکہ سمندر پار پاکستانیوں کو رقوم کی منتقلی کے لئے قانونی ذرائع استعمال کرنے کی تعلیم دی جا سکے"، کاظمی نے کہا۔ اس سے نا صرف ہمارے کاروبار میں اضافہ ہو گا بلکہ ہمیں پاکستان کے ترسیلات زر کے حجم کو بڑھانے میں بھی مدد فراہم ہو گی، جس کا حجم فی الوقت ۲۰ ارب ڈالر ہے"[۱]

انہوں نے کہا۔ کاظمی صاحب کے مطابق ترسیلات زر ۲۰۱۵-۲۰۱۶ میں ۲ بلین امریکی ڈالر بڑھی تھیں، بمقابلہ ۲۰۱۴-۲۰۱۵ جب ترسیلات ۱۸ ارب امریکی ڈالر تھیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ترقی کے وسیع امکانات موجود ہیں" انھوں نے کہا۔ قانونی ترسیلات زر ۴۰ بلین امریکی ڈالر سالانہ سے زائد یا دوہری سطح پر برقرار ہوتی ہیں، کیونکہ ہنڈی اور حوالہ کے ذریعے منتقل ہونے والی رقم، قانونی ذرائع سے بھیجی جانے والی رقم کے تقریباً برابر ہیں۔[۲]

بینک صارفین کی تعداد میں اضافہ کے اعتبار سے کاظمی کہتا ہے کہ اگر جائز طریقے سے بینک کے صارفین اس کو استعمال کریں تو پھر کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

کاظمی کے مطابق پاکستانی آبادی کے صرف ۱۵ فیصد کے پاس ہی بینک اکاؤنٹس ہیں. اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور حکومت اس سلسلہ میں کچھ تبدیلی لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہدف یہ ہے کہ بینکاری معیشت میں شرکت کرنے والی آبادی کے شرح فی صد میں اضافہ کیا جائے، انھوں نے کہا۔ نیشنل بینک آف پاکستان (این بی پی) اس مالی شمولیت کے مقصد کے حصول کے لئے پاکستان بھر میں، بشمول دور دراز شہروں اور قصبوں کہ جہاں واحد این بی پی بینکاری ہی موجود ہے، بڑے پیمانے پر پھیلے ہوئے ۱۴۰۰ سے زائد شاخوں پر مشتمل منتشر نظام کے ذریعے کام کر رہا ہے، کاظمی نے کہا۔

بینک کا ترسیلات زر کا نظام اور شاخ کے تمام نیٹ ورک صارفین کے لئے بینکاری کے تجربہ میں سہولت فراہم کرنے کے لئے آن لائن ہیں، انہوں نے کہا۔ پاکستان میں ترسیلاتِ زر کے شعبہ کو درپیش سب سے بڑا چیلنج عوام کے درمیان قانونی بینکاری کے ذرائع کی موجودگی کے بارے میں شعور کو اجاگر کرنا ہے، کاظمی نے کہا۔ رقم منتقل کرنے والے افراد ہنڈی اور حوالہ کی طرف سے

---

(1)*Pakistan.asia.news*.com/ur/articles/cnmi.pf/features/2017/01/26/feature.02

(2) *Pakistan.asia.news*.com

پیش کش کیے جانے والی سہولیات کے باعث خود بخود انکی طرف کھچے چلے جاتے ہیں، انھوں نے کہا، لیکن وہ لوگ رقم کی اس غیر قانونی منتقلی کے منفی پہلو سے ناواقف ہوتے ہیں۔جو کہ انسانی تجارت، اسمگلنگ، منی لانڈرنگ اور بین الاقوامی دہشت گردی کے لئے مالی امداد فراہم کرنے کا ایک ذریعہ ہو سکتا ہے۔لہذا، وہ لوگ جو غیر قانونی طریقوں سے رقم بھیجتے ہیں نادانستہ طور پر ایسی سرگرمیوں کی حمایت کر رہے ہوتے ہیں۔ (۱)

اس کے علاوہ مولانا عصمت اللہ اپنی کتاب "زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے" میں رقمطراز ہیں اور ہنڈی کے فوائد پر انتہائی سہل اور مفید بحث کرتے ہیں کہ جو یہاں پر قارئین کی نظر کی جارہی ہے۔

مبادلاتی بل اعتبار کے کاروبار کے لین دین میں متعدد فوائد انجام دیتا ہے۔

۱۔بطور وسیلہ مبادلہ:

یہ بل ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں بطور وسیلہ مبادلہ کے فوائد کا حامل ہوتا ہے اور تجارتی لین دین میں ادائیگی کے لئے موثر اور اہم ذریعہ ادائیگی تصور کیا جاتا ہے۔

۲۔فریقین کے لئے فائدے کا باعث:

مبادلاتی بل کی صورت میں ایک طرف ادھار پر مال فروخت کرنے والے فریق کو اپنی رقم کی عدم وصولی کا خطرہ کم سے کم رہ جاتا ہے، تو دوسری طرف مال کے خریدار کو اس کی بدولت یہ سہولت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ رقم ادا کیے بغیر مطلوبہ مال خرید سکتا ہے اور بل کی ادائیگی اس کی مدت ختم ہونے پر کر سکتا ہے اس وقت تک اشیاء فروخت ہو چکی ہوتی ہے اس طرح مبادلاتی بل فروخت کار اور خریدار کے درمیان ادھار کاروباری لین دین میں ایک اہم وسیلہ ادائیگی بن کر دونوں فریقین کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ (۲)

۳۔ادائیگیوں کا محفوظ ذریعہ:

مبادلاتی بل ادائیگی کے ایک محفوظ ذریعے کے فرائض بھی بخوبی انجام دیتا ہے کیونکہ عدم ادائیگی کی صورت میں بل کا حامل شخص عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے بآسانی بل کی رقم وصول کر سکتا ہے۔

---

(1)*Pakistan.asia.news*.com/ur/articles/cnmi.pf/features/2017/01/26/feature.02

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۶۵

۴۔ بل پر کٹوتی کا فائدہ:

مبادلاتی بل مدت پوری ہونے سے پہلے بھی کیش ہو سکتا ہے، جس کے لئے اسے بینک میں کٹوتی کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے ،کٹوتی کی صورت میں بنک بل کی بقیہ مدت کا سود مقررہ شرح سے کاٹ کر باقی نقد رقم ادا کر دیتا ہے۔[۱]

کچھ فوائد اس کے علاوہ بھی بیان کیے جاتے ہیں جو ملک کی معیشت کو پہیہ لگانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور یہاں پر خصوصی طور پر انھیں بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ ہوں۔

ا۔ تجارتی ترقی:

ہنڈی کی بدولت ادھار خرید و فروخت اعتماد کے ساتھ کی جا سکتی ہے جس سے ملکی اور غیر ملکی تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے ۔ہنڈیاں تجارتی لین دین میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ خصوصاً غیر ملکی تجارت میں ادائیگی اور وصولی کا اہم ذریعہ ہے۔ اور جیسے ہی ملکی اور غیر ملکی تجارت بڑھے گی ویسے ہی ملکی معیشت بھی استحکام کا شکار ہو گی کیونکہ کسی بھی ملک کی ترقی کا زیادہ تر انحصار اس ملک کی درآمدات وبرآمدات پر ہوتا ہے۔[۲]

٦۔ حکومت کی آمدنی میں اضافہ:

ہنڈی پر اس کی مالیت کے اعتبار سے رسیدی ٹکٹیں لگائی جاتی ہیں اور یہ رسیدی ٹکٹیں حکومت فروخت کرتی ہیں جس سے حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔لہذا ہنڈی کا کاروبار جتنا زیادہ وسیع ہو گا اتنا ہی حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہو گا اور اگر آمدنی میں اضافہ ہو گا تو اس ملک کی معیشت پہ بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۷۔ یقینی ادائیگی:

جس مقروض نے ہنڈی قبول کی ہوتی ہے وہ کاروباری حلقوں میں اپنی ساکھ کو قائم رکھنے کے لئے کوشش کرتا ہے کہ اس کی رقم مقررہ تاریخ پر لازمی ادا کر دے جس سے رقم کی وصولی یقینی ہو جاتی ہے۔ جس تاجر کا جتنا بڑا کاروبار ہو گا وہ اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا کیونکہ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر آج میں معاملات اور لین دین میں دھوکہ دہی کرتا ہوں تو کل کو کوئی بھی بڑا تاجر مجھ پر اعتماد نہیں کرے گا۔ اور اگر اعتماد ختم ہو جائے تو کوئی بھی تاجر اپنے کاروبار کو وسیع پیمانے پر چلا نہیں سکتا اور نہ ہی اس کو بڑھا سکتا ہے۔[۳]

---

(۱)زر کا تحقیقی مطالعہ، ص۳٦۵

(۲)زر کا تحقیقی مطالعہ، ص۳٦۷

(۳)احکام الاوراق النقدیہ التجاریہ فی الفقہ الاسلامی، رسالہ درجہ الماجستر، جامعہ ام القری، ص۵۵

۸۔ہنڈی کی تجدید:

ہنڈی کے فوائد میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اگر ہنڈی قبول کرنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ مقررہ تاریخ پر ہنڈی کی مکمل یا کچھ رقم ادا نہیں کر سکتا تو وہ قرض خواہ کی رضامندی سے ہنڈی کی مکمل یا جزوی ادائیگی کے بعد باقی رقم کے لئے اس ہو گا وہ اتنا ہی تجارت میں پیسہ لگائے گا اور جتنی تجارت اس کی پھلے پھولے گی ملکی معیشت کو اتنا ہی زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ کی تجدید کروا سکتا ہے۔ جس سے تاجر کو بڑی سہولت ملتی ہے اور تاجر کو جتنی سہولت ہو گی وہ اتنا ہی خوشحال ہو گا اور تاجر جتنا خوشحال ہو گا۔

۹۔ مقروض کے لئے سہولت:

چونکہ مدتی ہنڈی میں رقم کی ادائیدگی کی تاریخ مقرر ہوتی ہے اس لئے مقروض کو کوئی بھی شخص رقم کی ادیگی کے لئے مقررہ تاریخ سے پہلے مجبور نہیں کر سکتا جس سے اس کو اچھے طریقے سے کام کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے اور اسے ایک طرح کا ریلیف بھی مل جاتا ہے کہ اب مقررہ تاریخ تک اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور وہ آسانی سے اس رقم کا بندوبست کر لیتا ہے اور ہنڈی کے اصل مالک کو وہ رقم ادا کر دیتا ہے۔[۱]

۱۰۔ہنڈی کی سبکدوشی:

اگر ہنڈی کا قبول کنندہ یا مرتب الیہ ہنڈی کی مقررہ تاریخ سے پہلے ادائیگی کرنا چاہے تو وہ قرض خواہ کی رضامندی سے ایسا کر سکتا ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ مقررہ تاریخ سے پہلے انسان کے پاس سرمایہ آجاتا ہے اور وہ چاہتا ہوتا ہے کہ وہ یہ رقم دے کر اپنے قرض سے سبکدوش ہو جائے اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو ہنڈی میں اس چیز کی گنجائش موجود ہوتی ہے کہ اگر اس کے پاس سرمایہ آجائے تو وہ سرمایہ ادا کر کے اپنا قرض ادا کر سکتا ہے اور اپنے آپ کو قرض سے آزاد کروا سکتا ہے۔

۱۱۔لین دین کی سہولت:

ہنڈی کی بدولت ملکی و غیر ملکی ادائیگیوں اور وصولیوں میں سہولت پیدا ہوتی ہے کیونکہ زر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کرنا۔

۱۲۔ قرض کا ثبوت:

ہنڈی قرض خواہ کے پاس مقروض سے رقم کی وصولی کی تحریری ثبوت ہوتی ہے۔ انکار کی صورت میں ہنڈی کو عدالت میں ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔[۲]

---

(۱)الاوراق التجاریہ المعاصرہ طبیعھا القانونیہ و تکییفھا، محمد البوطی,الفقہی الصادر دار الکتب العلمیہ ،س ۱۴۲۷ھ ص ۱۱۵

(۲)زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص ۳۴۱

۱۳۔ بینک کی آمدنی:

ہنڈی پر بٹہ لگانے کے لئے بینک کمیشن وصول کرتا ہے جس سے بینک کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ بینک کے کاروبار میں ترقی:

بینک بعض دفعہ ہنڈی پر بٹہ لگانے کے بعد اس کی نقد رقم ادا نہیں کرتا بلکہ ہنڈی کی رقم سے حامل کے نام کھاتہ کھولتا ہے اور یہ رقم اس کے کھاتے میں منتقل کر دیتا ہے جس سے بینک کے کھاتے داروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۵۔ معاشی ترقی:

ہنڈیوں کے ذریعے لین دین کی وجہ سے ملک میں تجارتی اور صنعتی ترقی ہوتی ہے جس سے معاشی ترقی کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔

مندرجہ بالا فوائد وہ ہیں کہ جو انفرادی اور اجتماعی طور پر یکساں مفید اور موزوں ہے اس کے فوائد قومی اور بین الاقوامی سطح پر انتہائی کرادار ادا کر رہے ہیں اور اگر اس کا حقیقت پسندی سے جائزہ لیا جائے تو واقعتاً ہنڈی کا جائز کاروبار ملکی اور بین الاقوامی سطح پر انسان کے لئے مدد و معاون بھی ہے اور ایک بہت بڑی سہولت بھی ہے۔۔[۱]

پرامیسری نوٹ کا پاکستان کی معیشت میں کردار:

پرامیسری نوٹ کو اردو میں "تحریری وعدہ" کہتے ہیں اور یہ "ایک ایسا آلہ اعتبار ہے جس میں مقروض اپنے قرض خواہ کو ایک مقررہ رقم عند الطلب یا ایک خاص وقت کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے"۔

تحویل پذیر آلات میں ایک پرامیسری نوٹ بھی ہے کہ جس کا ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱۸۸۱ ء کے ایکٹ کی شق (۴) کے تحت تحویل پذیر آلات تحریری وعدہ ایک غیر مشروط تحریری دستاویز ہے جس پر وعدہ کرنے والے کے دستخط ہوتے ہیں اور اس میں وہ ایک مقررہ رقم مدت کے بعد یا عند الطلب ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔[۲]

پرامیسری نوٹ کی بھی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

(۱) بین الاقوامی تحریری وعدے (۲) ملکی تحریری وعدے

---

(۱) احکام الاوراق التجاریہ فی الفقہ الاسلامی، سعد بن ترکی الخثلان، الصادر فی طبعہ دار ابن جوزی س ۱۴۲۷ھ ص ۱۳۵

(۲) اصول بنکاری، ص، ۳۵۵

(ا) بین الاقوامی تحریری وعدے:

ایسا تحریری وعدہ جس میں مرتب کنندہ اور وصول کنندہ کا تعلق دو مختلف ممالک سے ہو غیر ملکی تحریری وعدہ کہلاتا ہے۔

(ا) ملکی تحریری وعدے:

ایسا تحریری وعدہ جس کے مرتب کنندہ اور وصول کنندہ کا تعلق ایک ہی ملک سے ہو ملکی تحریری وعدہ کہلاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرامیسری نوٹ پاکستان کی معیشت میں کیا کردار ادا کرتا ہے تو ذیل میں چند ان اسباب پر روشنی ڈالی جاتی ہے جو اس بات کو ثابت کریں گے کہ ملکی معیشت میں پرامیسری نوٹ کیا کردار ادا کر رہی ہے۔

(ا) مقررہ رقم کے لئے:

تحریری وعدہ میں ایک مقررہ رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو الفاظ یا ہندسوں کی شکل میں پرامیسری نوٹ پر لکھی جاتی ہے۔ اور اس میں ایک تاریخ مقرر کی جاتی ہے جس کے مطابق وہ رقم قرض خواہ کو ادا کرنا لازم ہو جاتی ہے۔ مقررہ مدت سے پہلے قرض خواہ قرض دار سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ اس کو رقم دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔[1]

(۲) قرض کی ادائیگی میں آسانی:

تحریری وعدہ میں قرض دار کو اپنا قرض چکانے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ اس کو اپنا سرمایہ جمع کرنے یا اکٹھا کرنے میں مہلت مل جاتی ہے جو اس کے لئے بہت زیادہ آسانی فراہم کرتی ہے۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی دونوں سطحوں پر تجارت بہت زیادہ پھلتی پھولتی ہے کیونکہ اس میں رقم فوری طور پر واجب الادا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک مقررہ مدت مل جاتی ہے۔

(۳) حکومت کی آمدنی میں اضافہ:

تحریری وعدہ کے ذریعہ بہت بڑے پیمانے پر درآمدات و برآمدات ہوتی ہیں جو ملکی وسائل بڑھانے اور ان میں استحکام پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں کیونکہ ملکی معیشت کا زیادہ تر انحصار زر مبادلہ پر ہوتا ہے اور زر مبادلہ درآمدات و برآمدات سے حاصل ہوتا ہے اور درآمدات و برآمدات کے بڑھانے میں پرامیسری نوٹ کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

---

(۱) بلاسود بنکاری، ارشاد احمد، ص ۲۵۶

(۴) رقم کی منتقلی میں آسانی:

تحریری وعدہ کے ذریعہ بغیر کسی پریشانی کے رقم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی بہت زیادہ افراد کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی بہت زیادہ وقت درکار ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں بہت زیادہ سرمایہ لگتا ہے جس سے تاجر کو بہت زیادہ سہولت ملتی ہے اور وہ اپنا کام بھرپور انداز میں کرتا ہے۔[۱]

(۵) دھوکہ دہی و فراڈ کی گنجائش نہیں:

تحریری وعدہ میں دھوکہ دہی اور فراڈ کے ممکنات بہت حد تک کم ہوتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی تیسرا شخص شامل نہیں ہوتا تو فریقین اپنی مرضی سے ایک تاریخ مقرر کرتے ہیں اور اس پر رقم ادا کرنے کے پابند ہوتے ہیں اس میں رسک بہت کم لیا جاتا ہے کیونکہ تجارت اور کاروبار ہمیشہ اعتماد پر چلتے ہیں اور اگر کوئی تاجر اپنا اعتماد ہی کھو دے تو پھر وہ زیادہ دیر تک مارکیٹ میں نہیں چل سکتا۔

(۶) ادائیگیوں میں توازن:

پاکستان کی معیشت میں ادائیگیوں میں توازن کا نہ ہونا ایک بڑا مسئلہ ہے۔لہذا تحریری وعدہ چونکہ مستقبل میں رقم ادا کرنے کا ایک وعدہ ہوتا ہے۔ قرض دار جب قرض خواہ کو تحریری وعدہ دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ قرض خواہ کو اس کی رقم کی ادائیگی مقررہ وقت پر کر دے گا جس کی وجہ سے اس کی ادائیگی میں توازن پیدا ہوتا ہے اور کسی طرح کے نزاع کا سبب نہیں بنتا ہے۔

(۷) قانونی چارہ جوئی:

پرامیسری نوٹ کتابی حساب کی جدید شکل ہے قرض یا ادھار لیتے وقت مقروض ایک کاغذ پر لکھ دیتا ہے کہ اس نے اتنی مالیت کی اشیاء یا قرض وصول کر لیا ہے اور وہ مقررہ عرصے کے بعد رقم قرض خواہ کو یا جسے قرض خواہ چاہے ادا کرے گا۔اس اقرار نامہ پر عموماً رسیدی ٹکٹ چسپاں کیے جاتے ہیں تاکہ اگر کبھی ضرورت پڑے تو قرض خواہ، قرض دار کے خلاف قانونی کاروائی کر سکے جس سے پاکستانی معیشت میں ادائیگی و وصولی میں قانونی تحفظ مل جاتا ہے۔[۲]

---

(۱)الاوراق التجاریہ فی الشریعہ الاسلامیہ بقسم الشری، محمد احمد سراج، جامعہ الصادر دار الثقافہ، س۱۹۸۸ء ص ۳۵

(۲)الاوراق التجاریہ المعاصرہ طبیعھا القانونیہ و تکییفھا الفقہی، ناشر دار الکتب العلمیہ، س ۱۴۲۷ھ، ص ۱۳۳

(۸) پاکستان کی صنعت و تجارت میں ترقی:

موجودہ زمانے میں صنعت و تجارت کے میدان میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے لہذا صنعت و تجارت میں ترقی کیے بغیر کسی بھی ملک کی معیشت محفوظ نہیں ہو سکتی۔ تحریری نوٹ چونکہ تحریری صورت میں ادائیگی کا وعدہ ہے جس سے تاجر اور بینک کے درمیان اعتبار پیدا ہوتا ہے جس کی بناء پر تاجر نئ صنعتیں لگا کر پاکستان کی معیشت میں خاطر خواہ اضافہ کرتے ہیں۔ جس کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرامیسری نوٹ پاکستان کی صنعت و تجارت کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ (۱)

حاصل بحث:

مندرجہ بالا فصل کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کی معاشی ترقی اور استحکام میں ہنڈی اور پرامیسری نوٹ کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے پاکستان کی معیشت میں استحکام کے لئے درآمدات و برآمدات کا ہونا ناگزیر ہے اور برآمدات و درآمدات بغیر ہنڈی اور پرامیسری نوٹ کے ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کو دو حصوں میں اگر تقسیم کر دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے فوائد ہر دو سطح پر ہیں۔ ملکی سطح پر بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی۔ ملکی سطح پر دیکھا جائے تو بڑے بڑے تاجروں کا سامان تجارت خریدنا اور اس کو اپنے اڈوں تک پہنچانا اور پھر اس کو فروخت کرنا اس سارے عمل میں ان کو ایک بہت بڑا سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ جو اگر وہ اکٹھا کرنا چاہے تو ان کے لئے کئی مسائل کا باعث بن سکتا ہے لیکن یہی سرمایہ ان کو ہنڈی اور پرامیسری نوٹ کے ذریعے میسر بھی آ جاتا ہے بلکہ اس کی ترسیل کے بعد اس کی ادائیگی میں بھی کافی مہلت مل جاتی ہے جو کاروباری حضرات کے لئے جنت جاوداں سے کم نہیں ہے۔

اگر ہم بین الاقوامی سطح کی بات کریں تو بین الاقوامی سطح پر بھی ہنڈی اور پرامیسری نوٹ کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ کسی بھی ملک کے معاشی استحکام کے لئے اس ملک کا دیگر ممالک کے ساتھ لین دین اور تجارت کرنا ناگزیر ہے۔ اس سطح پر اگر ہنڈی اور پرامیسری نوٹ کا وجود نہ ہو تو وسیع سطح پر تجارت کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بین الاقوامی سطح پر بھی ہنڈی اور پرامیسری نوٹ کی اہمیت اس انکار محال ہے۔ لہذا پاکستان جیسی ترقی پذیر ریاست کی معیشت میں ہنڈی اور پرامیسری نوٹ انتہائی کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔

---

(۱) اصول بنکاری، ص، ۲۸۵

فصل دوم:

چیک،ڈرافٹ اور بانڈز اور پاکستان کی معیشت

فصل دوم: بانڈز، ڈرافٹ، چیک اور پاکستان کی معیشت

یہ فصل زر اعتباری کی تین مصنوعات پر مشتمل ہے جن میں بانڈز، ڈرافٹ اور چیک وغیرہ شامل ہیں لہذا سب سے پہلے بانڈز پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور یہ ثابت کیا جائے گا کہ پاکستان کی معیشت میں بانڈز کا کیا کردار ہے ؟۔ یہاں پر بانڈز کی تعریف کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ بانڈز کا مفہوم بھی سمجھ میں آجائے اور اس کے معیشت پر اثرات کا جائزہ بھی لیا جائے۔[1]

" Bond is an interest bearing government or corporate security, obligating the bond issuer under an agreement called bond indenture to pay the bond holder a principal amount ao the date of maturity and periodic payment af anterest over the life of the bond, bonds are long term debt instrument and are a preffered mode of raising long term funds without selling shares,bon enables the bond issuer to convert non liquid or less liquid assets into marketable instruments ,the market value ,or the price of the bond in the market differs from the face value or hepar value of the bond at the maturity by a discount factor based primarily on the current interest rate and the bond rating generally, if interest rate rises bond price fall and vice versa"..

بانڈ، یہ حکومت یا کسی مشترکہ کمپنی کا ایک سودی تمسک ہے، جو بانڈ کے اجراء کرنے والے کو اس معاہدے کے تحت، جسے بانڈ کا اقرار نامہ کہا جاتا ہے، پابند کرتا ہے کہ وہ حامل بانڈ پختگی کی تاریخ پر اس کی اصل رقم واپس کرے، اور بانڈ کی زندگی تک عرصہ دار سود کی ادائیگی کرے، بانڈ قرض حاصل کرنے کا طویل مدتی آلہ ہے، اور حصص کو فروخت کئے بغیر طویل مدتی فنڈ حاصل کرنے کا ایک ترجیحی طریقہ ہے، یہ غیر سیال یا کم سیال اثاثوں کو قابل فروخت آلات میں تبدیل کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے، بازار کی مالیت یا بازار میں قیمت میچورٹی کے لحاظ سے اس کی فیس ویلیو سے مختلف ہوتی ہے، اس کی وجہ بٹہ وہ عنصر ہے جو خاص طور پر سود کی موجودہ شرح اور بانڈ کی درجہ بندی پر مبنی ہوتا ہے، عام طور پر اگر سود بڑھ جائے، تو بانڈ کی قیمتیں گرنے لگتی ہیں، یا دوسری صورت اس کے برعکس ہوتی ہے۔[2]

مفتی تقی عثمانی صاحب بانڈ کی تعریف اور حقیقت بیان فرماتے ہیں جو کہ ایک طویل عبارت مین موجود ہے جس کا حاصل چند صورتوں میں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

---

(۱) اصول بنکاری، قاضی شہزاد احتشام، ص،۳۶۱

(۲) زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے، ص۳۹۸

(۱) بانڈ آج کل کی اصطلاح میں اس کو سند کہتے ہیں، جس کو مقروض جاری کرتا ہے اس اعتراض میں کہ اس نے اس کے حامل سے متعین رقم بطور قرض لی ہے۔

(۲) یہ بانڈز عام طور پر عوام پر پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ عوام ان کو خریدیں اس قیمت پر جو ان پر لکھی ہوئی ہے، تو گویا کہ انھوں نے یہ قیمت جاری کنندہ کو قرض کے طور پر دی۔

(۳) یہ بانڈز بسا اوقات کمپنیوں کی طرف سے جاری ہوتے ہیں، جن کو بڑی رقوم کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۴) بعض اوقات حکومت بھی ان بانڈز کو اپنے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے جاری کرتی ہے۔

(۵) بانڈز خواہ کمپنی جاری کرے یا حکومت جاری کرے، ان پر حاملین کو سود دیا جاتا ہے۔

(۶) بانڈز قابل تبادلہ آلہ ہے، مارکیٹ میں اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے کمی بیشی کے ساتھ۔

(۷) حکومت ایک خاص قسم کے بانڈز بھی جاری کرتی ہے، جن کو سندات الخزینۃ کہتے ہیں، یہ بانڈز بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں پر پیش کیے جاتے ہیں، ان کا مقصد بھی وہی ہوتا ہے جو عام بانڈ کا ہوتا ہے، البتہ یہ بینکوں پر پیش کیے جاتے ہیں، اور پھر بینک آپس میں ان کا لین دین کرتے ہیں۔[1]

ذیل میں پاکستان کی معیشت پر بانڈز کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(۱) فوری رقم کی فراہمی:

بانڈز کے ذریعے بڑی سے بڑی رقم فوری طور پر اکٹھی ہو جاتی ہے وہ چاہے کوئی پرائیویٹ کمپنی ہو یا حکومت کو خود ضرورت ہو کسی بھی صورت میں بانڈز کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ فرض کریں حکومت کو کوئی منصوبہ شروع کرنے کے لئے ایک خطیر رقم درکار ہے جو کہیں سے نہیں مل رہی تو حکومت کے پاس اس کا آسان ترین حل یہ ہو گا کہ اس رقم کے بانڈز جاری کر دے جس سے کے پاس رقم فی الفور پہنچ جائے گی اور اس کو کسی سے قرض لینے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جس سے ملک کی معیشت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا۔

---

(۱) الاوراق التجاریہ فی الشریعہ الاسلامیہ، محمد احمد سراج، ناشر، دار الثقافہ، س ۱۹۸۸ء ص ۳۶

(۲) کاروبار میں آسانی:

فرض کرے اگر کوئی بینک کوئی کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس خاطر خواہ رقم نہیں ہے تو بینک اس رقم کے کچھ بانڈز جاری کر دے گا جو اس کو رقم کی فراہمی میں مدد دیں گے۔ جس سے وہ آسانی سے آگے کاروبار بھی کر سکتا ہے اور اپنی دیگر ضروریات بھی پوری کر سکتا ہے جس سے بینک اور حامل بانڈز دونوں کو فائدہ حاصل ہو گا۔[۱]

(۳) منصوبوں کا جلد پایہ تکمیل تک پہنچنا:

بانڈز کے ذریعے بڑے بڑے منصوبے بہت جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں جن کا انفرادی اور اجتماعی طور پر بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر حکومت بجلی کا ڈیم بنانے کا کوئی منصوبہ شروع کرنا چاہتی ہے تو اگر تو اس میں سرمایہ کی فراہمی جتنی تیز ہو گی وہ منصوبہ اتنی ہی جلدی پایہ تکمیل تک پہنچے گا اور اگر سرمایہ جمع کرنے میں دیر لگ جائے گی تو وہ منصوبہ بھی بہت دیر سے پایہ تکمیل تک پہنچ پائے گا۔

(۴) عوام الناس کا خوشحال ہونا:

بانڈز کے ذریعے جو رقم وصول کی جاتی ہے وہ قرض کے طور پر لی جاتی ہے اور اس پہ باقاعدہ سود کی شکل میں رقم ادا کی جاتی ہے جب لوگ بانڈز کی شکل میں اپنی رقم جمع کروائے گے تو اس میں کمپنی اور حکومت کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی خوشحالی کی طرف آتی ہے۔ اگر کسی قوم کی عوام خوشحال ہو گی تو وہ بالواسطہ حکومت کو ہی اس کا فائدہ ہو گا اور حکومت کی معیشت اتنی ہی زیادہ مستحکم ہو گی۔[۲]

(۵) حکومت کی آمدنی میں اضافہ:

بانڈز کے ذریعہ حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی فیکٹری لگاتا ہے اور فیکٹری لگانے کے لئے لوگوں سے سرمایہ بانڈز کی صورت میں اکٹھا کرتا ہے۔ تو جیسے ہی اس کی فیکٹری یا کمپنی چل پڑتی ہے تو اس سے جتنی زیادہ آمدنی ہو گی اس سے اس کا ٹیکس بھی زیادہ بنے گا جو وہ حکومت کو ادا کرے گا اور جتنے لوگ اس سے وابستہ ہوں گے سب کو اس آمدنی

---

(۱) الاوراق التجاریہ المعاصرہ طبیعھا القانونیہ وتکییفھا الفقہی، محمد البوطی، ناشر، دار الکتب العلمیہ، س ۱۴۲۷ھ ص ۱۲۶

(۲) احکام الاوراق النقدیہ والتجاری فی الفقہ الاسلامی، لستر بن ثواب الجعید، رسالہ الماجستر، جامعہ ام القری، ص ۳۴

میں سے حصہ ملے گا اور وہ لوگ بھی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اشیائے خوردونوش خریدیں گے جس میں وہ بھی ٹیکس کی شکل میں حکومت کی آمدنی بڑھانے مین اہم کردار ادا کریں گے۔[۱]

بنک ڈرافٹ:

بینک ڈرافٹ سے مراد کسی بینک کی ایک شاخ کی طرف سے اسی بنک کی کسی دوسری شاخ کے نام غیر مشروط تحریری حکم نامہ ہوتا ہے۔ جس کے تحت ڈرافٹ میں درج کی گئی رقم اس شخص کو جس کا نام ڈرافٹ پر لکھا گیا ہو عند الطلب ادا کر دی جاتی ہے۔
بینک ڈرافٹ کے ملکی معیشت میں فوائد درج ذیل ہیں۔

(۱) انتقال زر میں سہولت:

بینک ڈرافٹ کے ذریعے بھاری یعنی بڑی رقوم کو آسانی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے جس میں تاجر حضرات کے لئے بڑی سہولت ہے کیونکہ تجارت میں سب سے بڑا مسئلہ رقم کی منتقلی کا ہوتا ہے اگر وہ آسانی کے ساتھ منتقل ہو جائے تو پھر تجارت اور کاروبار وسیع پیمانے پر چلتا ہے۔ درآمدات و برآمدات میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے جس ملکی معیشت میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔[۲]

(۲) کراس کاری کی سہولت:

بینک ڈرافٹ میں ایک سہولت اس کو کراس کرنے میں ہے کہ ضرورت پڑنے پر بینک ڈرافٹ کو چیک کے طریقے پر کراس بھی کیا جا سکتا ہے ایسی صورت میں اس کی ادائیگی براہ راست بینک کے کاونٹر پر نہیں کی جاتی۔ اس سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے چوری اور ڈاکہ زنی میں بہت حد تک کمی واقع ہو جاتی ہے اور یہ رقم کو محفوظ طریقے سے پہنچانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔[۳]

(۳) مخصوص رقم:

بینک ڈرافٹ ایک مقررہ رقم کی ادائیگی کے لئے جاری کیا جاتا ہے یہ رقم مرتب کنندہ بینک ڈرافٹ بنوانے والے شخص سے پہلے ہی وصول کر لیتا ہے۔ جس سے مال جلدی اور محفوظ طریقہ سے اپنے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۴۰۱
(۲) بطاقات الائتمان وھبہ الزحیلی، ص ۷، نیز دیکھیے بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۱۵۱،
(۳) احکام الاوراق النقدیہ والتجاریہ فی الفقہ الاسلامی، ص ۲۲۶، نیز دیکھیے رسالہ درجہ الماجستر جامعہ ام القری ص ۳۴

(۴) بااعتماد آلہ تجارت:

مختلف تجارتی، سرکاری و غیر سرکاری ادارے بینک ڈرافٹ کے ذریعے رقم کی وصولی یقینی ہونے کے باعث اسے بااعتماد آلہ اعتبار سمجھتے ہیں اور اس کے ذریعے وصولیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں مال کے ضائع ہونے کا بالکل بھی خدشہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بہت زیادہ لوگ اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور اس کے ذریعے ہی اپنی رقوم کو منتقل کرنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں جو ایک لحاظ سے سہولت پر مبنی اور درست بھی ہے۔

(۵) کمیشن کی وصولی:

بینک ڈرافٹ جاری کرنے کے لئے مرتب کنندہ بینک اپنی خدمات کے معاوضے کے طور پر کمیشن وصول کرتا ہے جس کا انحصار ڈرافٹ کی مالیت پر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے ایک ڈرافٹ بنانے سے کم از کم آمدنی تو حاصل ہو رہی ہے اور یہی آمدنی مل کر ملک کی معیشت کو بہت زیادہ مستحکم کرتی ہے اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ [۱]

(۶) باحفاظت انتقال زر:

ڈرافٹ اعتبار زر کی ایک اہم دستاویز یا آلہ ہے اس کے ذریعے رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ بحفاظت منتقل کی جاسکتی ہے تجارتی لین دین میں اس کا استعمال بلا جھجک وسیع پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ یہ رقم کے انتقال کا بہت ہی آسان اور سستا ذریعہ ہے بینک ڈرافٹ ایک بینک کی طرف سے دوسرے بینک کو یا اس کی اپنی ہی شاخ کو ایک حکم نامہ ہوتا ہے جس پر مرقومہ رقم عند الطلب کو حفاظت کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک بینک کی طرف سے دوسرے بینک یا اس کی اپنی ہی دوسری شاخ کے لئے ایک چیک کی حیثیت رکھتا ہے جو پاکستان کی معیشت میں انتقال زر کو محفوظ بناتا ہے۔ [۲]

(۷) آزادی سے استعمال:

پوری دنیا کی طرح پاکستان کی معیشت میں بینک ڈرافٹ کا استعمال آزادی سے ہو رہا ہے کیونکہ بینک ڈرافٹ کسی بھی ملک کی معیشت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ جس کی بدولت ملکی معیشت کے استحکام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا استعمال عام ہونے کی وجہ سے ادائیگیوں کا نظام محفوظ اور سہل ہو جاتا ہے جس سے پاکستان کی معیشت پر دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

---

(۱) اصول بنکاری، قاضی شہزاد احتشام، ص ۱۷۲

(۲) بطاقات الائتمان وھبہ الزحیلی، ص ۷، مزید دیکھیے، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام ۳۳

چیک:

.جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ آلات اعتبار کی دو اقسام ہیں جن میں ایک تحویل پذیر اور دوسری غیر تحویل پذیر ہے۔ تحویل پذیر آلات اعتبار میں سب سے پہلے نمبر پہ چیک آتا ہے جس کا مختصر تعارف اور اس کے فوائد اور ملکی معیشت میں اس کا کردار ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

آلات اعتبار کے ایکٹ ۱۸۸۱ کے تحت چیک سے مراد ایک ایسی ہنڈی ہے جو کھاتہ دار کی طرف سے کسی مخصوص بنکار پر جاری کی جاتی ہے جو عند الطلب بینک کے لئے واجب لادا ہوتی ہے۔[۱]

چیک کی کچھ اقسام بھی ہوتی ہے یہاں پہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصرا ان کو بیان کر دیا جائے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ چیک کی اہم ترین اقسام تین ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حامل چیک

(۲) حکمی چیک

(۳) کراس چیک[۲]

(۱) حامل چیک:

اگر ایک چیک پر کسی مخصوص شخص کا نام نہ لکھا جائے اور نہ ہی لفظ بیرر کاٹا جائے تو ایسا چیک حامل چیک کہلاتا ہے۔ اس چیک پر صرف مرتب کنندہ کے دستخط ہوتے ہیں اور چیک کی رقم وصول کرنے والے کو اپنی شناخت کروانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس چیک کو کھلا چیک بھی کہا جاتا ہے۔ ایسے چیک کی ادائیگی نسبتا غیر محفوظ سمجھی جاتی ہے۔[۳]

(۲) حکم چیک:

اگر چیک پر کسی وصول کنندہ کو نامزد کیا گیا ہو اور لفظ بیرر کاٹ کر لفظ آرڈر لکھ دیا گیا ہو تو ایسا چیک حکم چیک کہلاتا ہے۔ اس چیک کی ادائیگی کے لئے وصول کنندہ کو اپنی شناخت کروانا پڑتی ہے۔[۴]

---

(۱) اصول بنکاری، ص ۲۷۲

(۲) انواع الخاصہ بالشیک وطرق الوفابھا، عبداللہ بن عبدالرحمن، رسالہ الماجستر، المعھد العالی للفقہاء جامعہ محمد بن سعود ص ۴۴

(۳) اصول بنکاری، قاضی شزاد احتشام، ص ۲۸۸

(۴) رہبر معاشیات، ص، ۲۷۹

(۳) کراس چیک:

جب چیک کی پیشانی پر دو متوازی ترچھے خطوط کھینچ دیے جاتے ہیں اور ان کو خالی رہنے دیا جائے یا ان میں مختلف الفاظ اینڈ کو یا اے سی پے اونلی وغیرہ لکھ دیئے جائے تو ایسا چیک کراس چیک کہلاتا ہے۔اس کی ادائیگی بینک کے کاونٹر پر نہیں ہوتی بلکہ وصول کنندہ سی پے اونلی وغیرہ لکھ دیئے جائے تو ایسا چیک کراس چیک کہلاتا ہے۔اس کی ادائیگی بینک کے کاونٹر پر نہیں ہوتی بلکہ وصول کنندہ پہلے اسے اپنے بینک میں جمع کرواتا ہے پھر یہ بینک مرتب الیہ بینک سے رقم وصول کر کے کھاتہ دار کے حساب میں جمع کر دیتا ہے۔ کھاتہ دار کو رقم کی وصولی کے لئے نیا چیک جاری کرنا پڑتا ہے۔

یہ تو تھی چیک کی مختلف اقسام کہ جن پر مختصراروشنی ڈال دی گئی ہے اب پاکستان کی معیشت میں چیک کے کردار پر روشنی ڈالی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

(۱) تجارتی ترقی:

چیکوں کے آزادانہ استعمال کی بدولت نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی تجارت کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے کیونکہ فاصلے کی وجہ سے رقم کی سلامتی یا ادائیگی یا وصولی میں جو رکاوٹ پیش آتی ہے اسے چیک کے ذریعے آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے۔اس کے ذریعے اپنے ملک میں تجارت کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور اگر بین الاقوامی سطح پر بھی تجارت کرنا مقصود ہو تو اس سے تجارت بڑی کامیابی سے پروان چڑھتی ہے۔ کیونکہ چیک کے ذریعے رقم فوری طور پر ادا کر دی جاتی ہے اور رقم کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی بہت حد تک کم ہوتا ہے۔[۱]

(۲) زر کی کمی کا مسئلہ:

اگر ملک میں زر کی کمی ہو تو لین دین میں چیکوں کے استعمال سے زر کی کمی کو کنٹرول کی جاسکتا ہے۔ کیونکہ چیک کی حیثیت بھی آلہ زر کے طور پر ہوتی ہے۔ آج کے یورپ میں کرنسی اور نوٹ ہمیں کہیں دکھائی نہیں دیتا اس کی وجہ یہ ہے کہ کرنسی کی جگہ چیک اور دیگر کارڈز نے لے لی ہے۔ جو ان کے لئے آلہ زر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں یہی چیز اگر ملک میں زر کم پڑ جائے تو چیکوں کے ذریعے ملک کی معیشت کو استحکام دیا جاسکتا ہے جو کسی بھی ملک کی سلامتی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔[۲]

---

(۱) نشاۃ بطاقہ الائتمان عرف الناس النقود واستخدموھا فی کافہ التبادلات التجاریہ الخاصہ، س ۱۹۱۴ء، ص ۳۳

(۲) انواع الخاصہ بالشیک وطرق الوفا، ص ۴۵

(۳) ادائیگیوں اور وصولیوں کا ذریعہ:

نظام بینکاری کی ترقی کی وجہ سے آج کے جدید دور میں مال فروخت کرتے وقت اور پرانے بل وصول کرتے وقت تمام وصولیاں چیکوں کے ذریعے ہی کی جاتی ہے۔اور یہ ادائیگیوں اور وصولیوں کا بڑا موثر اور آسان طریقہ ہے جس میں کسی قسم کا ڈر اور خوف و خطر نہیں ہوتا، بڑے بڑے تاجر اپنے مال کو فروخت کرتت ہیں اور وصولی چیک کی صورت میں ہی کرتے ہےں کیونکہ یہ ایک با اعتماد آلہ اعتبار ہے۔(۱)

(۴) حکومت کی آمدنی میں اضافہ:

چیک کے ذریعے ادائیگی یا وصولی کی صورت میں بینک کھاتہ دار سے کمیشن یا سروس چارجز وسول کرتا ہے جس سے بینک کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے ،روزانہ لاکھوں بلکہ لوگ ملک پاکستان میں چیک کی صورت میں اپنی عقم کی ادائیگی اور وصولی کرتے ہیں کہ جن سب سے حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔موجودہ دور میں توبزنس ٹائیکون کی تجارت ہوتی ہی بینک اور چیک کے ذریعے ہے تو بالواسطہ بینک کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے جو حکومت کی آمدنی بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔(۲)

(۵) معاشی ترقی:

چیک کے روز مرہ کے استعمال اور مضبوط نظام بینکاری کی وجہ سے ملک صنعتی، تجارتی اور زرعی ترقی کے راستوں سے ہوتا ہوا معاشی ترقی کی منزل حاصل کر سکتا ہے۔کیونکہ جتنا نظام بینکاری کسی ملک کا مجبوط ہو گا وہ ملک معاشی اعتبار سے اتنا ہی مستحکم ہو گا آج کے ترقی یافتہ ممالک اس کی واضح مثالیں ہیں کہ ان ممالک اپنے نظام بینکاری کو مضبوط کیا ہے تو آج وہ دنیا کی معیشت پر حکومت کر رہے ہیں اور ان کی اجارہ داری قائم ہے۔(۳)

(۶) سستا طریقہ ادائیگی:

کسی بھی ملک کی معیشت کی ترقی کے لئے ادائیگیوں اور وصولیاں کا ایک مرتب نظام اہم کردار ادا کرتا ہے ادائیگیوں کے بغیر کسی بھی ملک کی معیشت کا پہیہ نہیں گھوم سکتا لہذا پاکستان کی معیشت میں چیک کے ذریعے ادائیگیوں پر اخراجات نہ ہونے کے برابر ہیں

---

(۱) اصول بنکاری، ص، ۳۸۰

(۲) انواع الخاصہ بالشیک وطرق الوفابھا، ص ۴۶

(۳) احکام تداول الشیک فی الفقہ والنظام، سالم بن عایض الشمرانی، س ۱۴۲۱ھ، ص ۴۹

نتیجہ کے طور پر لوگ اس کے ذریعے خاطر خواہ ادائیگیاں کرتے ہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ چیک پاکستان کی معیشت میں آسان ادائیگیوں کی فراہمی میں ممد و معاون ثابت ہو رہا ہے۔

(۷)زر کا نعم البدل:

کسی بھی ملک کی معیشت کی ترقی میں زر حقیقی کے ساتھ ساتھ زر کے نعم البدل آلات نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں چونکہ چیک زر کے نعم البدل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لہذا پاکستانی معیشت میں زر حقیقی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بینک چیک کے ذریعے بھی قرض فراہم کرتا ہے جس سے زر اعتباری تخلیق ہوتی ہے اور ملکی معیشت مضبوط ہوتی ہے۔[۱]

(۸)زر نقد کا کم استعمال:

اگر ملک میں زر حقیقی کی کمی ہو تو ملکی معیشت میں لین دین کو زر اعتباری کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے چونکہ چیک زر اعتباری کے آلات میں سے ایک آلہ ہے لہذا اس کے استعمال سے زر حقیقی کی ضرورت میں کمی آجاتی ہے۔لین دین میں نقد زر کی جگہ پہ چیک استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں نتیجہ کے طور پر پاکستانی معیشت میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔

(۹)زر اعتباری کی تخلیق:

ماہرین معاشیات اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں زر اعتباری میں اہم کردار ادا کرتی ہے اس کے بغیر کوئی بھی ملک خاطر خواہ ترقی نہیں کر سکتا لہذا چیک بھی دوسرے اعتباری آلات کی طرح ایک اہم آلہ اعتبار ہے جو زر اعتباری کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرتا ہے نتیجہ کے طور پر پاکستان کی معیشت محفوظ ہو جاتی ہے۔[۲]

(۱۰)نظام بینکاری کی ترقی:

چونکہ بینک زر اعتباری کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس لئے بینک کی ترقی کسی بھی ملک کی معاشی ترقی قرار دی جاسکتی ہے چیک کے ذریعے ادائیگیوں کی صورت میں بینک کھاتہ دار سے کمیشن یا سروس چارجز وصول کرتا ہے جس سے بینک کی آمدنی میں اضافہ نظام بینکاری کی ترقی کا باعث بنتا ہے۔لہذا چیکوں کا استعمال پاکستان کے نظام بینکاری کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی معیشت میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔[۳]

---

(۱)زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۴۵

(۲)احکام الاوراق التجاریہ فی الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر سعد بن ترکی الخثلان، الصادر فی طبعہ، دار ابن جوزی، س ۱۴۲۷ھ، ص ۴۴

(۳)زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۴۵

حاصل بحث:

پاکستان کی معیشت میں بانڈز، ڈرافٹ اور چیک بھی بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان آلات اعتبار سے رقم فوری طور پر میسر آجاتی ہے جو پھر کسی بھی کاروبار میں آسانی کے ساتھ استعمال میں لائی جاسکتی ہے۔ جب کاروبار وسعت اختیار کرتا ہے تو اس سے ملکی معیشت بھی برابر وسعت اختیار کر رہی ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ رقم کی منتقلی اور ادائیگی میں بھی آسانی فراہم کر رہے ہیں۔ ملکی معیشت کا مکمل طور پر انحصار اس ملک میں سرمائے اور رقم کی گردش پر ہوتا ہے جتنی زیادہ گردش کرنسی یا رقم کو ملے گی اسی حساب سے ملکی معیشت بھی ترقی کی منازل طے کرے گی۔

فصل سوم:

کریڈٹ کارڈ، ڈیبٹ کارڈ اور پاکستان کی معیشت

فصل سوم: کریڈٹ کارڈ، ڈیبٹ کارڈ اور پاکستان کی معیشت

آج کل کئی طرح کے کارڈز بینک جاری کرتا ہے جن کا مقصد انسان کی ضروریات کو پورا کرنے میں سہولت دینا ہے مثال کے طور پر انسان کچھ خریدنا چاہتا ہے اور اس کے پاس پیسے نہیں ہیں تو اس کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر اس کے پاس کوئی بینک کی طرف سے جاری کردہ کارڈ ہے تو، آج کے زمانہ میں بینک تقریبا تین طرح کے کارڈز جاری کرتا ہے جن میں ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ اور چارج کارڈ شامل ہیں۔

ڈیبٹ کارڈ کا پاکستانی معیشت میں کردار:

ہمارے پیش نظر صرف ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ ہیں جن پر سیر حاصل بحث کی جائے گی اور پاکستان کی معیشت میں ان کا جو کردار ہے اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا تو پہلے ذیل میں ڈیبٹ کارڈ کے متعلق بحث کی جاتی ہے عربی میں "بطاقۃ غیر مغطاۃ" کہتے ہیں، یعنی مرادوہ کارڈ ہے جس کے اجراء کے لیے بینک صارف پر رقم جمع کروانے کی کوئی شرط نہیں رکھتا کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں کارڈ کے ذریعے فراہم کی گئی قرض کی مقدار کے برابر رقم رکھے۔

> "ڈیبٹ کارڈ الیکٹرانک یا ای بنکنگ کی ایک قسم ہے ای بنکنگ یعنی الیکٹرانک بنکنگ جدید بنکاری کی ایک اہم سہولت ہے جسے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے ذریعے تقریبا تمام بنک اپنے کھاتہ داروں اور گاہکوں کو مہیا کر رہے ہیں۔ای بنکنگ کی وجہ سے نہ صرف بنکوں کے روائتی لین دین اور ریکارڈ رکھنے کے طریقوں میں تبدیلی آئی ہے بلکہ گاہکوں کو بھی بنکاری کی سہولیات ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔[1]

> **هذا النوع من البطاقات أن يكون لحاملها رصيد في المصرف ، ومن ثم إعطاء صلاحية للمصرف المصدر للبطاقة أن يسحب من رصيد حامل البطاقة**

کارڈ کی یہ قسم اس حامل کے لئے بینک کی طرف سے ایسی رصید ہو گی

اس کی مزید وضاحت پیش خدمت ہے۔

> "اس کارڈ کے حامل کا پہلے سے ادارے میں اکاونٹ موجود ہوتا ہے، جس ادارے کا اس نے اکاونٹ حاصل کیا ہے، حامل کارڈ یعنی کارڈ ہولڈر اس کارڈ کو جب بھی استعمال کرتا ہے، ادارہ اس کے اکاونٹ میں موجود رقم سے اس کی ادائیگی کر دیتا ہے، اس میں کارڈ ہولڈر کو ادھار کی سہولت حاصل نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ صرف اس وقت تک کارڈ

---

(۱)اصول بنکاری، ص۸۳

(۲) البطاقات البنکیہ، ص۸۵، نیز دیکھیے التکییف الفقھي الخدمات المصرفیہ، ص۷۴

کو استعمال کر سکتا ہے، جب تک اس کے اکاونٹ میں رقم موجود رہتی ہے، ادارہ اس کارڈ کو جاری کرنے کی فیس وصول کرتا ہے۔[١]

ڈیبٹ کارڈ استعمال کرنے کا شرعی حکم:

جیسے چارج اور کریڈٹ کارڈ۔ پہلی حالت ڈیبٹ کارڈ، وہ کارڈ جن کے اجراء کے لیے بینک اکاؤنٹ میں رقم کا ہونا ضروری ہے، جیسے ڈیبٹ کارڈ (Debit Card) معاصر علماء کی بڑی تعداد نے اس کی فقہی تکییف بطور "حوالہ" کے کی ہے، کارڈ اٹھانے والا محیل تاجر محال اور کارڈ کا مصدر یعنی بنک محال علیہ کہلائے گا۔ ذیل میں چند فقہاء کا موقف حاضر خدمت ہے،

ڈاکٹر عمر سلیمان الأشقر ڈیبٹ کارڈ کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

يجوز التعامل ببطاقة الخصم الفوري شرعاً ، فليس فيها قروض ربوية ، ولا مخالفات شرعية ومثلها مثل الشيك [٢]

ڈیبٹ کارڈ کا استعمال شرعاجایز ہے کیوں کہ اس میں نہ سودی قرض شامل ہے اور نہ ہی کوئی شرعی مخالفت اور اس کا معاملہ چیک کا ہے۔

ڈاکٹر عجیل النشیمی ڈیبٹ کارڈ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وأعتقد أن بطاقة الخصم الفوري ليس عليها إشكال ، وهي أن يفتح حساباً في المصرف ، وهذه حكمها حكم الشيك[٣]

اور اس بات کا مکمل یقین کہ ڈیبٹ کا میں کوئی عذر نہیں اور یہ بینک میں اکاؤنٹ کھولتا ہے اور اسکا حکم بھی چیک جیسا ہے

اسی طرح ڈاکٹر وھبہ الزحیلی ڈیبٹ کارڈ کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وحكمها الشرعي أي بطاقة الخصم الفوري الجواز أو الإباحة ، ولا يترتب عليه أي فائدة ربوية ، لأنه استيفاء من ماله،[٤]

---

(١) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۹۱

(٢) دراسہ شرعیہ بطاقات الائتمان: ص ۹۲

(٣) مجلہ مجمع الفقہ الاِسلامی ج ۸، ص ۶۵۵

(٤) بطاقات الائتمان، وھبہ الزحیلی، ص ۹

ڈیبٹ کارڈ کا شرعی حکم یہ جائز اور اباحت پر مبنی ہے۔ اور اس میں کوئی بھی سودی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ مکمل طور پر اسکے مال سے ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر عبدالوھاب اَبو سلیمان ڈیبٹ کارڈ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ليس حولها ما يقال بالنسبة للزيادات والإضافات على القروض في تلك البطاقات فهي سليمة من هذا الجانب الربوي المحرم ، [1]

ان تمام کارڈز میں ایسی کوئی نسبت نہیں پائی جاتی جو قرض میں زیادتی یا اضافہ کہلا سکے پس یہ حرام کردہ سودی جانب سے محفوظ ہے۔

اور کچھ علماء کرام نے اسکے استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ ان کو اس میں کچھ شرعی مشاکل نظر اتے ہیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر لکھتے ہیں۔

أن بعض الفقهاء الباحثين قد أبدوا إشكالات شرعية في بطاقة الخصم الفوري ، وأن تلك الإشكالات والاعتراضات جميعها ، قائمة على عدم تصور واقع هذه البطاقات علي حقيقته[2]

کہ بعض فقہاء نے ڈیبٹ کارڈ میں شرعی اشکالات نکالے ہیں اور ان تمام رکاوٹوں اور اعتراضات حقیقت میں عدم ادراک پر مبنی ہیں.

اسکے علاوہ بہت سے فقہاء عظام نے اس کو حوالہ کے زمرے میں شمار کیا ہے جن میں پروفیسر صدیق، محمد امین الضریر، ڈاکٹر محمد قری بن عبید، مولانا رحمت اللہ ندوی، اور فقہ اکیڈمی انڈیا کے مفتی عبداللطیف پالنپوری، اور ایک قول میں مولانا ابرار خان ندوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد ارشد فاروقی وغیرہ نے ڈیبٹ کارڈ کی فقہی تکییف "عقد حوالہ" سے کی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ نے بھی اسے "حوالہ" کے ذیل میں ذکر کیا ہے [3]

دراصل ڈیبٹ کارڈ تجارتی بنکوں کی طرف سے مہیا کردہ سہولت ہے جس میں بنک کے کھاتہ دار کو مختلف جگہوں سے اشیاء کی خریداری کے لئے نقد رقم کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ خریداری کے وقت کھاتہ دار یہ کارڈ فروخت کار کو ادائیگی کے لئے پیش کرتا ہے جسے وہ الیکٹرانک مشین سے گزارتا ہے اور خریدی گئی اشیاء کی رقم کھاتہ دار کے اکاونٹ میں دیبٹ کر دی جاتی ہے۔ یعنی کھاتہ دار کا بیلنس

---

(۱) البطاقات البنکیہ: ص۸۷

(۲) دراسۃ شرعیۃ فی البطاقات الائتمانیہ، ص۹۳

(۳) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص۶۷

خریدی گئی اشیاء کی قیمت کے مطابق کم کر دیا جاتا ہے۔بعد میں فروخت کار اپنی فروخت کی گئی اشیاء کی رقم بنک سے وصول کر لیتا ہے۔اکثر بنک اپنے گاہکوں کو ایک ہی کارڈ جاری کرتے ہیں جو بیک وقت ڈیبٹ کارڈ اور اے ٹی ایم کارڈ کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں۔ ڈیبٹ کارڈ کے مختصر تعارف اور شرعی حکم کے بعد پاکستان کی معیشت میں اس کے کردار کو واضح کیا جاتا ہے۔

(۱) بینک کی آمدنی میں اضافہ:

ڈیبٹ کارڈ کے استعمال سے بنکوں کے لین دین اور گاہکوں میں اضافہ ہوتا ہے جس سے بنک کی آمدنی بڑھتی ہے۔پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بہت حد تک لوگ ڈیبٹ کارڈ استعمال کرتے ہیں جس کا فائدہ بینک کو بھی پہنچتا ہے اور ملکی معیشت کو بھی، کیونکہ پاکستان کی معیشت بینکنگ سسٹم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے جیسے جیسے بینک ترقی کرتے ہیں ویسے ویسے پاکستان کی معیشت میں بھی استحکام پیدا ہوتا ہے۔[۱]

(۲) نقد رقم رکھنے سے نجات:

ڈیبٹ کارڈ استعمال کرنے والے کھاتہ دار کو اپنے پاس نقد رقم رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسے رقم کی حفاظت کرنے سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے۔اس کے پاکستان کی معیشت پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ملک کی آمدنی کا بڑا حصہ جو انتظامیہ اور سیکیورٹی کے امور سر انجام دینے کے لئے مختص ہوتا ہے اس کی بھی بچت ہوتی ہے اور انتظامیہ کی ذمہ داریوں میں بھی خاطر خواہ کمی واقع ہوتی ہے جو ملکی معیشت کو مضبوط کرنے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔[۲]

(۳) بین الاقوامی ادائیگی:

ڈیبٹ کارڈ نہ صرف ملکی سطح پر اشیاء کی خریداری کے لئے استعمال ہوتا ہے بلکہ اس سے غیر ممالک میں بھی اشیاء خریدی جا سکتی ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہے کہ جہاں پہ ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ افراد کی زندگی میں سہولت پیدا ہوئی ہے وہی پہ ملک کی معیشت میں بھی بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔پاکستان سے سالانہ لاکھوں کی تعداد میں سیاح اور مختلف دوروں پر لوگ بیرون ممالک جاتے ہیں جو وہاں سے کثیر تعداد میں مال وغیرہ خرید کر لاتے ہیں۔اس کے علاوہ بہت سارے تاجر بیرون ممالک کا سفر کرتے ہیں اور سامان تجارت خرید کر لاتے ہیں یہ جتنے لوگ ڈیبٹ کارڈ استعمال کرتے ہیں ان کا فائدہ بالواسطہ پاکستان کی معیشت کو ہوتا ہے۔

---

(۱) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص۲۸

(۲) البطاقات الائتمانیہ محمد علی القری، ج۶، ص۵۸۱

ڈیبٹ کارڈ کا حامل بغیر نقد رقم رکھے خریدی گئی اشیاء کی اسی وقت ادائیگی کر سکتا ہے اور یہ بڑا موثر اور پر اعتماد طریقہ ہے جو پوری دنیا میں انسان کہیں بھی ہو مانا جاتا ہے اور اسے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پرتا اور وہ اپنی مطلوبہ چیز خرید بھی لیتا ہے اور ادائیگی بھی فوری ہو جاتی ہے اس میں کسی قسم کا کوئی مسئلہ بھی نہیں بنتا۔[۱]

(۴) ادائیگی کا ثبوت:

ڈیبٹ کارڈ کے ذریعے خریدی گئی اشیاء کی ادائیگی فروخت کار کو بنک کی معرفت ہوتی ہے جس کا ریکارڈ بنک کے کمپیوٹر میں ہو جاتا ہے اور گاہک کو اس کی تفصیل اپنی بنک اسٹیٹمنٹ سے بھی مل جاتی ہے۔اس طریقہ کار میں غبن اور فراڈ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، ہر چیز کا ریکارڈ بعینہ موجود ہوتا ہے جو بنک اپنے گاہک کو پروف کے طور پر دے بھی دیتا ہے۔[۲]

---

(۱)اصول بنکاری، ایضا، ص۸۹

(۲)بطاقات الائتمان وھبہ الزحیلی، ص۱۰، نیز دیکھیے، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص۱۵۱

کریڈٹ کارڈ:

جدید بنکاری میں کاروبار کی وسعت کے ساتھ ساتھ اپنے گاہکوں کی سہولت کی خاطر بنکوں نے جدید ترین خدمات کی فراہمی کا آغاز کیا ہے۔ مختلف بنک اپنے گاہکوں کو مختلف نوعیت کے کریڈٹ کارڈز جاری کرتے ہیں۔ بنکوں کے جاری کردہ یہ کارڈز اندرون ملک ادائیگیوں کے علاوہ بیرون ملک میں بھی ادئیگی کے لئے کارآمد ہوتے ہیں۔ یہ کارڈ ایسے میٹریل اور سائز کے ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے جیب میں رکھا جاسکتا ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں کریڈٹ کارڈ کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے۔

" Credit card is a small piece of plastic,issued by bank that you can use to buy goods and services and pay for them later"

کریڈٹ کارڈ ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا ٹکڑا، جو کہ بینک کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے جسے ہم چیزیں اور خدمات بعد میں ادائیگی کی شرط پر خرید سکتے ہیں۔[۱]

ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر نے اس کے بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"وحق لنا نحن المسلمين بعض ان عرفنا ها جيدا ان نطلق عليها:بطاقه الائتمان ذات القرض الربوى الاجل السداد على اقساط"[۲]

اور مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کے بارے میں اچھی طرح جانیں کیونکہ کریڈٹ کارڈ مطلق طور پر ایک ایسے قرض کا معاملہ ہے جس کی بنیاد سود پر ہے اور اس کو مقررہ وقت پر قسطوں میں ادا کرنا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اپنی کتاب میں کریڈٹ کارڈ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"هي مستند من ورق سميك مسطح أو بلاستيكي، يصدره البنك أو غيره لحامله"۔[۳]

---

(۱) *Oxford advanced learner's dictionary* ,oxford university press(Eighth edition,2010) p.218

(۲) دراسہ شرعیہ فی البطاقات الائتمانیہ، ص ۲۷

(۳) وھبہ الزحیلی ,بطاقات الائتمان، ص ۲

یہ پلاسٹک کا بنا ہوا ایک ایسا مستند کارڈ ہے جس کو بینک یا اس جیسا کوئی اور ادارہ اپنے گاہک کے لئے جاری کرتا ہے۔

اور اسی طرح ڈاکٹر ابوزید بکر بن عبد اللہ نے اپنی کتاب البطاقات الائتمانیۃ میں کریڈٹ کارڈ کی ایک تعریف کچھ اس طرح بیان کی ہے۔

"هي بطاقة معدنية أوبلاستيكيةعليها اسم حاملها، وتاريخ إصدارها، وتاريخ نهاية صلاحيتها، ورقم سري لا يعرفه إلا حامله"۔[1]

یہ دھات یا پلاسٹک کا بنا ہوا ایک ایسا کارڈ ہے جس پر اس کے حامل کا نام، شائع ہونے کی تاریخ اور تاریخ تنسیخ درج ہوتی ہے اور اس کا پاس ورڈ صرف حامل ہی جانتا ہے"۔

کو عربی میں "بطاقۃ غیر مغطاۃ" کہتے ہیں، یعنی مرادوہ کارڈ ہے جس کے اجراء کے لیے بینک صارف پر رقم جمع کروانے کی کوئی شرط نہیں رکھتا کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں کارڈ کے ذریعے فراہم کی گئی قرض کی مقدار کے برابر رقم رکھے۔ جیسے چارج اور کریڈٹ کارڈ۔[2]

مندرجہ بالا تمام تعریفوں کو جان کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کریڈٹ کارڈ پلاسٹک یا کسی اور دھات کا بنا ہوا ایک ایسا ٹکڑا ہے جسے بینک یا اسی طرح کے دوسرے ادارے اپنی طرف سے اپنے کسٹمرز کو ادھار اشیاء یا خدمات خریدنے کے لئے جاری کرتے ہیں جس پر مقررہ مدت کے بعد ایک خاص قسم کا سرچارج ہوتا ہے جسے لازمی طور پر ادا کرنا ہوتا ہے۔ جس کے بارے میں فقہاء نے کہا ہے کہ یہ مطلق طور پر ایک سودی قرض ہے جیسا کہ اوپر ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لہذا اگر یہ سود پر مبنی ہے تو مطلقا حرام کے زمرے میں آئے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[3]

اور اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

کریڈٹ کارڈ شرعی حکم:

بطاقۃ غیر مغطاۃ یعنی کریڈٹ وچارج کارڈ کو خرید وفروخت کے لیے استعمال کرتے وقت، اس کی تکییف فقہی میں معاصر علماء کا اختلاف ہے، اس بارے میں متعدد آراء ہیں، ذیل میں ان کا خلاصہ ذکر کیا جائے گا۔ پہلی رائے اس کی تکییف فقہی میں یہ ہے کہ یہ

---

(۱) البطاقات الائتمانیہ، بکر عبد اللہ ابوزید مجلہ فقہ الاسلامی، اشاعت ۷، ص۷۱

(۲) بطاقات الائتمان البنکیہ، ص:۸۰.

(۳) بقرۃ/ ۲۷۵

" قرض" ہے،ڈاکٹر بکر بن عبد اللہ ابوزید،ڈاکٹر عبد الوہاب ابو سلیمان،ڈاکٹر محمد بالوالی،اور فقہ اکیڈمی انڈیا کے بہت سے ارکان نے اس کی تکییف "قرض" سے کی ہے۔[۱]

پہلی تکییف "قرض" پر ہونے والے اعتراضات:

بطاقۃ غیر معظاۃ یعنی کریڈٹ وچارج کارڈ کی فقہی تکییف "قرض" پر فقہی اعتبار سے درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:۱- مقرض ومستقرض کے درمیان دوطرفہ تعلق ہوتا ہے،یعنی اس میں عاقدین دو ہوتے ہیں،قرض دینے والا اور قرض لینے والا،جب کہ کارڈ کی صورت میں عقد تین اطرف میں پایا جاتا ہے،دائن یعنی تاجر،مدیون یعنی کارڈ ہولڈر اور قرض ادا کرنے والا بینک، کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کرنے والا کارڈ جاری کنندہ بینک دین کی ادائیگی میں حامل کارڈ کا نائب سمجھا جائے گا؛اس لیے کہ بینک کو یہاں پر متبرع ماننا ممکن نہیں،لہٰذا بینک یا تو حامل کا کفیل ہوگا،یا وکیل،یا محال علیہ"۔[۲]

۲- بسا اوقات کارڈ ہولڈر کارڈ کو استعمال میں نہیں لاتا،جب کہ قرض میں یہ ضروری ہے کہ مال کی ادائیگی اور اس کا بدل واپس کیا جائے جیسے کہ قرض کی تعریف فقہی میں مذکور ہے "دفع مال إرفاقاًلمن ينتفع به ويردبدله له".[۳]"کسی کو مال دینا بطور احسان کہ وہ اس سے نفع اٹھائے اور اس کا بدل اسے واپس لوٹائے۔"یا قرض ایک عقد مخصوص کو کہتے ہیں کہ دوسرے کو مال مثل دیا جائے تاکہ وہ (بعد میں) اس کا مثل لوٹائے۔قرض میں قبضہ کا پایا جانا ضروری ہے،اس لیے کہ عقد قرض میں تصرف قبضہ موقوف ہوتا ہے،اور ملکیت بھی اسی پر موقوف ہوتی ہے۔[۴]

جب کہ "بطاقۃ غیر معظاۃ" میں کسی نوع کا بھی قبضہ نہیں پایا جاتا ہے اس لیے کہ کارڈ ہولڈر کا کوئی بیلنس نہیں ہوتا ہے،اسی کے بارے میں ڈاکٹر علی السالوس کہتے ہیں:

> **"ولكن لوفرضناأن البطاقة هذه ليس لهارصيد،فحامل البطاقة سوف يدفع فيمابعد، إذن فالدفع بالطاقة لايعتبرقبضاً"**.[۵]

---

(۱) بطاقات الائتمان،ص،۵۹ نیز دیکھیے،البطاقات البنکیہ،ص۱۳۶

(۲) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص۱۵۳،۱۵۱۔

(۳) الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین،کتاب البیوع،فصل فی القرض دار المعرفہ،ج۷ص۴۰۶

(۴) عقد القرض فی الشرعیہ الاسلامیہ ،الدکتور نزیہ حماد،دار القلم،دمشق،ص۴۱،۴۵.

(۵) مجلہ مجمع الفقہ الإسلامی،ج۱،ص۶۵۱.

یعنی: اگر ہم یہ فرض کریں کہ اس کارڈ کا کوئی بیلنس نہیں، کارڈ ہولڈر بعد میں ادائیگی کر دے گا، تو کارڈ کے ذریعے ادائیگی کو قبضہ نہیں سمجھا جائے گا۔"

۳- قرض کی تعریف اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بطور احسان کے ہوتا ہے، جب کہ بینک عمومی طور سے کوئی بھی چیز بغیر اجازت کے نہیں دیتے، لہٰذا قرض سے زائد جو بھی اجرت وصول کی جائے گی وہ سود شمار کی جائے گی۔ (۱)

۴- کارڈ کی تکییف بطور قرض کے کرنا، یہ اس کے تمام حالات و مراحل کا احاطہ نہیں کرتا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عبد الحلیم لکھتے ہیں: "اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر کی طرف سے معین رقم کی تاجر کو ادائیگی کے بعد اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ حامل بطاقۃ سے اس مبلغ کا مطالبہ کرے؛ کیوں کہ اس ادائیگی کے نتیجے میں بینک کارڈ ہولڈر کا دائن بنتا ہے' (اور دائن کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مدیون سے اپنے دین کا مطالبہ کرے) جب کہ کارڈ کے اجراء اور تاجر سے معاہدے پر دستخط کرتے وقت کسی طرح کے قرض لین دین کا وجود نہیں ہوتا"۔ (۲)

۵- یہاں ایک مشکل یہ ہے کہ دائن یعنی قرض دینے والا کون ہے؟ قرض لینے والا تو معلوم اور متعین ہے، اور وہ کارڈ ہولڈر ہے، قرض کے احکام میں یہ بنیادی شرط ہے کہ قرض دینے والا اہل تبرع میں سے ہو، وگرنہ قرض دینا شرعاً درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ اہل تبرع میں سے نہ ہونے کی وجہ سے اہلیت بھی نہ ہوگی، جب اہلیت نہیں ہوگی تو قرض کیسے دے گا، بہر حال قرض دینے والا مجہول ہے، یہ معلوم نہیں کہ قرض دینے والے یہاں بورڈ آف ڈائریکٹران ہیں، یا شخص قانونی یا کوئی اور؟؟؟۔ بینک کسی حال میں بھی اس کی تعیین نہیں کرتے، عام طور سے تو نفع لیتے وقت بورڈ آف ڈائریکٹران اور شرکاء سامنے آتے ہیں، اور نقصان کے وقت ایک فرضی تصور "شخصی قانونی" کو شخص حقیقی باور کروا کے آگے کر دیا جاتا ہے، اگرچہ دستاویزات میں پہلے والے معاملے میں بھی شخص قانونی کا تذکرہ ہوتا ہے، مگر در حقیقت نفع لینے والے تو بینک کے مالکان ہی ہوتے ہیں، اگر شخص قانونی کو مقرض مان بھی لیا جائے تو اس پر ہونے پر تمام اعتراضات یہاں بھی وارد ہوں گے۔

دوسری رائے (وکالہ) "بطاقۃ غیر مغطاۃ" کی تکییف کے سلسلے میں دوسری رائے وکالہ کی ہے، جن علماء نے اسے وکالت قرار دیا ہے ان میں ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں: "یہ کارڈ حوالہ کے قبیل سے ہے، آج بینکوں میں پائے جانے والے حوالے پر اجرت لی جاتی ہے، تو ممکن ہے کہ اسے ہم اس قبیل سے مان لیں، یا اجرت پر وکالت کے قبیل سے مانیں"۔ (۳)

---

(۱) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص ۱۵۳، ۱۵۱

(۲) الجوانب الشرعیہ والمصرفیہ، محمد عبد الحلیم، ص ۵۶.

(۳) بطاقات الائتمان، وھبہ الزحیلی، ص ۱۱

ڈاکٹر عبد الستار ابو غدہ صاحب کے مطابق کارڈ کا یہ نظام وکالت اور کفالت دونوں کو متضمن ہے، جب کہ (مروجہ) اسلامی بنکوں کے حوالے سے یہ قرضہ حسنہ بھی ہے، ان کا کہنا ہے: کارڈ کے استعمال میں اصل یہ ہے کہ اس میں توکیل اور کفالت پائی جاتی ہے، اور بعض دفعہ قرضہ حسنہ کی صورت ہوتی ہے ان بینکوں میں جو صارف کا اکاؤنٹ (بیلنس) سے براہ راست ادائیگی کو شرط قرار نہیں دیتے؛ بلکہ کارڈ جاری کنندہ اس کی طرف سے ادا کرتا ہے پھر اپنا حق وصول کرتا ہے"۔[1]

دوسری تکییف (وکالہ) پر ہونے والے اعتراضات:

ا "بطاقة غیر مغطاة" یعنی وہ کارڈ جس کے اجراء کے لیے بینک کے پاس بیلنس رکھوانا مشروط و ضروری نہ ہو، اس کی تکییف بطور وکالہ پر وارد ہونے والے اعتراضات درج ذیل ہیں:

۱-وکالت میں عقد کا تعلق طرفین یعنی وکیل اور مؤکل کے درمیان ہوتا ہے، جب کہ کارڈ میں یہ تعلق تین اطرف پر مشتمل ہوتا ہے، کارڈ ہولڈر، کارڈ جاری کنندہ اور تاجر۔

۲-عقد وکالہ میں وکیل کو مؤکل کی طرف سے دین کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، جب کہ کارڈ کے معاملے میں وکیل یعنی کارڈ جاری کرنے والا کارڈ ہولڈر یعنی مؤکل کی طرف سے دین کی ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے۔[2]

۳-وکالت میں یہ ضروری ہے کہ محل وکالہ یعنی جس چیز کے بارے میں وکیل بنایا جارہا ہو، وہ عقد کے وقت موجود ہو، جب کہ کارڈ میں محل وکالت یعنی دین عقد کے وقت موجود نہیں ہوتا ہے۔

۴- مؤکل جن چیزوں میں خود تصرف کر سکتا ہے، انہی میں وکیل بنا سکتا ہے، اگر مؤکل نے وکیل کو مطلق اپنا قائم مقام بنایا، تو یہ اس بات کا مقتضی ہے، وکیل کو بھی اس چیز کا اختیار ہو، جس کا مؤکل اختیار رکھتا ہے، کارڈ والے معاملے میں مؤکل یعنی کارڈ ہولڈر، تاجر کو خود ادائیگی نہیں کر سکتا ہے۔

۵-وکالت میں مال وکیل کے پاس امانت ہوتا ہے، اگر بغیر تعدی کے ہلاک وضائع ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں، جب کہ کارڈ ہولڈر کا مال اور رقم کارڈ جاری کنندہ کے پاس ہر حال میں مضمون ہوتے ہیں۔[3]

۶-کارڈ والے معاملے پر وکالت منطبق نہیں ہوتی، اور نہ ہی وکیل کے اوپر لازم ہے کہ وہ مؤکل کی طرف سے اپنے مال سے ادائیگی کرے، ورنہ یہ کفالت کی شکل اختیار کرلے گا۔

---

(۱) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص۶۸

(۲) حاشیہ ابن عابدین، امین بن عمر بن عبد العزیز کتاب الوکالہ: دار الفکر بیروت، لبنان، ج۱، ص۴۳۲

(۳) المعاملات المالیہ المعاصرہ وھبہ الزحیلی، ص۱۱۶.

۷-کارڈ جاری کنندہ تاجر کے حقوق کا ضامن بھی ہوتا ہے، ایک ہی شخص کو ضامن اور وکیل بنانا حنفیہ کے ہاں درست نہیں، اس سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ کفالت باطل ہو جائے، اور وکالت باقی رہے؛ اس لیے کہ کفالت وکالت سے اقوی ہوتی ہے تو وہی ناسخ بنے گی۔ لہٰذا وکالت باطل ہو جائے گی نہ کہ کفالت۔ لہٰذا مذکورہ اعتراضات کی وجہ سے "عقد بطاقة" کی فقہی تکییف وکالہ سے کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ وکالت اپنے تمام ارکان و شروط کے ساتھ اس معاملے پر منطبق نہیں ہوتی ہے۔ [1]

تیسری رائے (حوالہ):

"بطاقة غير مغطاة" کی فقہی تکییف میں تیسری رائے یہ ہے کہ یہ حوالہ ہے، معاصر علماء میں سے ڈاکٹر رفیق مصری، شیخ عبد اللہ بن منیع، اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ [2]

فقہی تکییف "حوالہ" پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱-حوالہ کی تعریف یہ ہے: دین کو محیل سے محال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل و محول کرنا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو، جب کہ کارڈ میں ایسا نہیں ہوتا، کیوں کہ کارڈ کے اجراء کے وقت، یا تاجر سے معاہدے کے وقت کسی کا کسی پر کوئی دین نہیں ہوتا۔ لہٰذا دین کے ثبوت پر وہ معاملہ وکالت یا کفالت قرار دیا جائے گا۔ [3]

شیخ ابراہیم الدبو نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر حوالہ کا مفہوم بھی منطبق نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ حوالہ تو محال علیہ کے ذمہ کسی دین سابق کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں محیل کی رضا کا پایا جانا ضروری ہے، جب کہ یہاں "بینک" پر کوئی دین سابق نہیں پایا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس مسئلہ کو حوالہ کے قبیل سے سمجھا جائے، اور ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں محیل کی رضا کا کوئی تصور بھی نہیں پایا جاتا۔ [4]

۲۔ حوالہ جب مکمل ہو جائے تو وہ محیل کا دین سے بری ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے، یعنی جب حوالہ مکمل ہو جائے تو محیل (دین) سے بری ہو جاتا ہے جب کہ کارڈ والے معاملہ میں کارڈ ہولڈر صرف حوالہ کے مکمل ہونے سے بری نہیں ہوتا۔ [5]

---

(۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، فخر الدین عثمان بن علي، کتاب الوکالہ: دار الکتب العلمیہ، ج ۵، ص ۲۹۷.

(۲) مجلہ مجمع الفقہ الإسلامی، ج ۷، ص ۱۲۳

(۳) الجوانب الشرعیہ المصرفیہ، محمد عبد الحلیم، ص ۵۴

(۴) المعاملات المالیہ المعاصرہ، وھبہ الزحیلی، ص ۱۱۶

(۵) بطاقات الائتمان البنکیہ في الفقہ الإسلامی، ص: ۹۳.

۳۔اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں دین کی ادائیگی کا ذمہ کارڈ ہولڈر سے کارڈ جاری کنندہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، تو پھر بھی اس سے بھی مکمل طور سے حوالہ متحقق نہیں ہوتا؛ کیوں کہ کوئی بھی تاجر کارڈ ہولڈر کو کوئی شئے یا خدمت صرف اس لیے فراہم کرتا ہے کہ اسے پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک نے کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی ہے، تو گویا یہ کفالہ کی طرح کوئی چیز لینا ہے (حقیقت میں حوالہ نہیں)۔ [1]

چوتھی رائے (کفالہ):

بطاقۃ غیر مغطاۃ کی فقہی تکییف میں پانچویں رائے "کفالہ" کی ہے، یہ رائے ڈاکٹر نزیہ حماد صاحب، (۸۴) ڈاکٹر محمد عبد الحلیم صاحب، (۸۵) ڈاکٹر عبد اللہ سعدی صاحب، شیخ علی محی الدین القرۃ الداغی صاحب، ڈاکٹر محمد القری صاحب، (۸۶) مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی صاحب، مفتی محمد عبد الرحیم قاسمی اور مولانا خورشید انور اعظمی صاحب وغیرہ کا ہے۔ (۸۷)

چوتھی تکییف کفالہ پر ہونے والے اعتراضات:

اس تکییف پر مختلف اعتراضات کیے گئے ہیں:

۱- کفالت (ضمان) چوں کہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں ان اعمالِ بر میں سے ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، لہٰذا اس پر کسی طرح کی اجرت لینا درست نہیں، اجرت چاہے کم ہو یا زیادہ، کسی بھی نام و عنوان سے لی جائے درست نہیں، جیسا کہ علامہ صاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے: "ثلاثة لا تكون إلا لله الجعل، والضمان، والجاه". [2] یعنی تین چیزیں صرف اللہ کے لیے ہوتی ہیں۔

علامہ ابو بکر بن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أجمع من كل تحفظ عنه من أهل العلم على أن الحمالة بجعل يأخذه الحميل لاتحل ولا تجوز" [3]

یعنی تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تاوان یا خون بہا کی ادائیگی پر ضامن کی طرف سے لی جانے والی کوئی بھی اجرت جائز و حلال نہیں۔ کفالت (ضمان) کے اس اصل شرعی کی روشنی میں کریڈٹ کارڈ کا معاملہ جو کفالت کو متضمن ہے اس میں ضامن (یعنی بینک) کے لیے کسی طرح کی اجرت لینا جائز نہیں، چاہے کارڈ ہولڈر سے ہو یا تاجر سے یا ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے فرد سے، بہر حال اجرت لینا جائز نہیں (جب کہ عقد بطاقہ میں صورت حال یہ ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر اور تاجر دونوں سے اجرت لیتا ہے

---

(۱) بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص۹۲،۹۱.

(۲) حاشیۃ الصاوي على الشرح الصغير على أقرب المسالك مع الشرح الصغير، محمد الصاوی المصری، ج۳، ص ۴۴۲۔

(۳) الاشراف علی مذاهب أهل العلم، علامہ ابو بکر بن منذر، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، قطر، س۱۴۱۴ھ، ج۱، ص ۱۲۰

۲۔ فقہائے شافعیہ کفالت کے جواز کے لیے دین مضمون کا عقد کے وقت یقینی طور سے پائے جانے کو شرط قرار دیتے ہیں؛ کیوں کہ یہ ایک وثیقہ (قرض کا اقرار) ہے تو شہادت (گواہی) کی طرح ثبوت حق سے متقدم نہیں ہو سکتی[۱] چوں کہ عقد بطاقۃ میں بھی ثبوت دین سے قبل ہی عقد ہو جاتا ہے، اس لیے وہ درست نہیں۔

۳۔ کفالہ کی تکییف پر ہونے والے اعتراضات میں ایک بنیادی اعتراض یہ بھی ہے کہ کفالہ میں تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ کرنا جائز ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ والے معاملے میں تاجر صرف کفیل یعنی بینک سے مطالبہ کر سکتا ہے، کارڈ ہولڈر سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں، یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بینک ادائیگی کرتا ہے اور کبھی ادائیگی سے پیچھے نہیں ہٹتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے، لیکن کفالت کی صورت میں شریعت نے تاجر کو اصیل سے مطالبہ کا جو حق دیا ہے اس کو ختم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں، چوں کہ بینک کے طے شدہ قواعد وضوابط کے تحت تاجر کارڈ ہولڈر یعنی اصیل سے مطالبہ نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ تو کارڈ دکھا کر اپنے ذمہ سے بری ہو گیا ہے، تو اس صورتحال میں عقد بطاقۃ پر کفالہ کی تکییف صادق نہیں آتی۔ غرض اگر برأت اصیل کی شرط کو درست مان لیا جائے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں ہے تو پھر یہ عقد بطاقۃ کفالہ سے نکل کر حوالہ میں داخل ہو جائے گا اور اس پر وہ تمام اعتراضات وارد ہوں گے جو حوالہ پر وارد ہوتے ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر ابو سلیمان عبد الوہاب صاحب عقد بطاقۃ کی تکییف کفالہ سے کرنے پر "مناقشہ" کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عقد بطاقۃ کی تکییف میں کفالہ یا ضمان کا قول اس حد تک تو درست ہے کہ تاجر کا حق دین جو کارڈ ہولڈر کے ذمہ ہوتا ہے، اس کا ذمہ قبول کرتا ہے اور کفالہ اور ضمان کی طرح اس کے بھی تین اطراف ہوتے ہیں؛ لیکن یہ کہنا کہ کریڈٹ کارڈ کے نظام کے عقود کے سلسلے میں صرف کفالہ ہی تکییف پائی جاتی ہے تو یہ مسلّم نہیں؛ کیوں کہ اس صورت کا قائل ایک جہت سے کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر کے درمیان ہونے والے عقد جب کہ دوسری جانب سے کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان پائے جانے والے عقد سے بھی غافل ہے۔[۲]

۵۔ فقہائے کرام کی عبارتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کفیل کا انسان حقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ مکلف، صاحب تبرع اور غیر سفیہ ہونا بھی ضروری ہے، جب کہ عقد بطاقۃ میں کفیل کا انسان حقیقی نہ ہونا واضح ہے؛ کیوں کہ ماہرین معاشیات کے نزدیک بینک یا کارڈ جاری کرنے والے ادارے شخص قانونی (لیگل پرسن) کی حیثیت سے یہ سب امور انجام دیتے ہیں، شخصِ قانونی کا غیر مکلف ہونا بھی اظہر من الشمس ہے اور جب وہ حقیقی انسان اور مکلف نہیں تو صاحبِ تبرع کیسے بنے گا، غرض شخص قانونی کی بنیاد پر

---

(۱) تحفۃ المحتاج، ج۵، ص ۲۴۶،

(۲) البطاقات البنکیہ، ص ۲۱۰

انجام دیئے جانے والے معاملات شرعی نقطہ نگاہ سے کس حد تک کہ گنجائش رکھتے ہیں، مذکورہ بالا امور کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، لہذا اگر عقد بطاقہ میں کفالہ کی تکییف مان بھی لی جائے تو وہ اس اعتراض سے خالی نہیں۔

۶۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ پانچویں تکییف کفالہ کے بارے میں "المعايير الشرعية" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کفالہ کی تحقق میں تھوڑا سا اشکال ہے مجھے، وہ یہ ہے کہ کفالہ میں مکفول لہ متعین ہونا چاہیے اور یہاں مکفول لہ متعین نہیں؛ کیوں کہ جب کارڈ جاری کیا تو پتہ نہیں کہ یہ شخص کارڈ لے کر اس کو کہاں جا کر استعمال کرے گا؟ کس بائع سے خریدے گا؟ کس سے نہیں خریدے گا؟ یہ پتہ نہیں، تو کفیل کے لیے ایسی کفالت عامہ ہے جس کا مکفول لہ متعین نہیں تو ایک خرابی تو یہ ہے کفالت ماننے میں ، دوسری خرابی یہ ہے کہ کفالہ کہتے ہیں "ضم الذمة إلى ذمة" کا مطلب یہ ہے کہ اس کفالت کی وجہ سے مدیونِ اصل بری نہیں ہوتا بلکہ دائن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے، تو جو اصیل ہے وہ کفالت کے بعد بری نہیں ہوتا اور اب اس صورتحال (کریڈٹ کارڈ) کا جو معاملہ ہوتا ہے، اس میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب خریدار نے کریڈٹ کارڈ دکھا کر دستخط کر دیئے تو وہ بری ہو گیا، اب بائع اس سے مطالبہ کسی صورت میں نہیں کر سکتا، تو اس واسطے کفالت کے تحقق میں یہ اشکال ہے کہ مکفول لہ غیر متعین ہو، اصیل کا بری ہو جانا ان دو وجہوں سے اس کو کفالت نہیں کہہ سکتے۔[1]

کریڈٹ کارڈ کے عدم جواز پر علماء کی آراء

اس بارے میں علماء کرام کی آراء اور تحقیق کو پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا جنہوں نے اس کے عدم جواز پر مفصل کلام کیا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے لکھا ہے

"حكم هذه البطاقة: يحرم التعامل بهذه البطاقة؛ لأنها تشتمل علي عقد إقراض ربوي يسدده حاملها علي أقساط مؤجلة ، بفوائد ربوية"[2]

اس کارڈ کا استعمال حرام ہے کیونکہ یہ معاہدہ سود پر مشتمل ہے۔ اس کا حامل اسے قسط وار سودی فائدے کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

مزید یہ کہ جس معاہدہ پر کارڈ ہولڈر اور بینک دستخط کرتے ہیں وہ فاسد ہے کیوں کہ اس میں فاسد شرط پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ وقت متعینہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اضافی رقم دینی ہوگی اور جس نے فاسد معاہدہ طے کیا وہ صرف طے کرنے ہی سے گناہ گار ہو جاتا ہے، چاہے حامل کارڈ "سود" دے یا نہ دے؛

---

(۱) المعاییر الشرعیہ املائی افادات ، مفتی تقی عثمانی ، س ۱۴۲۰ ھ، ص ۱۱۷

(۲) بطاقات الائتمان البنكيه في الفقه الإسلامي، ص ۹۳

اسی طرح ڈاکٹر سلیمان بن اشقر کریڈٹ کارڈ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"يجمع الباحثون في بطاقة الائتمان علي أنها تقوم علىٰ عقد يشترط الفائدة الربوية ، أو علي عقد ربا صريح بعبارة أدق"(۱)

کریڈٹ کارڈ کے معاملے میں تمام محققین کا اجماع ہے۔ کہ یہ معاہدہ سودی شرط یا واضح طور پر سودی معاملہ ہے لیکن چوں کہ یہ سب معاملات سودی ہیں، یا کم از کم شبہ ربا موجود ہے؛ اس لیے جمہور ہی کا قول احوط اور اسلم ہے۔ پھر ظاہر سی بات ہے کہ بینک کا مقصد صرف اور صرف نفع کمانا ہے، لوگوں کو خاص طور سے مسلمانوں کو سہولیات فراہم کرنا اس کا مقصد اوّلین نہیں؛ چناں چہ نفع کمانے کے لیے بینک نے طرح طرح کے حیلے ایجاد کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کریڈٹ کارڈ وغیرہ میں جو مقررہ مدت کے بعد زائد سودی رقم وصول کی جاتی ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ پندرہ روز کی مدت (بعض جگہ ایک مہینہ یا چالیس دن کی مدت) کے بعد ادائیگی کی صورت میں جو زائد رقم ادا کی جاتی ہے وہ سود ہے، سود خور کی نفسیات یہی رہی ہے کہ پہلے قرض دو تاکہ لوگ ہنسی خوشی نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اسے لے لیں اور جب وقت پر ادا نہ کر سکے تو زائد ادائیگی کی شرط پر مہلت دے دو، زمانہ جاہلیت میں ربا کا یہی طریقہ کار مروج تھا جسے ربا نسیئہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ قرض پر لی جانے والی زائد رقم سود میں داخل ہے، سود کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی؛ اس لیے کریڈٹ کارڈ کا حاصل کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے اور اس سے جو جائز سہولتیں متعلق ہیں وہ ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہو جاتی ہیں؛ اس لیے عام حالت میں اس کارڈ کے حصول کو ضرورت قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اگر پندرہ دنوں کے اندر ہی رقم ادا کر دی جائے جس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا تو اس لحاظ سے اسے جائز ہونا چاہئے؛ لیکن یہ بات درست نظر نہیں آتی؛ کیوں کسی معاملے کے جائز ہونے اور نہ ہونے کا مدار صرف نتیجہ پر نہیں ہوتا؛ بلکہ معاملہ طے پانے کی کیفیت پر ہوتا ہے، یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا حامل اور بینک آپس میں معاہدہ کرتے ہیں کہ ایک خاص مدت کے بعد قرض واپس کرتے ہوئے سود بھی ادا کرنا ہوگا، گویا معاملہ میں سود کا لین دین شروع سے شامل ہے؛ اس لیے یہ معاملہ اپنے آغاز ہی سے نا درست قرار پائے گا۔ مولانا رحمانی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ آج کل کاروبار کے دائرے کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے بینک کے مختلف کارڈ کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں شرعی احکام و حدود کو ملحوظ رکھیں۔ (۲)

---

(۱) دراسہ الشرعیہ فی بطاقات الائتمان ، عمر سلیمان الأشقر ، دار النفائس الأردن، س ۲۰۰۹، ص ۱۷

(۲) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص ۷۲-۷۰۔

مفتی اعظم تیونس شیخ محمد مختار سلامی صاحب کریڈٹ کارڈ کی حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس قسم کو اکثر معاصر فقہاء نے حرام قرار دیا ہے؛ لیکن بعض فقہاء نے اس صورت کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ جب صاحب کارڈ یہ التزام کرے کہ وہ مطلوبہ رقم یکمشت اور وقت پر جمع کرے گا؛ کیوں کہ وہ اس عزم سے شرط کو ساقط کر دینے والا ہو گا اور شرط ساقط ہونے پر معاملہ درست ہوتا ہے؛ اس لیے جس بنیاد پر یہ صورت حرام قرار پاتی ہے وہ ہے تاخیر سے رقم کی ادائیگی میں سود کا عائد کیا جانا جو یہاں متحقق نہیں ہوتی؛ لیکن میری رائے اس کے بر عکس ہے، میرے خیال میں چوں کہ اس صورت میں کارڈ ہولڈر کو عقد کے وقت ہی معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر کی صورت میں اس کو اضافی سود ادا کرنا ہو گا؛ کیوں کہ یہاں ثمن میں سود کی شرط ہے؛ اس لیے یہ حرام ہے، اسی طرح صاحب کارڈ کے التزام کا معاملہ غیر معلوم ہے؛ کیوں کہ مستقبل میں وہ اسے پورا کرپائے یا نہ کرپائے، یہ معلوم نہیں؛ اس لیے کہ مطالبہ کے وقت فی الفور رقم کی ادائیگی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ اس کے پاس اتنی رقم مہیا ہو اور وہ حتمی صورت میں اتنی رقم کا مالک نہیں ہے؛ کیوں کہ رقم ابھی غیر موجود ہے۔ (۱)

ان حضرات کے علاوہ پروفیسر عبد المجید سوسوہ، پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر، فقہ اکیڈمی ہند اور اس کے اراکین میں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد اعظم ندوی، المعہد الِاسلامی حیدر آباد ہند کے شعبہ علمی کے رفیق مفتی سید اسرار الحق سبیلی، جامعہ مظہر العلوم بنارس یوپی کے استاذ مولانا خورشید انور اعظمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تفسیر و فقہ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری پٹنہ کے قاضی مولانا عبد الجلیل قاسمی، مولانا عبد اللطیف پالنپوری (۹۷) اور پاکستان کے علماء میں مفتی عبد الواحد صاحب (لاہور) وغیرہ نے مذکورہ معاملہ کو مقرر مدت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں اضافہ کی شرط فاسد کی وجہ سے عقد کو فاسد، جب کہ صلب عقد میں سود کے مشروط ہونے اور کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے والوں کی اکثریت کے سود میں مبتلاء ہونے کے تعامل کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میرے نزدیک ان علماء کی رائے زیادہ صائب ہے جو کریڈٹ کے عدم جواز کے قائل ہیں، دو وجوہات سے:

۱- ایک تو صلب عقد میں سود کی شرط کے پیشِ نظر ہے۔ لہٰذا سود شرعاً حرام ہے۔

۲- دوسرے تعامل کی وجہ سے کہ کارڈ لینے کے بعد اکثر لوگ سود میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا سودی معاملات کی وجہ سے یہ شرعاً حرام ہے۔

کریڈٹ کارڈ کے متعلق مولانا عصمت اللہ اپنی کتاب زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے میں یوں رقمطراز ہیں:

---

(۱) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص ۸۷، ۸۸

اس کارڈ کے حامل کا ادارے میں کوئی اکاونٹ نہیں ہوتا، بلکہ وہ معاہدہ ہی ادھار پر سودے کا کرتا ہے، اس معاہدے میں اگرچہ ادارہ ایک متعین مدت فراہم کرتا ہے کہ جس میں اگر حامل کارڈ ادائیگی کردے، تو اس کو سود ادا نہیں کرنا پڑتا، لیکن اصلا معاہدہ سود کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے، اور اس کی ادائیگی کا وعدہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ اس میں تجدید مدت کی سہولت بھی موجود ہوتی ہے، جس سے ادائیگی کی مدت بڑھ جاتی ہے، البتہ اس کے ساتھ ساتھ شرح سود میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں اضافی رقم لی جاتی ہے۔[1]

انحصار نظام بنکاری پر ہے اور نظام بنکاری مضبوط ہو رہا ہے کریڈٹ کارڈ کے استعمال کرنے سے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس قدر لوگ کریڈٹ کارڈ کو استعمال کریں گے تو نظام بنکاری مضبوط ہو گا اور اگر نظام بنکاری مضبوط ہو گا تو پاکستان کی معیشت مضبوط ہو گی۔

کریڈٹ کارڈ کے پاکستان کی معیشت میں اثرات کیا ہیں؟ ذیل میں ان اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(۱) نظام بنکاری کی ترقی:

چونکہ کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی وجہ سے لین دین مین آسانی ہوتی ہے اس لئے لوگ اس سہولت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کر رہے ہیں اور بنکاری کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اوپر بعض مواقعوں پر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پاکستان کی معیشت کا زیادہ تر کے کسی ملک میں بھی انسان چلا جائے اس کو کرنسی یا مال ساتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے پاس کریڈٹ کارڈ ہونا چاہیے جو اس کو اشیاء کے خریدنے میں برابر کفایت کرے گا۔ اب جتنے لوگ اس کارڈ کو استعمال کریں گے اتنا فائدہ بینکنگ اور ملکی معیشت کو بھی ہو گا۔

(۲) نقد رقم کی حفاظت سے نجات:

اگر انسان کے پاس رقم نقدی کی صورت میں ہو تو اس کے گم ہو جانے اور چوری ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اس لئے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے لین دین کرنے والے کو رقم کی حفاظت سے نجات مل جاتی ہے۔ جس سے نہ صرف اس کے اخراجات کم ہوتے ہیں بلکہ اس کو خریداری کرنے میں بھی سہولت رہتی ہے۔

(۳) ادائیگی کا ثبوت:

کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ادائیگی کرنے کی صورت میں خریدکار کے پاس رقم کی ادائیگی کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعے کیے گئے تمام لین دین کا حساب کریڈٹ کارڈ کے بل پر واضح طور پر لکھا ہوتا ہے۔

---

(۱) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۴۵

(۴) قرض کی سہولت:

کریڈٹ کارڈ کا حامل بوقت ضرورت اپنے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے طے شدہ حد تک نقد رقم بینک سے قرض بھی لے سکتا ہے۔ جو وہ بعد میں مقررہ وقت پر آسانی کے ساتھ ادا کرنے کا حق رکھتا ہے اور اسے دی گئی تاریخ میں کوئی اضافی چارجز بھی نہیں دینے پڑتے جو کہ اس کے لئے بہت زیادہ سہولت ہے۔ (۱)

(۵) زر اعتبار کی تخلیق میں مدد: زر اعتباری کی تخلیق اس لئے کی جاتی ہے کہ کم سے کم سرمایہ محفوظ رکھ کر زیادہ سے زیادہ کاروبار معیشت کو ترقی دی جا سکے۔ لہذا کریڈٹ کارڈ چونکہ خود ایک اعتباری آلہ ہے جو ملکی ضرورت کے مطابق زر اعتباری پیدا کرکے ملکی معیشت کو خاطر خواہ افادہ دیتا ہے۔ (۲)

(۶) وقت کی بچت:

کاغذی کرنسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جانے میں کافی وقت درکار ہوتا ہے جو کہ کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی وجہ سے بچ جاتا ہے۔ ہم کسی بھی شہر میں کسی بھی وقت اپنی خرید و فروخت کے لئے یا کاروباری ادائیگیوں کے لئے استعمال کر سکتے ہیں نتیجہ کے طور پر پاکستان میں معاشی لین دین میں کسی وقت بھی رکاوٹ نہیں آتی جو ملکی معیشت براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی معاملے پر رہنمائی ڈاکٹر عصمت اللہ نے اپنی کتاب میں یوں فرمائی ہے۔

"جدید بنکاری میں کاروبار کی وسعت کے ساتھ ساتھ اپنے گاہکوں کی سہولت کی خاطر بنکوں نے جدید ترین خدمات کی فراہمی کا آغاز کیا ہے۔ مختلف بنک اپنے گاہکوں کو مختلف نوعیت کے کریڈٹ کارڈز جاری کرتے آمد ہوتے ہیں۔ یہ کارڈ ایسے میٹریل اور سائز کے ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے جیب میں رکھا جا سکتا ہے۔ (۳)

(۷) بین الاقوامی ادائیگی:

کریڈٹ کارڈ نہ صرف ملکی ادائیگی بلکہ غیر ممالک میں بھی اشیاء و خدمات کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ دنیا کریڈٹ کارڈ کی ایک تعریف کچھ یوں بھی کی جاتی ہے۔

"کریڈٹ کارڈ ادائیگیوں کے نظام کا ایک حصہ ہے جو اس نظام کو استعمال کرنے والوں کو جاری کیا جاتا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا پلاسٹک کارڈ ہوتا ہے جو اس کے حامل کو مختلف اشیاء و خدمات کی خریداری کا حق، مستقبل میں ادائیگی کے

---

(۱) بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي، ص ۸۱.

(۲) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام، ص: ۶۷۔

(۳) زر کا تحقیقی مطالعہ، ص ۳۹۱

وعدے کے عوض دیتا ہے"۔[1]

مندرجہ بالا بحث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ زر اعتبار جس میں ہنڈی، چیک، بینک ڈرافٹ، ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ شامل ہیں ملکی معیشت میں بنیادی کردار کر رہے ہیں چونکہ موجودہ زمانے میں کسی بھی ملک کی معیشت کا انحصار اس کے نظام بنکاری پر ہوتا ہے جتنا زیادہ نظام بنکاری مضبوط ہو گا وہ معیشت اتنی ہی زیادہ ترقی بھی کرے گی اور اس میں استحکام بھی آئے گا۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں نظام بنکاری اتنا مضبوط نہیں ہے جتنا ہونا چاہیے لیکن اس کے باوجود بھی زر اعتباری جس کا تعلق سراسر بینک کے ساتھ ہے اپنا پورا کردار ادا کر رہی ہے۔

---

(۳) دراسه الشرعیه في البطاقات الائتمانیه، ص۱۰۵ نیز دیکھیں مجلہ مجمع الفقہ، ج۳ ص۱۱، نیز دیکھیے بطاقات الائتمان، القری، ج۱، ص۳۸۰

حاصل بحث

ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کے استعمال سے اندرونی اور بیرونی رقم کی ادائیگی آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ان کارڈز کا باقاعدہ استعمال انسان کو رقم ساتھ رکھنے کے عذاب سے نجات دے دیتا ہے جس سے سرقہ رقم کا اندیشہ کافی حدتک کم ہو جاتا ہے۔ڈیبٹ کارڈ اور کریڈٹ کارڈ جہاں پر انسان کے لئے بہت سی آسانیوں اور سہولیات کا باعث بنے ہیں وہیں ملکی معیشت پر بھی بہت اعلی ثرات مرتب کیے ہیں۔پاکستان کی معیشت کا مکمل انحصار بینکوں کے نظام پر ہے اور بینکوں کا چلنا مشروط ہے ان سے جاری ہونے والے کارڈز کی استعمال کے ساتھ ،جتنے زیادہ وہ استعمال میں لائے جائے گے اسی قدر بینکنگ سسٹم کو فائدہ پہنچے گا جس سے ملکی معیشت میں بھی استحکام پیدا ہو گا۔

نتائج بحث

مقالہ ھذا میں مندرجہ ذیل نتائج بر آمد ہوئے ہیں جن کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

زرہر اس چیز کو کہا جا سکتا ہے جو آلہ مبادلہ کی حیثیت سے مقبول عام ہو اور وہ معیار قیمت کو ناپنے کا زریعہ ہو چاہے کچھ بھی ہو زر کہلاتا ہے۔

زر اعتباری زر اصل کی قائم مقام ہوتی ہے جو کہ وقت کی بچت کے ساتھ ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقلی اور زر کی کمی کو پورا کرنے میں مددگار ہوتی ہے لہذا زر اعتباری کو متعدد مقامات پر شریعت سے ہم آہنگ بنانے کی ضرورت ہے تاکہ معیشت کو اسلام کے مطابق قومیایا جاسکے۔

زر سونا چاندی کے درہم و دینار، کاغذی کرنسی اور سکوں کے استعمال کے بعد اب کریڈٹ اور ڈیبٹ کارڈز کی شکل میں استعمال ہو رہی ہیں، ڈیبٹ کارڈ تمام فقہاء کے ہاں جائز جبکہ کریڈٹ کارڈ بعض کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز تصور کیا جاتا ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پر اتفاق رائے سے کام لیا جائے۔

بینک سے جاری ہونے والے زر اعتباری کے آلات میں چیک کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسکے علاوہ بانڈز پر امیسری نوٹ، ہنڈی، اور اب کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ ہیں جو کہ زر اصل کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔
زر اعتباری کی شرعی حیثیت کو پرکھنے کے لیے نجی طور پر مدارس بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

سفارشات

مقالہ ھذا میں زر اعتباری کے عنوان پر بنیادی معلومات فراہم کی گئی ہے جن میں اس کے مفہوم سے لے کر پاکستان کی معیشت میں اسکے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ جس قدر یہ موضوع پیچیدہ اور وسیع ہے اس کو احاطہ تحریر میں ایک مقالہ کی صورت میں ممکن نہیں ہے لہذا اس موضوع پر بڑا کام ابھی باقی ہے کہ جس کو کرنے کی ضرورت ہے۔ چند ایک کی طرف ذیل میں توجہ دلائی جاتی ہے۔

ا۔۔ زر اعتباری کے تخلیق کار عام طور پر بینک اور کچھ نان بینکنگ سیکٹر ادارے ہوتے ہیں، بینکنگ سیکٹر میں مرکزی بینک جو کہ زر اعتباری کے اجراء کے ساتھ ساتھ زر اعتباری کی پالیسی کا بھی اجراء عمل میں لاتا ہے۔ اسکے علاوہ نیشنل بینک، حبیب بینک، اور مسلم کمرشل بینک کے علاوہ بھی کردار ادا کر رہے ہیں۔

۲۔ بینک سے جاری ہونے والے زر اعتباری کے آلات میں چیک کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسکے علاوہ بانڈز پرامیسری نوٹ، ہنڈی، اور اب کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ ہیں جو کہ زر اصل کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ فقہاء نے چیک اور دوسرے زر اعتباری کے آلات کی فقہی تطبیق حوالہ اور کفالہ کے ضمن کی ہے جو کہ فقہی نقطہ نظر سے جائز ہے۔

۴۔ کریڈٹ کارڈ کی کئی اقسام ہیں جیسا کہ ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ جہاں تک ڈیبٹ کارڈ کا معاملہ ہے تو یہ تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے جبکہ کریڈٹ کارڈ جزوی طور پر جائز اور عام طور پر ناجائز ہے۔

۵۔ کریڈٹ کارڈ جو بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے جبکہ بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے اس پر اتفاق رائے سے کالیا جائے یا اسکو جائز شکل میں متعارف کروایا جائے تاکہ پاکستانی مسلمانوں کو جو کراہتا جو ناجائز استعمال کرنا پڑ رہا اس سے جان چھوٹ جائے۔ اسکے علاوہ اسلامک قرض حسنہ کارڈ کا اجراء کیا جائے تاکہ لوگ اس حرام سے بچ سکیں۔

۶۔زر اعتباری کے آلات پاکستان کی معیشت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں چاہے وہ ملکی لحاظ سے ہو یا بین الاقوامی کاروبار یعنی درآمدات وبرآمدات میں بیرونی ادائیگیوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۷۔زر اعتباری آنے والی دنیا کی شدید ضرورت ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے لہذا زر اعتباری کی ضرورت واہمیت مد نظر رکھتے ہوئے اسکی شرعی لحاظ سے جائز صورتوں کی عوام الناس میں فروغ دیا جائے۔

۸۔ہمارے ہاں شرعی احکام پر کام نجی طور پر مدارس میں ہو رہا ہے لیکن اس کو بہتر انداز میں سرانجام دینے کے لیے ایک قومی سطح کے پر اچھے پلیٹ فارم کی ضرورت ہے جو کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے لہذا اس میں تمام مسالک کے ان علماء کو جمع کیا جائے جو علم ہنر کے ساتھ عوام میں بھی اثرورسوخ رکھتے ہوں۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیاتِ قرآنیہ	نام سورت	سورۃ اور آیت کا نمبر	مقالہ صفحہ
۱	والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ	البقرة	۲/۳	۵۸
۲	قُلْ مَا أَنفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ	البقرة	۲/۲۱۵	۵۷
۳	فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ	البقرة	۲/۲۸۳	۵۸
۴	زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ	آل عمران	۳/۱۴	۶۰
۵	وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ	آل عمران	۳/۴۴	۶۸
۶	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ	آل عمران	۳/۹۱	۶۱
۷	الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ	المائدة	۵/۳	۵۹
۸	وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا	التوبة	۹/۳۴	۶۱
۹	أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ	اسراء	۱۷/۹۳	۶۱
۱۰	أُولَئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ	الكهف	۱۸/۳۱	۶۲
۱۱	إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	الحج	۲۲/۲۳	۶۲
۱۲	الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ	الحج	۲۲/۴۱	۵۸
۱۳	وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا	القصص	۲۸/۷۷	۵۶
۱۴	جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ	فاطر	۳۵/۳۳	۶۲
۱۵	يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ	الزخرف	۴۳/۷۱	۶۲
۱۶	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ	آل عمران	۳/۹۱	۶۰
۱۷	وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ	الحديد	۵۷/۲۷	۵۶
۱۸	فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ	الجمعة	۶۲/۱۰	۵۷

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	کتب	مقالہ صفحہ
۱	أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ فَقَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِه	سنن ابن ماجہ	۶۹
۲	ان النبی نهى عن بيع الكالى بالكالى"	سنن دار قطنی	۷۱
۳	كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عِشْرِينَ دِينَارًا فَصَاعِدًا نِصْفَ دِينَار	سنن ابن ماجہ	۶۶
۴	لا يَنبغى لِلرّجُلِ اذا كَانَ لَهُ دَين	الموطاامام مالک	۷۳
۵	مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلاَّ ثَلاَثَةَ دَنَانِيرَ	صحیح بخاری	۶۵
۶	مَنْ كَنزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَن	صحیح بخاری	۶۴
۷	يَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ	سنن ابوداود	۶۶

فہرست اصطلاحات

مقالہ صفحہ	مختصر معانی	اصطلاحات	نمبر شمار
۱۳	کسی پر اعتبار کرنا	ائتمان	۱
۶۶	ادھار کی خرید و فروخت کرنا	بیع الدین	۲
۱۰۵	مالیاتی ادارہ	بینک	۳
۷۸	ہلاکت المال	توی	۴
۸۹	کسی دوسرے شخص کا بوجھ اٹھانا	حمالہ	۵
۷۳	کسی کے بوجھ کو اپنے سر لینا	حوالہ	۶
۱۰	چاندی کے سکہّ جو ستر جو کے برابر ہوتا ہے	درہم	۷
۱۱	سونے کے سکہّ جس کا وزن ۲۰ قیراط ہوتا ہے	دینار	۸
۱۷	قابل بھروسہ رقم	زر اعتباری	۹
۱۰۷	قدیم عراقی تہذیب	سمیری	۱۰
۷۵	کسی کے حوالہ میں شریک ہونا	کفالہ	۱۱
۰۹	سونا اور چاندی	النقدان	۱۲

فہرست اعلام

نمبر شمار	اعلام	مقالہ صفحہ
۱	ابراھیم مصطفی	۱۳
۲	ابن منظور محمد بن مکرم	۲۹
۳	ابو بکر احمد بن علی جصاص	۲۷
۴	امام انس بن مالک	۹۶
۵	امام غزالی	۴۶
۸	خالد بن عبد اللہ بن محمد المصلح	۴
۹	عبد الرحمن جزیری	۳۳
۱۰	عبد اللہ بن سلیمان بن منیع	۳۷
۷	عوف محمود الکفروی	۳۰
۱۱	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۸
۱۲	محمد تقی الدین بن ابراھیم	۷
۱۳	مسلم بن حجاج	۲۵
۱۴	مفتی تقی عثمانی	۵
۱۵	مفتی محمد شفیع	۱۱
۶	وھبہ الزحیلی	۷

فہرست اماکن

نمبر شمار	اماکن	مقالہ صفحہ
۱	اٹلی	۱۰۸
۲	احد	۶۴
۳	اسٹیٹ بینک آف پاکستان	۱۰۸
۴	امریکہ	۱۰۷
۵	ایران	۳۰
۶	برٹن وڈ	۴۱
۷	بینک آف انگلینڈ	۴۱
۸	پاکستان	۲۸
۹	جدہ	۵
۱۰	جرمن	۱۰۷
۱۱	عراق	۱۰۸
۱۲	کراچی	۱۰۴
۱۳	ہندوستان	۱۱۱

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

تفاسیر

ابو بکر احمد بن علی جصاص، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ

ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، رجب ۱۴۲۶ھ

شبیر احمد عثمانی، فوائد عثمانی، مولانا، دارالتصنیف کراچی، ۱۹۷۵ء

کرم شاہ الازھریؒ، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۹۸ھ

محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۱۹۶۹ء

کتب حدیث

شھاب الدین احمد بن علی، العسقلانی، فتح الباری فی شرح صحیح بخاری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ظہیر الدین علی بن ابی القاسم ،السنن الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

علی بن عمر الدار قطنی ابوالحسن، سنن دار قطنی، کتاب البیوع، المکتبۃ الوقفیۃ للکتب المصورۃ، ۱۴۳۲ھ

مالک بن انس بن مالک، الموطا، مکتبہ الحدیث، حضرو، اٹک، پاکستان، ۲۰۰۹ء

محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری،، مترجم مولانا وحید الزماں، مکتبہ، دارالسلام، لاہور، ۱۴۲۸ھ

محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیہ الحلب

مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری النیسابوری ، صحیح المسلم،، مترجم مولانا وحید الزماں، خالد احسان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء

یحیی بن شرف نووی، شرح صحیح المسلم، خالد احسان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء

کتب اللغات

حسن النجفی، القاموس الاقتصادی، مدیریۃ مطبعۃ الادارۃ المحلیۃ، بغداد ۱۹۷۷

حسین بن محمد، مفردات القرآن، مکتبہ قاسمیہ لاہور

سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، مطبع رفاہ عام، لاہور، مئی ۱۹۰۸ء

عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، مرتبہ ابوالفضل سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی جولائی ۱۹۷۳ء

علی بن محمد الجمعہ، معجم مصطلحات الاقتصادیۃ، دار العبیکان ریاض سعودی عرب ۲۰۰۰ء

فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروز سنز لمیٹڈ کراچی، س ۲۰۰۰ء

محمد بن مکرم، لسان العرب، داراحیاالتراث العربی، بیروت طبع اول۱۴۰۸ھ
نزیۃ حماد، الدکتور، معجم المصطلحات المالیۃ والاقتصادیۃ فی لغۃ الفقھاء، دارالقلم دمشق،۲۰۰۸
وحید الزماں قاسمی، القاموس الجدید، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ندارد
English to English and Urdu Dictionary,Ferozsons Limited
Longman English dictionary,Marriem (Webster inc.1984)
Oxford advanced learner's dictionary,(oxford university press, Eighth edition,2010)
The fact on file student dictionary of American English by cy in thia A Ban hart(USA 2005)

کتب فقہ

ابو یعلی الموصلی، کتاب الروایتین والوجھین مکتبہ مکۃ المکرمۃ،۱۴۲۸ھ
احمد بن علی الھیتمی الشافعی، تحفہ المحتاج، المکتبہ التجاریہ الکبری مصر، س۱۹۸۳ء
احمد بن محمد الدردیر، الشرح الصغیر، دار لمعارف کراچی، س۱۳۹۳ھ
ایمان انجرو، التحلیل الائتمانی ودورہ فی ترشیل عملیات الاقراض، س۲۰۰۷ء
برھان الدین ابوالحسن بن ابی بکر الفرغانی، الھدایۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور،۲۰۰۹ء
حافظ بشیر حسین نجفی، توضیح المسائل، ایلیاپرنٹرز لاہور، س ندارد
حافظ عبد الستار، فتاوی اصحاب الحدیث، مکتبہ ابن قیم سلطان کالونی میاں چنوں، جون۲۰۰۷ء
رزق اللہ انطاکی، الوسیط فی الحقوق التجاریۃ البریۃ، مطبعہ التعاونیہ،۱۳۸۴ھ،
زھیر عباس، النظام القانونی لشیک، مکتبہ التربیۃ بیروت س،۱۹۹۷ء
ستر بن ثواب للجعید، احکام الاوراق النقدیۃ والتجاریۃ، س ۱۴۰۶ھ
شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ، نہایۃ المحتاج، مصطفی البابی الحلبی قاہرہ، س۱۳۵۷ھ
عبد الحلیم، احسن الھدایۃ، قاسمی، مکتبہ رحمانیہ، اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، لاہورس ندارد
عبد اللہ بن احمد بن محمد، المغنی، ابن قدامہ، مکتبہ، النصر الحدیثیہ ریاض
عبد اللہ بن سلیمان بن منیع، الورق النقدی، تاریخہ حقیقۃ قیمتہ حکمہ، الفرزدق التجاریۃ ریاض سعودی عرب، س ۱۹۸۴ ء
عدنان خالد الترکمانی، السیاسۃ النقدیۃ والمصرفیۃ فی الاسلام، موسسہ الرسالہ بیروت، س ۱۴۰۹ھ
علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،۱۳۲۸ھ
عمر سلیمان الاشقر، دراسۃ الشرعیہ فی البطاقات الائتمانیہ ,الناشر دار النفائس، س۲۰۰۹ء
غلام عبد الحق، احکام رھن، حوالہ وکفالہ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، طبع اول۱۹۹۱ء
محمد بن احمد ابن رشد، بدایۃ المجتھد، دارالتذکیر، لاہور،۲۰۰۹ء

محمد بن محمد بن الغزالی، احیاء علوم الدین، مکتبہ ومطبعہ، کریاطہ فوترا، سماراغ
محمد تقی عثمانی ومولانا سلیم اللہ، مکتبہ، پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت، عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی، اپریل ۲۰۰۷،
محمد علاء الدین حصکفی، الدر المختار شرح تنویر الابصار، ناشر مطبعہ حیدریہ، بمبئی، ۱۳۰۹ھ
محمد تقی عثمانی، المعاملات المالیۃ المعاصرۃ فی الفقہ الاسلامی، اردن، دار النفائس، س ۱۴۱۹ھ
محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ادارۃ المعارف، کراچی، س ۲۰۱۲ء
منصور بن یونس بن ادریس، کشاف القناع من متن الاقناع، النصر الحدیثیہ ریاض، س ۲۰۱۳ء
وحبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۱۲ء

کتب معاشیات

حافظ ذوالفقار علی، معیشت وتجارت کے اسلامی احکام، دار الکتب السلفیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، س ۲۰۱۴ء
حنان الجشعم، محاضرات النقود والبنوک، مکتبہ ابن سینا جدہ فرع السلیمانیہ، شارع عبد القدوس الانصاری، س ۲۰۱۴ء
خالد بن عبد اللہ بن، رسائل جامعۃ التضخم، الناشر دار ابن الجوزی س ۲۰۰۹ء
عبد الحمید اٹھور معاشیات، روحانی آرٹ پریس اسلام آباد، س ۲۰۱۳ء
عبد الحمید ڈار، بنکاری، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، بنکاری، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۴ء
عبد الحمید ڈار، بنیادی معاشیات، علمی کتب خانہ، کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور، ۲۰۱۲،
عصمت اللہ، زر کا تحقیقی مطالعہ، ادارۃ المعارف کراچی، شمس پرنٹنگ پریس کراچی، طبع ۲۰۰۹ء
علی بن سلیمان مرداوی، الانصاف، دار احیاء تراث العربی، ۲۰۱۰
فاروق اصغر صارم، کتاب اسلامی اوزان، ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ، س ندارد
فیڈرک بینھم، مترجم عظمت اللہ خان، معاشیات زر وبینکاری، سرسید بک کمپنی اردو بازار کراچی، ۱۹۶۵
مبارک علی، شیخ، تعارف زر وبنکاری، ریسرچ سکالر اوسلو یونیورسٹی ناروے، رہبر پبلشرز کراچی، طبع اول، ۱۹۹۱،
مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی الدورہ السابع عشرہ، موتمر مجمع فقہ الاسلامی، الجزء ۴، س ۲۰۰۹ء
محمد زکی، مقدمۃ فی النقود والبنوک، بیروت، دار النحضۃ العربیۃ طبع ۷، س ندارد
محمد وقار، وقار الفتاویٰ، بزم وقار الدین، کراچی، س ندارد
محمد شفیع، اوزان شرعیہ، دارۃ المعارف کراچی، ۱۳۸۲ء
منظور علی، شیخ، کتاب معاشیات، علمی کتاب خانہ، لاہور
نثار احمد سلیمی، زری نظریہ اور مالیاتی پالیسی مجید بک ڈپو، لاہور، مئی ۱۹۷۶ء
نور احمد شاہتاز، کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء شرعی حیثیت، فضلی سنز، اردو بازار، لاہور

A history intrestes,Sidney Homer and Richard Sylla(John wiley&Sons, London,2006)
A History of Money From Ancient Times to The Present Day,(University of Wales Press2011)
Banking and finance,Shakil Faruqi, Glossary,State bank of Pakistan,(Institute of Bankers Pakistan,Lahore School of Economics,2011)
Modern Economics Theory,Dewett.Kewal Krishan, (India Delhi,1990)
Money Banking and Finance, Agha Tahir Ijaz (،Azeem Academy,Lahore, 2010)
The economic system of islam ,Taquiddin an Nabhani, (sixth Edition,seventh 2004)
Money Banking and Finance , Riaz Ahmad ,Mian ,(Azeem Academy,Lahore,2016)
*Practice and law of banking in Pakistan,*Dr,Asrar Hassan,(Pakistan Book Center,2009)